اسلامی نماز

اسلامی نماز

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

الحمد للہ الذی اوضح لنا مسالک الحق باعلامہ۔ ونور لنا بمصابیح الیقین لیالیہ کایامہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی من ابتعثہ من بین الرسل بمزید اکرامہ وعلی الہ الطیبین الطاہرین الذین طہرھم من الارجاس والاوثام وخصھم بافضالہ وانعامہ واللعنۃ الدائمہ علی اعدائھم الی قیام الساعۃ وساعۃ قیامہ

تمہید و مقدمہ

اگست ۳۸ء کے پہلے ہفتہ میں ہمیں بھون ضلع جہلم جانے کا پہلی دفعہ اتفاق ہوا۔ یہاں کے مومنین مولائی تو پہلے ہی سے تھے۔ مگر اصولی نہ تھے اسی ہفتہ میں غالباً پہلی مرتبہ تقریباً چالیس پچاس آدمیوں نے ہاتھ کھول کر باجماعت نماز پڑھی۔ اور نیز ان میں اصول دین اور فروع دین کے متعلق تقریباً سارے شبہات دور کر لئے۔ ہماری واپسی پر حسب قاعدہ ان پر برادرانِ ملت کی یورش شروع ہوگئی۔ ملاّ صاحبان نے جاکر ان کے خلاف وعظ کئے۔ اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ کبھی شیعوں کی نماز پر اعتراض خصوصاً ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے پر اور کبھی ان کے مسئلہ تقیہ پر کبھی متعہ پر جیسا کہ عام طور پر ایسے مواقع پر ہوتا ہے

اوران کے پاس ایسے ہی مسائل و اتہامات واہیہ کے سوا اور ہے ہی کیا۔
ان کے جواب خطوط ہی کی صورت میں دئے۔ اوران کے متعلق جو کتب اُردو
میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے منگانے اور مطالعہ کرانے کی ہدایت کی گئی۔
مثلاً فلک النجاۃ حاجی حکیم مولانا امیرالدین صاحب رسالہ ارسال الیدین[1]
(اصلاح کھجوہ) رسالہ تقیہ مولوی سید محمد رضی صاحب و رسالہ متعہ الملیہ مشن
وغیرہا۔ مگر مومنین کا اصرار رہا کہ ایک مخصوص رسالہ خاص کر مسئلہ ارسال الیدین
اور بعض دیگر مسائل مختلفہ نماز میں۔ انہیں لکھ دیا جائے۔ تاکہ اس علاقہ
میں وہ تبلیغ و ہدایت کا کام دے۔ اور دوسرے احباب بھی اسی
طرح مستفید اور ان کے ہم خیال ہو سکیں۔ ہم نے وعدہ کر لیا۔ مگر سال
ہونے آیا اور ہمیں حوادث زمانہ ضعف دماغی اور علالت طبع نے موقع نہ
دیا۔ اب جب کہ سال پورا ہونے میں صرف ایک ماہ رہ گیا تھا۔ ان
ہی حالات میں قلم برداشتہ یہ چند سطور لکھنی لازم ہو گئیں۔ کہ دوران
سال میں مومنین کے ارشاد کی کچھ نہ کچھ تعمیل ہو سکے۔

لہٰذا یہ مضمون **اسلامی نماز** کے نام سے رسالہ البرہان ستمبر
۳۹ء و اکتوبر ۳۹ء میں شائع ہوا۔ اور صرف چار سو کاپیاں علیحدہ

---

[1] اس کی تحریر کے اختتام پر ہمیں اس بار ایک اور رسالہ کا علم
ہوا۔ یعنے بسط الیدین مصنفہ مولانا راحت حسین مدظلہ العالی اور سُنا ہے
کہ وہ بھی بہت ہی مفید رسالہ اس باب میں ہے۔

طبع کرائی گئیں۔ جو چند ماہ ہی کے اندر اندر ختم ہو گئیں۔ مومنین بلکہ بعض منصف مزاج برادران اسلامی نے بھی جن کی نظر اس پر پڑ گئی غیر معمولی طور پر اس کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور بہترین ذریعہ تبلیغ حق سمجھا۔ جن میں سے بعض تحریرات بغرض تفریح قلوب المومنین وقتاً فوقتاً البرہان میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ چنانچہ سنبھل ضلع مراد آباد کے ایک فاضل حکیم نے تو یہ مبالغہ کیا ہے۔ اور لکھ دیا ہے۔ ایسی کتاب نہ اس سے پہلے لکھی گئی ہے اور نہ آئندہ لکھی جا سکتی ہے۔ اور بھیرہ ضلع شاہ پور کے ایک فاضل گریجوایٹ نے لکھا ہے کہ یہ رسالہ شیعی لٹریچر میں ایک معجزہ ہے۔ اور اس کی تقسیم عام ہونی چاہیئے۔ تاکہ عام مسلمان اس سے کماحقہ مستفید ہو سکیں۔ اور ہم اس کو مبالغہ سمجھتے ہوئے بھی یہ کہہ رہے ہیں۔ ع

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

لیکن اس عام پسندیدگی کے ساتھ خاص اہل بھون جن کی خاطر خصوصیت سے یہ زحمت برداشت کی گئی تھی۔ محض بے حس اور سخت دل ثابت ہوئے۔ اور یہ گویا عملاً ناپسندیدگی کا اظہار ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ہمیں ان کی نسبت جو احساس اور جوش ایمانی کا گمان تھا وہ غلط نکلا۔ اور اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا۔ کہ اس سے نفس امارہ کا توازن دماغی قائم رہا

اور نقطۂ اعتدال سے متجاوز نہ ہوا۔ گو یہ افسوس ضرور ہوا۔ کہ

پڑھی نماز جنازے کی میری غیروں نے
موئے تھے جن کے لیئے رہ گئے وضو کرتے

مگر پبلک کو ان کا پھر بھی ممنون ہونا چاہئے کہ ان کی تحریک ہی ایسی چیز کی اشاعت کا باعث ہوئی جسے وہ اس درجہ پسند کرتے اور اس شوق سے طلب فرماتے ہیں اور جسے تبلیغ حق کے لئے بہترین وسیلہ یقین کرتے ہوئے اس کی دوبارہ طباعت کے طالب بلکہ متقاضی ہیں "الدال علی الخیر کفاعلہ"۔ اور ان کے اصرار اور طلب کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم باوجود غیر معمولی مصروفیت و عدیم الفرصتی اس پر نظر ثانی کر کے چند ماہ کے اندر ہی دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ جو حقیقتہً علماء سنی و شیعہ کی ہزار سالہ تحقیقات و تصنیفات کا جوہر اور لب لباب ہے لیکن اس کی یہ اشاعت اسی وقت برمحل ہو سکتی ہے جبکہ اس کی تقسیم عام کا قوم سے انتظام ہو سکے۔ ورنہ برائے نہادن چہ سنگ و چہ زر"۔ اگر ہمارے رؤسائے قوم جو جذبہ ایمانی اور احساس دینی رکھتے ہیں اور قومی انجمنیں اس طرف توجہ فرمائیں تو یہ مشکل بآسانی حل ہو سکتی ہے اور معمولی امداد سے کل انڈیا کے مخصوص برادران اسلام میں اس کی اشاعت عام ہو سکتی ہے اور یہ پیغام حق اس آخر الزمان میں ان کو بسہولیت پہنچ سکتا ہے وللہ الحجۃ البالغہ برکریماں کارہا دشوار نیست طبع ثانی کے طالب یہی تحریک اور کوشش فرما کر اپنا فرض ادا فرمائیں۔ شاید مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ بلکہ ممکن ہے کہ مرداں از غیب بروں آیند و کارہا بکنند اپنی تازہ یاد داشت

اور بعض فاضل احباب کے اشارہ کی بناء پر بعض اہم مضامین کا اس ایڈیشن میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اور بعض کی مزید تفصیل اور کچھ ترتیب میں تغیر جس سے رسالہ نے اب اور خاص صورت اختیار کر لی ہے۔ اور یقین ہے کہ مومنین اس سے اور زیادہ محظوظ ہونگے۔ اور اس کی اہمیت اشاعت و تبلیغ ان کے نزدیک اور بڑھ جائیگی اور اسی پر اس تمہید کا خاتمہ ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۹ء ✦

مقدمہ

اسلامی عبادات میں نماز کا مرتبہ اور اس کی اہمیت

اسلامی تعلیم کا منشاء اوّلی تطہیر انسانی ہے کہ طاہر ہو کر ذات طاہر و قدوس سے قرب حاصل کر سکے۔ انسان مجموعہ ہے روح۔ نفس اور جسم کا۔ جیسا کہ آیۂ مبارکہ۔ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۔ کا مفہوم بلکہ منطوق ہے۔ اور جس کو لسان معصومؑ نے تصریحاً بیان فرمایا ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِنْ رُوْحٍ وَنَفْسٍ وَجَسَدٍ" (دار السلام فی الرؤیا والمنام) اور یہ بھی مسلّم ہے کہ تمام عوالم محدود و منحصر ہیں۔ عالم ارواح عالم نفوس اور عالم اجسام میں۔ اور بعض حکماء ان کو عالم روحانی۔ عالم دہری اور عالم زمانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ارواح مجرد ہیں اور عالم تجرد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسان بلا شبہ مجموعہ عوالم ہے۔ اور نسخہ جامعہ الٰہیہ۔ اس لئے لازماً وہ عالم ارواح و عالم نفوس اور عالم اجسام کو شامل ہے

اور رُوح نفس اور جسد کا مجموعہ ہے پس تطہیر و تزکیہ سے مراد جو مقصود اسلامی ہے تینوں کی تطہیر ہے۔ اور تطہیر رُوح معرفت خالق سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اول دین تصدیق وجود خالق اور اس کی توحید ہے اور کمال توحید اخلاص فی التوحید اور تطہیر نفس جس کو تزکیہ نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اخلاقِ کریمہ اور عبادات خالصہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی تزکیہ موجب نجات و قربِ خالق کائنات۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا" اور تطہیر جسمانی ظاہری جو شرط و مقدمہ تزکیہ نفس ہے۔ طہارت آب و خاک سے حاصل ہوتی ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَھُوْرًا (فرقان) خدا نے ریاح لواقح (بادل) اپنے دست قدرت و رحمت سے بھیجی ہیں اور فرماتا ہے کہ ہم ہی نے آسمان سے آب طاہر و مطہر نازل کیا ہے جو خود پاک و صاف ہے اور اجسام کو پاک و صاف بنا دیتا ہے اور تصفیہ باطنی اجسام کا اکل طیبات سے حاصل ہوتا ہے اور یہ سبب قبولیت عبادت و دعا کی شرائط لازم ہیں۔ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (پاک اور طیب چیزیں کھاؤ اور نیک عمل بجالاؤ) جس کی غذا طیب نہیں ہے اس کا عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَھُوْرًا۔ زمین میرے لئے جائے سجدہ و طاہر و مطہر بنا دی گئی ہے۔ فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا (اگر طہارت آبی ممکن و میسر نہ ہو تو طہارت خاکی اسکی قائم مقام ہوتی ہے اور بندے کی خاکساری کا نشان وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ" عبادت کر اپنے پروردگار کی جب تک کہ موت تجھے آغوش

لحد میں سلائے اور جہاں سے آیا ہے وہاں پہنچائے اور یہی مقصود ہے اس آیت کا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ پس عبادت موجب تزکیۂ نفس وتطہیر نفس ہے، اور زکاوت وطہارت نفس بموجب جلائے قلب وصفائے روح اور یہ موجب قرب الٰہی وحقیقت رسی، جس کی مزید تفصیل آئندہ باب میں آتی ہے۔ اور عبادت بغیر معرفت خدا باطل اور بے اثر۔ اس لئے اسلام میں معرفت و عبادت اہم فریضہ انسانی ہے۔ اور اصول دین میں اعتقاد توحید سب سے مقدم اور فروعات دین میں نماز جو خاص اور حقیقی صورت عبادت ہے پس نماز رکن دیانت واصل اساس عبادات ہے۔ بلکہ اصل دین۔ اور سب سے پہلے بارگاہ احدیت میں اسی کی بازپرس ہوگی ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسش نماز بود

اس وقت اگر نماز صحیح ثابت ہوئی اور قبول ہوگئی تو باقی اور اعمال حسنہ قبول کئے جائینگے۔ اور یہ رد ہوگئی تو اور اعمال بھی نامقبول ہوجائینگے کہ اصل مقدم ہے فرع سے معصوم علیہ السلام کا فرمان ہے اَلصَّلٰوۃُ اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَاسِوَاھَا وَاِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَاسِوَاھَا۔ یا "اَلصَّلٰوۃُ اِنْ رُدَّتْ رُدَّ سَائِرُ عَمَلِہٖ"۔ اگر نماز مردود ہوگئی تو سارے ہی اعمال اکارت گئے۔ وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان) اور ہم اُس وقت ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سب کو خاک کی طرح اُڑا دیا اور فنا کردیا۔ وَلَا نُقِیْمُ لَہُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَزْنًا۔ اور روز قیامت ان اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ اور پلہ اعمال ہلکا بلکہ خالی رہیگا۔ "وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ

کیونکہ اُس دن اُس کی عدالت کی میزان قائم ہوگی۔ اور ذرہ ذرہ اعمال کا وزن درست۔ وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْراً یَّرَہٗ وَمَنْ یَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً یَّرَہٗ۔ اور اسی لئے معصومؑ کا یہ بھی ارشاد ہے مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ" جو جان بوجھ کر نماز کو ترک کر دے اور اس کی فرضیت کا منکر ہو جائے تو وہ دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کہ یہی اوّل نشان دین ہے۔ کافر بیدین اپنے معبودوں کی عبادت کرتے اور اُن کو پوجتے ہیں۔ اور دیندار خُدا پرست خُدا کو پوجتا ہے۔ اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ اور افضل عبادات و اصل عبادات نماز ہے۔ تو یہی اوّل نشان اسلام ہے اور ظاہری فاروق ہے کافر و مومن میں۔ اگر مومن نماز ادا نہیں کرتا۔ تو خُدا پرست و مشرک میں کیا فرق رہا۔ اس لئے ارشاد زبان قدرت ہے" اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" نماز ادا کرو اور مشرک نہ بنو۔ پس منکر نماز کافر ہی نہیں بلکہ مشرک ہے کہ اوّل نشان ایمان و اسلام سے خالی نشان کفر و شرک پر باقی ہے۔ اور کسی طرح مستحق ثواب و آخرت و نجات نہیں ہو سکتا۔ اور شفاعت معصومینؑ اس کو نہیں پہنچ سکتی کہ ارشاد معصوم ہے۔ مَنِ اسْتَخَفَّ بِالصَّلٰوۃِ فَلَیْسَ مِنَّا وَلَا تَنَالُہٗ شَفَاعَتُنَا" جو نماز کو سبک اور خفیف سمجھے اور اس کی پروا نہ کرے کہ پڑھی یا نہ پڑھی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہمارے دین میں شامل و داخل نہیں اور ہماری شفاعت اس کو نہیں پہنچ سکتی۔ ترک نماز گناہ کبیرہ بلکہ اکبر کبائر ہے۔ اور جو ایک وقت کی نماز ترک کر دے۔ گویا اس نے اپنے نفس کو قتل کر دیا۔ اور اگر دو نمازیں ترک کر دیں تو گویا اس نے ایک پیغمبر

معصومؑ کا خون کیا۔ اور اگر تین وقت کی قضا کرے تو ایسا گناہ کیا کہ گویا کعبہ کو ڈھا دیا اور چار وقت کا جو تارک ہوا تو اُس نے اپنی بزرگ ترین محرم سے زنا کیا۔ اور جو پانچوں وقت نماز نہ پڑھے اور سب کا تارک ہو جائے تو خدا کہتا ہے کہ اے میرے نافرمان بندے میری زمین و آسمان سے باہر نکل جا۔ نعوذ باللہ من سوء انفسنا۔

قَالَ مُعَاوِيَۃُ ابْنُ وَهْبٍ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ علیہ السّلام عَنْ اَفْضَلِ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ الْعِبَادُ اِلٰى رَبِّهِمْ وَاَحَبَّ ذَالِكَ اِلَى اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ مَا هُوَ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ اَفْضَلَ مِنْ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ اَلَا تَرٰى اَنَّ الْعَبْدَ الصَّالِحَ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ قَالَ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا الْاٰيَۃ +

معاویہ بن وہب کہتا ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السّلام سے سوال کیا سب سے بہتر عمل جس سے بندہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کون ہے اور کونسا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں معرفت توحید کے بعد اس نماز سے افضل و بہتر عمل کسی کو نہیں جانتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بندہ صالح عیسٰی بن مریم نے وقت ولادت یہ فرمایا کہ میں بندہ خدا ہوں۔ خدا نے مجھکو کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور مجھ کو مبارک بنایا ہے ہر حال میں اور مجھ کو جب تک زندہ ہوں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت کی ہے۔

عَنْ زَيْدِ الشَّحَّامِ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُہٗ يَقُوْلُ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ اَلصَّلٰوةُ وَهِیَ اٰخِرُ وَصَايَا

زید شحام حضرت ابی عبد اللہ علیہ السّلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے خدائے عزّ و جلّ کے نزدیک سب سے

الانبیاء فما احسن الرجل یغتسل او یتوضأ فیسبغ الوضوء ثم یتنحی حیث لا یراہ انیس فیشرف علیہ وھو راکع او ساجد ان العبد اذا سجد فاطال السجود نادی ابلیس یا ویلہ اطاع و عصیت وسجد و ابیت۔

پسندیدہ اور محبوب عمل بندہ کا نماز ہے اور یہ آخر وصیت انبیاء ہے۔ مرتے وقت ہر ایک نبی نے اپنی اُمت کو اسی کی ہدایت و وصیت کی ہے پس کیا اچھا ہے وہ شخص جو غسل یا وضو کرے (جیسی صورت ہو) اور وضو کو خوب طول دے پھر ایک گوشہ تنہائی میں جائے جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو کہ مبادا وہ حالت رکوع یا سجود میں اُس کے پاس آجائے اور اس کا دھیان ہٹاوے) بیشک بندۂ خدا جب سجدے میں جاتا ہے اور سجدہ کو طول دیتا ہے تو شیطان چیخ اُٹھتا ہے اور کہتا ہے ہائے۔ ہائے۔ یہ بندہ اطاعت خدا کر رہا ہے اور میں نے نافرمانی۔ یہ اس کو سجدہ کر رہا ہے اور میں نے حکم سجدہ سے انکار کیا۔

وقال الرضا علیہ السلام اقرب ما یکون العبد من اللہ عزوجل وھو ساجد وذالک قولہ عزوجل واسجد واقترب۔

حضرت امام رضا فرماتے ہیں بندہ اُس وقت سب سے زیادہ خدا کے قریب ہوتا ہے جبکہ وہ سجدے میں جاتا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے اے بندے سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک نماز فریضہ کے ادا کرنے کا ثواب بیس حج کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایک حج کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کہ آدمی سونے سے بھرا ہوا گھر راہ خدا میں صدقہ دے دے اور خیرات کر دے

وعنہ علیہ السلام یقول اذا قام

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

اَلْمُصَلِّیْ اِلَی الصَّلٰوۃِ نَزَلَتْ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ	جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے
مِنْ اَعْنَانِ السَّمَآءِ اِلٰی اَعْنَانِ الْاَرْضِ وَ	تو اطراف آسمان سے اطراف زمین پر
حُفَّتْ بِہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَنَادَاہُ مَلَکٌ	رحمت خدا نازل ہوتی ہے اور ملائکہ اسکو
لَوْیَعْلَمُ ھٰذَا الْمُصَلِّیْ مَا فِی الصَّلٰوۃِ	ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور ایک فرشتہ
لَمَا انْفَتَلَ ۔	پکارتا ہے کہ اگر یہ نماز گزار حقیقتہ جانے

کہ اس نماز میں کیا لطف اور کیا ثواب ہے تو کبھی نماز سے نہ مڑے برابر پڑھے ہی جائے۔

وَلِھٰذَا قَالَ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَارَبِّ	پروردگارا جو تجھے پہچان لے تو اس کا
حَقِیْقٌ مَنْ عَرَفَکَ اَنْ یَّعْبُدَکَ وَ	سزاوار ہے کہ بس تیری عبادت ہی کئے
عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَثَلُ الصَّلٰوۃِ مَثَلُ	جائے۔ نماز کی شان اعمال دین میں ایسی ہے
عَمُوْدِ الْفُسْطَاطِ اِذَا ثَبَتَ الْعَمُوْدُ	جیسے کہ خیمہ میں ستون اگر ستون قائم ہیں
نَفَعَتِ الْاَطْنَابُ وَالْاَوْتَادُ وَالْغِشَآءُ	تو طنابوں میخوں اور سائبان کا فائدہ ہے
وَاِذَا انْکَسَرَ الْعَمُوْدُ لَایَنْفَعُ طُنُبٌ	اور اگر ستون ٹوٹ گیا اور گر گیا تو نہ طناب
وَلَا وَتَدٌ وَّلَا غِشَاءٌ	کچھ فائدہ دیگی اور نہ میخ نہ سائبان یعنی

نماز ہی رکن وستون خانہ دین ہے۔ اگر یہی گر جائے اور دیندار کی نماز صحیح اور مقبول نہ ہو تو بس اس کا خانۂ دین خراب ہے۔

وَقَالَ مَنْ قَبِلَ اللّٰہُ مِنْہُ صَلٰوۃً	اللہ نے جس کی ایک نماز بھی قبول کرلی
وَاحِدَۃً لَمْ یُعَذِّبْہُ	تو وہ بندگان خدا میں داخل ہوگیا۔ اور

نماز گذار شمار ہو پھر خدا اس کو ہرگز عذاب نہ کریگا اور جہنم میں نہ ڈالیگا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ مِیْزَانٌ	نماز میزان عمل ہے جس نے پورا کردیا۔ پورا ثواب پالیا

مَنْ وَفَی اَسْتَوْفیٰ" ورنہ قیامت میں اسکا پلہ میزان خالی رہیگا۔
اسی واسطے خداوند عالم نے اپنی توحید کے بعد سب سے زیادہ نماز ہی کی تاکید فرمائی اور
تقریباً ساٹھ آیات میں ذکر نماز و حکم ادائے نماز ہے اور نمازیوں کی مدح ہے۔
اَقِیْمُوا الصَّلوٰۃَ لِذِکْرِیْ" میری یاد دل میں قائم کرنے اور رکھنے کے لئے نماز کو ادا کرو۔
اَقِمِ الصَّلوٰۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَ زُلَفاً دن کی دونوں طرفوں میں قبل طلوع آفتاب و
مِنَ الَّیْلِ (ہود) بعد غروب آفتاب نماز ادا کرو اور ایک کچھ
حصہ شب گذر جانے پر وقت عشاء۔ اَقِمِ الصَّلوٰۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ الَّیْلِ۔
زوال آفتاب سے نصف شب تک کی نمازیں ادا کرو۔ ظہر عصر مغرب اور عشاء
وَحَافِظُوْا عَلَی الصَّلوٰتِ وَالصَّلوٰۃِ الْوُسْطیٰ وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ تمام نمازوں کی
حفاظت کرو کہ وقت پر ادا ہوں اور نماز وسطیٰ کی (خاص طور پر حفاظت کرو)
اور کھڑے ہو کر ان میں قنوت پڑھا کرو۔ اِنَّ الصَّلوٰۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰباً
مَّوْقُوْتاً" بیشک نماز مومنین پر اوقات مخصوصہ میں لکھ دی گئی اور فرض کر دی گئی
ہے۔ پس یہ نماز نشان اسلام و ایمان اور نشان عبودیت و بندگی ہے اس
سے بندۂ خدا بندہ واقعی سمجھا جاتا ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس دورِ دہریت
اور معکوس ترقی کے عہد میں ہمارے نوجوان اور نئی ذریت اور یورپ زدہ
مسلمان اس عبادت و طاعت خدا اور اس کی بندگی سے ایسے ہی نفرت
کرتے اور بھاگتے ہیں جس طرح مومن مخلص برے افعال اور گناہوں سے
گریز کرتا ہے۔ اور اس کو بیجا نشست و برخاست اور تضیع اوقات خیال کرتے ہیں
اور اس سے یقیناً اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کی روح ایمانی مردہ ہو چکی ہے و النّاس

عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ کے آثار ان میں آشکار۔ مگر آبائی تقلید میں اپنے کو مسلمان کہنے پر مجبور رہیں یا حقانیت اسلامی کا انتار عب ہے کہ انسان انسان کہلا کر اور اسلام کے آثار دیکھ کر اس سے انکار کرنے اور باہر نکل جانے میں اپنے لئے عار محسوس کرتا ہے۔ اور اس کی فطرت ملامت کرتی ہے۔ ھدٰنا اھد الٰی صراط مستقیم +

باب اوّل

حقیقت نماز اسلامی

اسرار نماز اور اس کی حکمت

تعظیم ذات بزرگ انسانی فطرت ہے اور یہی حکم عقل ہے۔ اور اس لئے دین کا اعتقاد فطرت انسان میں داخل۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے ہمارے پیغام رساں ہادی تو اپنی توجہ خالص اس دین کی طرف قائم کر جو فطرت اللہ ہے۔ اور اس نے لوگوں کو اس پر مخلوق و مفطور کیا ہے یہی دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔ اور

اس حقیقت سے جاہل محض ہیں۔ اس لئے تعظیم ذات واجب الوجود ہر انسان پر لازم۔ اور اس کی عظمت اور اپنی تواضع و خاکساری کا اظہار فرض اور بندۂ معبود ہونے کا نشان۔ اور اس کا ذکر اور اس کی یاد کو دل میں قائم کرنا اور رکھنا اس کی محبت فطری کا لازمی نتیجہ۔ "وَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَحَبَّ ذِکْرَہٗ" جو کسی شے سے محبت رکھتا ہے وہ اس کے ذکر کو بھی محبوب رکھتا ہے۔ اور ہر وقت عالم جدائی میں اسی کو یاد کرتا ہے۔ اس کا ذکر اس کی تعظیم اپنی تواضع خشوع و خضوع اور خاکساری کا اظہار بندگی یعنی عبادت اصطلاحی ہے۔ لہٰذا عبادت معبود فطرت انسان ہی نہیں۔ بلکہ فطرت کائنات ہے۔ ہر شے اسکی تعظیم کرتی ہے۔ ہر شے اس کی عظمت کو مانتی ہے۔ اور بڑی سے بڑی مخلوق بھی اس کی عظمت کی قائل اور اس پر عامل ہے۔ "دتواضع لعظمتہ العظماء۔" بلکہ اس ذات بزرگ کے ہر نشان بزرگی اور اس کی ہر ہر محترم شے کی تعظیم کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے نشانات عظمت و جلالت و قدرت و حکمت کی تعظیم اس کی تعظیم ہے۔ بلاشبہ "مَنْ عَظَّمَ شَیْئًا عَظَّمَ اٰثَارَہٗ"۔ اس لئے ہر مخلوق سے حالاً و مقالاً صدائے تہلیل و تکبیر بلند ہوتی ہے اور اللہ اکبر کی صدا آتی ہے۔ ہر شے اس کی پاکی بولتی ہے۔ اس کی تمجید و تقدیس کرتی ہے۔ "وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ"۔ ہر ایک شے اس کی تسبیح مع تحمید بجالاتی ہے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ وَسُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اس کو علماء ربانی بارگاہ ملکوت و جبروت میں تعلیم پانے والے ہی خوب جانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بکُلِّ ذرّۃٍ لِسَانٌ

مَلَکُوتِیْ نَاطِقُ بِالتَّسْبِیْح" مرکبات کائنات نہیں بلکہ عالم امکان کے اجزا، فردیہ اور ذرہ ذرہ ایک زبان روحانی ملکوتی رکھتے ہیں جو اس کی تسبیح میں گویا رہتی ہے۔

"اَلَمْ تَرَیٰ اِلَی اللّٰہِ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔ کیا تم چشم بصیرت نہیں رکھتے اور نہیں دیکھتے خدا کی طرف کہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے اس کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان ہے بلکہ زمین و آسمان خود یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔" جو چیز زمین و آسمان میں ہے وہ اس ذات پاک مالک الملک قدوس عزیز حکیم کی تسبیح و تقدیس بجالاتی ہے۔ بلکہ جو کچھ مابین زمین و آسمان ہے "وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ"۔ بادلوں میں رعد و گرج کی آواز تسبیح الٰہی ہے"۔ وَلٰکِنْ لَا تَفْقَھُوْنَ لیکن تم اس کو سمجھتے نہیں ہو۔

منتہائے تعظیم ذات ذوالجلال والاکرام سجدہ ہے۔ اور بغیر سجدہ تعظیم کامل نہیں اور کائنات کی ہر شے اپنے حال میں اس عبادت و تعظیم کو بجالاتی ہے اور اس کو سجدہ کرتی ہے۔

اَلَمْ تَرَیٰ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔	کیا نہیں دیکھتے کہ ہر شے جو زمین میں ہے یا آسمان میں خدا کو سجدہ کرتی ہے۔ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اس کو سجدہ کرتے ہیں اور اسکی تعظیم بجالاتے ہیں اور اپنی حالت سے اپنی تواضع۔

خشوع خضوع اور عاجزی وانکساری وخاکساری کا اظہار بالعمل کرتے ہیں اور ہر ایک شے کا سایہ اور ان کے اشباح صبح وشام خواہ نخواہ خاک مذلت پر جبہ سائی اور سجدہ ریزی کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

اور جو زمین و آسمان میں ہے وہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے خواہ اس کا دل چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو اور اسکے سائے صبح وشام پیشانی خاک پر رکھتے ہیں۔ سجدہ بجا لاتے ہیں اور اس کی بارگاہ جلال وجمال میں اپنی خاک نشینی اور خاکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ آسمان۔ زمین۔ ہوا۔ پانی سب اس کی بارگاہ ناز میں اپنی نیاز مندی کے ثبوت میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور لوگ اس کو محسوس نہیں کرتے۔ کما قال بعض العارفین۔

صَلَّتِ السَّمَاءُ بِدَوَرَانِهَا وَالْاَرْضُ بِجَرَيَانِهَا وَالْمَطَرُ بِهَطَلَانِهِ وَالْمَاءُ بِسَيَلَانِهِ يُصَلِّيْ لَهٗ وَلَا يَشْعُرُ۔

آسمان اپنے چکر میں۔ زمین گردش میں بارش اپنے برسنے میں اور پانی اپنے بہنے میں اس کی نماز ادا کرتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور سب اسکی ربوبیت والوہیت اور اس کی توحید کے قائل ہیں۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید وحدہ لا شریک لہ گوید

عَلٰى قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ

"وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ"

جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ خواہ نخواہ اس کا مطیع وفرمانبردار مسلمان ہے۔

اور ہر ایک اسی کی طرف رجوع کرنے والا۔

بعض مخلوقات صرف حالت قیام میں اس کا ذکر اور اسکی تہلیل و تسبیح بجا لاتی ہیں اور بعض حالت رکوع میں اس کی تقدیس و تحمید کرتے ہیں بعض حالت سجود میں اسکی حمد و ثنا بجا لاتی ہیں۔ اور بعض تینوں حالتوں میں عالی شان سربفلک اشجار ہمیشہ قائماً اُس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور چھوٹے پودے اور بیلیں قیام ورکوع و سجود کے ساتھ تسبیح کرتی ہیں۔ اور یہ سربفلک اشجار اپنے سایوں سے حق سجدہ ادا کرتے ہیں۔ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ۔ بوٹے، بوٹیاں اور درخت سب ہی اسکی بارگاہ جلال و جمال میں سجدہ ریز اور نماز گذار و نیاز مند ہیں۔ اور کوئی اس فریضہ فطری کی ادائگی سے غافل نہیں۔ چرند و پرند سب علی الصباح اس کی تسبیح میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی غافل پایا جائے تو وہ کوئی انسان ہے جو باوجود سب سے افضل و اشرف کہلانے کے اس غفلت سے شرمندہ نہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ۔

عبادات ملائکہ

یہ ملکوتی روحانی مخلوق عقول و ارواح و ملائکہ خاص عبادت گذار ہے۔ اور اس کا بس یہی فریضہ فطری ہے۔ کوئی تسبیح کرتا رہتا ہے۔ کوئی تہلیل و تکبیر۔ کوئی تقدیس و تحمید۔ اور کوئی تکریم و تکبیر کا وظیفہ خواں ہے۔ شب و روز اسی میں مصروف ہیں اور ان میں جو مدبرات امر ہیں۔ وہ اپنے فرائض بھی اسی حالت میں ادا کرتے رہتے ہیں اور ان کے یہ فرائض انکی تسبیح کو مانع نہیں ہوتے اور نہ کبھی وہ تھکتے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو بھوک لگتی ہے کہ ملکوتی وجود ہیں اور نہ انکو نیند آتی ہے۔

وَمِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا ۱۲ لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ ۔

اور رات اور دن۔ آفتاب اور مہتاب سب اس معبود برحق رب العالمین کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کو سجدہ نہ کرو۔ یہ واجب التعظیم نہیں ہیں۔ یہ مخلوق ہیں خالق نہیں اور اُس خدائے معبود کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو اور تم کو پیدا کیا ہے۔ اگر اس کے بندے ہو۔

فَاِنِ اسْتَکْبَرُوْا فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّکَ یُسَبِّحُوْنَ لَہٗ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُمْ لَا یَسْئَمُوْنَ (سورہ سجدہ پ۲۴)

پس اگر یہ انسان اسکی عبادت سے تکبر کرتے اور بڑے بنتے ہیں اور اسکے آگے سر جھکانے کو عار سمجھتے ہیں تو کوئی پرواہ نہیں (جو اس کے پاس اس کے مقرب بندے ہیں۔ رات دن اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ کبھی اس سے تھکتے نہیں۔ اور نہ تنگ ہوتے ہیں۔ ان کی غذائے حیات یہی ہے۔ "غِذَاءُھُمُ التَّسْبِیْحُ وَالتَّھْلِیْلُ"۔

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ یَخَافُوْنَ رَبَّھُمْ مِّنْ فَوْقِھِمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (نحل۵)

اور جو زمین و آسمان میں ہیں وہ سب اسکو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے اسکو سجدہ کرتے ہیں اور کبھی تکبر نہیں کرتے ہیں وہ اپنے اس حاکم بالا سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو وہ حکم دیتا ہے اُس کی تعمیل کرتے ہیں کبھی اس میں تخلف و تخلفی نہیں کرتے۔ وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ۔ جو اُس کے مقرب بندے ہیں وہ ہرگز اُس کی

عبادت سے استکبار نہیں کرتے اور سرکش نہیں بنتے ہیں۔ اس کی عبادت اور اس کو سجدہ کرنے سے اگر تکبر کرتے ہیں۔ اگر اس سے کسی کو عار ہے اور اس کی بارگاہ میں سرکش ہے تو وہ کافر و مشرک انسان یا آجکل یورپ زدہ مسلمان۔ یہ اس کے آگے سر جھکانے کو عار سمجھتے ہیں اور اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں۔ بلکہ عیب سمجھتے ہیں۔ وھذا ھوالطغیان المبین۔

ولا یعذب اللہ بالنار احدًا الا من طغی وبغی۔

لَن یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَن یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَن یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا (نسا ۲۴)

مسیح نے ہرگز خدا کا بندہ ہونیکو عار نہیں سمجھا اور نہ ملائکہ مقربین نے اور جو شخص اس کی عبادت و عبودیت سے عار کرے اور تکبر تو خدا جلد ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کریگا جو مومن صالح ہیں انکو اپنے فضل و کرم سے پورا پورا اجر دیگا لیکن جنہوں نے اسکی عبادت و بندگی سے استنکاف و استکبار کیا (اسکی کبھی سجدہ نہیں کیا کبھی اسکے آگے سر نہیں جھکایا کبھی اس کی بارگاہ میں تعظیم کے لیے خم نہیں ہوئے) تو ان کو خدا درد انگیز عذاب دیگا اور وہاں یہ اپنا کوئی نام لیوا مددگار نہ پائیں گے جو انہیں اس تکبر کے نتیجے اور عذاب سے بچا سکے۔

وَلَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَہٗ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ

جو کوئی زمین و آسمان میں ہے اسی کا بندہ ہے اور جو اس کے پاس مقرب مخلوق ہے

عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۔ وہ اس کی عبادت سے ہرگز تکبر نہیں کرتے
يُسَبِّحُوْنَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔ اور نہ کبھی تھکتے ہیں رات دن اسکی تسبیح
لَا يَفْتُرُوْنَ (انبیاء ۲) ۔ کرتے ہیں اور کبھی سستی نہیں کھاتے۔

تف ہے اُس کے ناشکر گذار بندوں پر کہ ناچیز و خاک نطفہ گندیدہ و حقیر ہو کر اسکی عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو اور اسیکو معبود برحق لائق پرستش مانو تو اس سے وہ عار کرتے ہیں۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۔ بیشک ہم اسیطرح مجرمین کو معذب
اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ ۔ کرینگے کیونکہ جب ان لوگوں سے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ کہا جاتا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو تو یہ
وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا ۔ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کیا ہم اپنے
اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۔ معبودوں (بتوں کی عبادت) کو ایک ایسے
(صافات) ۔ شاعر دیوانے کی خاطر چھوڑ دیں۔

اس کے سجدہ اور اس کی عبادت سے استکبار ہی کفر اور اول کفر ہے اول کافر جو اس کا مرتکب ہوا۔ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اسی بدبخت نے قبل اول سجدہ سے انکار کیا۔ اس کے حکم کی تعظیم نہ کی اور اس کے آگے نہ جھکا تکبر کیا اور کافر ہو گیا کہ اپنے ناری وجود کو اس خاکی پتلے سے بہتر اور افضل سمجھ بیٹھا افسوس ہے کہ ہمارے خاکی بھائی کیوں اس ناری کی پیروی کرتے ہیں اور خود سجدہ باری کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ پیچ ہے ؎

ہنستی ہے تیرا اہل تکبر کی شان پر
پتلے تو خاک کے ہیں دماغ آسمان پر

کیوں نہیں کہتے۔ سَجَدْتُ لَكَ یَا رَبِّ لَا مُسْتَنْكِفًا وَلَا مُسْتَكْبِرًا عَنْ
عِبَادَتِكَ بَلْ رَغْبَةً اِلَیْكَ وَرَهْبَةً مِّنْكَ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ
عَنَّا سَیِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ۔

ملائکہ بعض وہ ہیں جو جب سے پیدا ہوئے ہیں صف بستہ کھڑے اور
حالت قیام ہی میں اس کی تقدیس و تمجید کرتے ہیں اور کہتے ہیں سُبْحَانَ الْكَبِیْرِ
الْمُتَعَالِ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ۔ سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ
بعض ہمیشہ سے حالت رکوع میں ہیں اور اس کی پاکی بولتے ہیں کبھی قیام نہیں کیا
اور بعض ہمیشہ سے حالت سجود میں ذکر خدا اور اس کی تہلیل و تکبیر کرتے ہیں۔
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔

قَالَ سِرُّ اللّٰهِ فِی الْعٰلَمِیْنَ وَحُجَّتُهٗ
عَلٰی اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ
وَاٰیَتُهٗ فِیْ جَمِیْعِ الْعٰلَمِیْنَ عَلِیُّ ابْنُ
اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ
فَتَقَ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی
فَمَلَاَهُنَّ اَطْوَارًا مِّنْ مَّلٰٓئِكَتِهٖ
مِنْهُمْ سُجُوْدٌ لَا یَرْكَعُوْنَ وَرُكُوْعٌ
لَا یَنْتَصِبُوْنَ وَصَافُّوْنَ لَا یَتَزَایَلُوْنَ
وَمُسَبِّحُوْنَ لَا یَسْاَمُوْنَ لَا یَغْشَاهُمْ
نَوْمُ الْعُیُوْنِ وَلَا سَهْوُ الْعُقُوْلِ

علی ابن ابی طالبؑ امیرالمومنین اپنے
خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں زمین اور
آسمان اور شمس و قمر و کواکب سیارات
کی خلقت کے بعد خدا وندِ عالم نے
سماوات کو شگافتہ کیا۔ انکو قسم قسم
کے ملائکہ سے پر کر دیا بعض نہیں سے
سجدہ میں ہیں اور کبھی رکوع میں نہیں آئے
بعض رکوع میں ہیں اور کبھی سیدھے
نہیں ہوئے بعض صف بستہ کھڑے
ہیں اور کبھی وہاں سے نہیں ہٹے اور

ہمیشہ سے بیٹھے تسبیح کرتے ہیں اور تنگ و ملول نہیں ہوتے۔ نہ اُن کو نیند آتی ہے نہ سہو ہوتا ہے نہ ان کے بدن شست ہوتے ہیں۔ اور نہ بھول کر غفلت طاری ہوتی ہے۔ ولا ھم یستحسرون۔

اسلامی نماز پس کل کائنات ارضی وسماوی عموماً اور بالخصوص ملائکہ مقربین وعقول قادسہ وارواح مجردہ ان تین حالتوں میں اسکی عبادت کرتے ہیں اور ان صورتوں سے اسکی تسبیح و تقدیس بجالاتے ہیں اور ان کے سوا اور کوئی حالت متصورہ نہیں ہے اور انسان بھی فطرتاً جب اپنے کسی بزرگ یا اپنے بزرگ بادشاہ کی تعظیم کا حق ادا کرتے ہیں۔ اس کے دربار میں حاضری دیتے ہیں یا درباری سلام بجالاتے ہیں تو ان ہی تین صورتوں اور حالتوں سے اس کا اظہار کرتے ہیں بعض تو سامنے کھڑے ہوکر اور سر جھکاکر سلام کرتے ہیں۔ اور بعض خم ہوکر تسلیم بجالاتے ہیں۔ اور بعض اوقات زمین پر گرکر اور اُس کے آگے خاک پر پیشانی رکھکر اپنی خاکساری اور اسکی عظمت و بزرگی کا اظہار کرتے ہیں اور بعض خصوصاً جس کو بہت ہی بزرگ سمجھتے ہیں تینوں صورتوں سے حق تعظیم ادا کرتے ہیں داخل ہوتے ہی دور سے ایستادہ سر جھکاکر تسلیم کی پھر ذرا آگے بڑھے تو خم ہوکر آداب بجالائے اور جب تخت یا مسند کے نزدیک پہنچگئے تو زمین پر ہاتھا ٹیک دیا۔ وَقَبَّلَ الْاَرْضَ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ زمین کو بوسہ دیا اور کوئی کلمہ تعظیمی یا دعائیہ کہا۔ پادشاہ پائندہ باد ملک ادام اللہ ایامکم واقبالکم۔ دولت و اقبال زیادہ۔ وَقِسْ عَلٰی ذَالِکَ۔ ان تین فطری صورتوں سے باہر کوئی طریق ادائے

تعظیم ذات معظم نہیں ہے اسلام دین کامل ہے اور انسان کی تکمیل کے لئے آیا ہے اور اس کی تکمیل عبادت سے ہو سکتی ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے انسان کل کائنات سے افضل ہے اور اشرف اور جو کمالات کل انواع موجودات میں پائے جاتے ہیں وہ اس میں سب جمع ہیں مع شے زائد۔ وَالْعَالَمُ اِنْسَانٌ کَبِیْرٌ وَالْاِنْسَانُ عَالَمٌ صَغِیْرٌ۔ پس اسلام نے مقام تکمیل عبادات میں اسکو ایسی عبادت تعلیم دی ہے جس میں کل عبادات کائنات کو مع شے زائد جمع کر دیا ہے اور اس لئے جس طرح یہ سب سے افضل و اکمل ہے اسی طرح اس کی عبادت بھی سب سے افضل و اکمل ہے اور ایسی ہی ہونی چاہئے تھی۔ ورنہ اس کا اشرفیت و اکملیت کا دعوے بیجا ثابت ہوتا۔

اس عبادت میں ہر قسم کے اسماء الٰہی جلالی و جمالی و ذکر و حمد اور ہر ایک حالت عبادت و عبودیت کو شامل کر دیا ہے تعظیم الٰہی کے ادا کرنے کی جو جو صورتیں اور مخلوقات و خاصکر ملائکہ میں علٰحدہ علٰحدہ فرداً فرداً یا طائفہ طائفہ پائی جاتی ہیں وہ یہاں ہر فرد انسان کیلئے مجموعاً قائم کر دی ہیں اور یہ جامع عبادات عبادت اسلامی نماز ہے جو اس انسان پر روزانہ پانچ وقت فرض کی گئی ہے اور پھر دیگر اوقات میں غیر مفروض نفل و سنت ہے اور اوقات عبادات لیلی و نہاری کو شامل ہے۔ چنانچہ اس عبادت جامعہ میں اول طہارت بدنی و بلکہ نفسی و روحانی بھی شرط ہے۔ طہارت لباس بھی ہے۔ طہارت لباس اور خاص طہارت جسمانی غسل یا وضو کے بغیر کوئی اس عبادت کے نزدیک نہیں جا سکتا کہ وہ عبادت عبادت ہی نہ ہو گی اگر وہ بندہ پہلے اس صورت سے طاہر نہیں،

اس میں قیام ہے۔ رکوع ہے سجود ہے پھر اس میں تحریمہ ہے۔ تکبیر ہے تہلیل ہے قرأت و ترتیل کلام اللہ ہے جس میں روح کلام اللہ کی قرأت ضروری ہے یعنی فاتحۃ الکتاب سورہ الحمد۔ لاصلوٰۃ بغیر فاتحۃ الکتاب۔ یہ سورہ فاتحۃ الکتاب۔ جامع تمام کتاب اللہ ہے۔ اس کی صورت اجمالی ہے۔ جو کچھ کل کتاب اللہ میں تفصیلاً موجود ہے۔ وہ اس میں اجمالاً موجود ہے۔ اس میں ذکر اسماء اللہ ہے۔ ذکر صفات اللہ ہے۔ حمد باری ہے۔ ثنا رالہی ہے۔ تمجید الہی ہے ذکر معبودیت خدا و عبودیت بندہ ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں ذکر خاصان خدا منعمان الہی ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی ذکر نفیاً ہے جو اس کے دشمن۔ اس کی عبادت سے نافرمانی کرنے والے اور گمراہ ہیں اور اس کے غضب میں آچکے ہیں اور جن سے بیزاری لازم ہے۔ اور یہ سورہ بندے اور خدا کے درمیان مشترک اور دونوں کے حالات و صفات کو شامل ہے اور انہی کی تفصیل کل کلام اللہ میں ہے۔

اس نماز میں دعا ہے۔ رکوع ہے۔ تسبیح ہے تعظیم ہے تکریم ہے تشہد ہے قعود ہے سجود ہے اور پھر تکبیر ہے ایسی جامع عبادت نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے اور جو عبادت ان اوصاف سے خالی ہے۔ ان کو جامع نہیں ہے وہ یا عبادت ہی نہیں ہے یا کامل عبادت نہیں ہے اور اسی طرح جو عبادت اس کے خلاف اور اس کے سوا ہے۔ وہ صحیح عبادت یا مکمل عبادت نہیں ہے۔

دیگر مذاہب کی عبادات اور اسلامی نماز

بنا بریں دنیا میں دیگر مذاہب میں

جو عبادات اپنے اپنے طریق پر ادا کی جاتی ہیں وہ سب یا محض باطل یا ناقص

محض یعنی قطع نظر اس کے کہ بوجہ کفر و شرک و انکار پیغام الٰہی انکی عبادت مقبول ہی نہیں ہو سکتی۔ وہ جو کچھ اپنے زعم میں ادا کرتے اور اس کو اپنی عبادت کہتے اور اس سے خدا پرستی کا دعوے کرتے ہیں وہ سب حقیقی معنی عبادت یا کامل عبادت کے لحاظ یا مقابلہ میں باطل یا ناقص ہیں اور ان کا کوئی ثواب کبھی ایسے عبادت گذاروں کو نہیں مل سکتا۔

دنیا میں بڑے مذاہب جو اس وقت موجود یا زندہ ہیں عیسائی۔ یہودی مجوسی۔ بدھ اور ہندو مذاہب ہیں عیسائی یہودی۔ مجوسی اصل میں جب ان کے ہادی موجود تھے یہی عبادت رکھتے تھے یعنی نماز پڑھتے تھے اور نماز ہمیشہ ہر دور نبوت میں فرض رہی ہے لیکن اب یہ مذاہب ختم ہو چکے اور اسلام کے آنے کے بعد منسوخ اور پھر ان کے ہادی معدوم۔ اور کتب بلاشبہ محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ اس لئے اب ان میں صحیح نماز کا وجود نہیں رہا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہودی بھی اب اس کو اس کے صحیح ارکان پر ادا نہیں کرتے۔ زیادہ تر اپنی دعا پڑھ لیتے ہیں اور دعا مانگنے کے ضمن میں بجاہ اُس کا نام آجاتا ہے اور باقی جو کچھ ہوتا ہے وہ سب حضرت موسیٰ اور حضرت عزیر کا ذکر اور ان کی ابن اللّٰہی۔

عیسائی اب صرف اتوار کو نہ روزانہ اور پانچ وقت گرجا میں جمع ہوتے ہیں اور اس کو وہ اپنی عبادت سمجھتے اور کہتے ہیں لیکن گرجا میں جا کر دیکھو اور ایسی کتب ان کی پڑھو تو معلوم ہوگا کہ اس میں صورت نماز اور عبادت خاصہ کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ اب رکوع ہے اور نہ سجود ہے۔ صرف کھڑے ہو کر اپنے

لئے دعا کر لیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی یاد تازہ اور ان کی الوہیت کا اظہار اور انہی سے دعائے مغفرت معبود برحق حقیقی کی تعظیم و ذکر تسبیح و تقدیس کا ذکر بھی نہیں صرف عیسیٰ کے ذکر میں لفظ گاڈ کہیں آجائیگا۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ جہاں ذکر اللہ اور اس کی تسبیح و تقدیس رکوع و سجود کے ساتھ نہیں وہ عبادت نہیں ہے کمال اظہار عبودیت اور تعظیم معبود سجدہ میں ہے اور یہی اصل عبادت روح عبادت ہے اور اس سے یہ عبادت جو دعا کی صورت میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ بالکل خالی ہیں۔ اسیطرح مجوسی بھی ظاہر ہے کہ آتشکدہ میں آگ کی پرستش کر لیتے ہیں۔ اور اسی سے دعا کر لیتے ہیں اور مغفرت چاہتے ہیں معبود برحق کے سامنے نہیں جھکتے اور اسکی عظمت و جلال کو سجدہ نہیں کرتے۔ بدھ ازم میں بھی عبادت نہیں۔ مراقبہ اور دم کشی ان کی عبادات کا کمال ہے۔ اور یہ دونو صورتیں صرف تصوریں ہوتی ہیں ہاں زہد ترک دنیا ان میں ضرور ہے لیکن یہ عبادت مصطلحہ نہیں اور یہ بد رہبانیت کی شان رکھتا ہے مقبول و ممدوح حقیقی نہیں ہو سکتا۔ ولا رہبانیۃ فی الاسلام۔ ایسی رہبانیت دین اللہ میں درست نہیں۔ تو انکا دین دین نہیں بتاہل رہکر اس کو پوجنا اور یاد کرنا اور خدمت خلق کرنا دین ہے اور اس لئے ہمارے ہادی برحق نے یہی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے۔ اَلدِّیْنُ التَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ۔ جہاں تعظیم الٰہی اور شفقت اور خدمت خلق نہیں وہاں دین نہیں۔

ہندو مذہب جو ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہ کوئی قدیم الٰہی مذہب نہیں ہے

اور نہ یہ خاص نبی یا انبیاء کی اُمت ہیں۔ کیونکہ یہ نبوت کے قائل ہی نہیں ہیں
کچھ اپنے بزرگوں کو خدائی اوتار کہتے ہیں کہ خدا ان میں حلول کر آیا تھا۔ مگر قطع نظر
اس سے کہ یہ ایک لغو اور ناممکن بات ہے۔ کہ خدا کسی انسانی وجود میں در
آئے وہ اس نقص سے پاک و منزہ ہے۔ ان بزرگوں کی کوئی صحیح تاریخ اور
حالات معلوم نہیں۔ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ خیالی اور بعید از عقل باتیں ہیں
دراصل یہ مختلف ازمنہ میں مختلف زمانوں کے انبیاء کی بقیہ اور نازمان امتوں کا مجموعہ
بن گیا ہے۔ اور انکے منتے سُنائے بھولے بھٹکے حالات خیالات و اعتقادات
کو لئے ہوئے ہیں۔ اور ان میں ذاتی توہمات و تخیلات شامل۔

تاہم یہ ظاہر ہے کہ وہ سب بُت پرست ہیں۔ خدا کو کوئی منتھا نہیں سمجھتا اس
کی پاکی نہیں بولتا اسکی عظمت و جلال کے سامنے نہیں جھکتا۔ جو کچھ کرتا ہے
وہ اپنے فرضی معبودوں یعنی بتوں کیلئے کرتا ہے۔ چنانچہ قدیم ہندو مذہب
میں ترکال سیندھیا بھی ایسی ہی ہے۔ صبح شام اور دوپہر کو ادا کی جاتی ہے
اور اس میں انہی دیوتاؤں کا ذکر ہوتا ہے اور انہی سے دعا ہوتی ہے۔ انہی سے
معافی مانگی جاتی ہے۔ پھر وہی دم کشی کا عمل ہوتا ہے۔ اور اس میں وشنو برہما
اور شیوجی کا تصور ہے۔ پھر بہترین پارٹ ہے جس میں سورج کی عظمت و جلال کا
اقرار اور اس سے دعا ہوتی ہے اور پھر جل چڑھا وا اپنے منہ پر چھڑکتے ہیں
کچھ پیتے ہیں کچھ اپنے دیوتاؤں۔ بزرگوں۔ آباؤ اجداد کے نام پر پھینکتے ہیں اور
اس جل سے اپنے پاک رکھنے کی دعا کرتے ہیں اور اس کو نفسی آب حیات
سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور سیندھیا پوری ہو جاتی ہے اور اس کیلئے شرط سہولت

امکان غسل کر لیا جاتا ہے خصوصاً صبح کی سبن دھیا کیلئے لیکن طہارت حقیقی
معنی میں شرط نہیں اور وہ نظافت و نفاست جو ہر نماز کیلئے وضو سے یا
غسل سے ایک مسلمان کو حاصل ہوتی ہے وہ ان مذاہب مذکورہ میں نہیں ہے۔
قبلہ ان کیلئے نہیں۔ وہی مورتی ان کیلئے قبلہ ہوتی ہے اور یہ سب باتیں خدا پرستی
سے دور ہیں اور نماز کے مقابلہ میں ان کی یہ عبادت باطل یا ناقص محض ہے
ہون بھی بعض ہندو بجالاتے ہیں لیکن وہ بھی دراصل اگنی پوجا ہے نہ خدا
پرستی آگ کو خدائی روپ مانکر تمام اشیا خوردنی آگ کی نذر کیجاتی ہیں کہ وہ انہیں
ان اشیا میں برکت دے اور یہ نذر قبول کرے۔ یہ قدیم قابیلی آتش پرستی کا نشان
ہے۔ اور ہندوستان میں اب بھی موجود ہے۔ **بہترین عبادات انسانی اسوقت**
اسلامی نماز ہی ہے جو صحیح خدا پرستی اور انسانی زندگی و عبدیت کا
نقشہ پیش کرتی ہے۔ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ
اے مسلمانو! نماز ادا کرو اور اسے ترک کرکے مشرک نہ ہو۔

نماز جماعت

تمام مذاہب میں جماعتی عبادت بھی ایسی ہی ہوتی ہے
کہ گرجا میں عیسائی اکٹھے ہوئے اور دعا پڑھ لی یا گا لی
اور ہارمونیم بھی یعنی آلہ غنا اکثر موجود ہوتا ہے۔ یا پیانو۔ اور اس عبادت سے
حظ نفس کا لطف اٹھایا جاتا ہے نہ عبودیت خداوندی کا۔ اور اسیطرح مجوسیوں
بدھوں اور ہندوؤں میں مثلاً اکٹھے ہوکر۔ اور اسیطرح سکھوں میں جو ہندوؤں
ہی کا ایک فرقہ ہے اور سوشل طور پر بالکل ہندو۔ ہاں بعض نظریات و اعتقادات
دینی انمیں سے کچھ جدا ہے۔ اور توحید کا زبانی قائل عمل سب ہی کرتے ہیں جسطرح

ہنو دکرتے ہیں بھجن گاتے ہیں۔ زن و مرد جمع ہوتے اور دلربائوں کی صورت و حسن کا لطف طبلہ سارنگی یا ہارمونیم کے ساتھ اٹھاتے ہیں۔ ممکن ہے اس میں کوئی پرمیشور کے نام کا بھی بھجن آجاتا ہو۔ ورنہ سب دیوتاؤں کے نام کے ہوتے ہیں اور سکھوں میں اپنے گروجی کے نام کے۔ یہ عبادت خدا نہیں وہی حظ نفسی ہے۔ مسلمانوں میں جماعتی نماز بھی اسی اصول و ارکان و شرائط و وضو سے ادا کی جاتی ہے۔ وہی طہارت وہی اظہار عظمت جلال الٰہی اول اعلان اذان کی صورت میں۔ پھر اقامت صلوٰۃ کی صورت میں اور وہی تحریم و تکبیر و قیام و قرأت و رکوع و سجود و تشہد و تسلیم مع التعظیم۔ ان کی صورت جماعت اس عبادت کو ادا کرتے ہوئے ان کی اخوت و مساوات و تنظیم کا نمونہ بھی پیش کرتی ہے اور یہ کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے سب ایک روح دو قالب ہیں۔ یہاں چھوٹا بڑا۔ امیر غریب۔ دولتمند و فقیر محمود و ایاز سب ایک جگہ ایک ہی صف میں شامل ہوتے ہیں رہا اور کسی مذہب میں نہیں۔ اور ایک پیشنماز نماز ادا کرتا ہے اور باقی سب سنتے ہیں۔ قیام میں ایکدم بحکم واہنی دیوار ہوتے ہیں اور رکوع و سجود میں سب ایک ساتھ بارگاہ الٰہی میں اسکے پیچھے سرنگوں اس کی نماز ہوئی اس نے پڑھی اور سب مقتدیوں کی نماز ہوگئی۔ گویا جتنے نمازی جمع ہیں سب ایک جان ہیں۔ وَاِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ ایک بھائی نے جو کام انجام دیدیا گویا سب نے انجام دیدیا۔ سب کا فرض ادا ہوگیا۔ سب فرض سے بری الذمہ ہوگئے۔ یہی حج کا ایک فلسفہ ہے۔ کہ ساری دنیا کے مسلمان ہر ملک کے مسلمان ایک جگہ خانہ کعبہ میں اکٹھے ہوکر باجماعت نماز ادا کریں۔

اور پیش امام کے ساتھ ان کی نماز درست اور قبول محض جماعت میں شریک
ہو جانے سے۔ تو ثابت ہوا کہ کل دنیا کے مسلمان ایک روح ہیں اور چالیس
کروڑ قلب ہیں۔ اس اخوت۔ اس مساوات اس اتفاق و اتحاد و یکجہتی و
یک نفسی کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب یا قوم میں نہیں مل سکتی۔ فَادْخُلُوْا
فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" اس کا اور ثبوت اسلامی احکام میں موجود ہے۔ کہ
ایک مسلمان اگر مر جائے تو مسلمانوں پر اس کی تغسیل تکفین و تجہیز و تدفین فرض
ہے۔ اور اسیطرح اس کیلئے دعا اور اس کی نماز جنازہ سب پہ فرض ہے۔
لیکن اگر صرف چند مسلمان اس کو ادا کریں تو کل مسلمانوں سے فرض ساقط
ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر صرف ایک ہی مسلمان ادا کر دے تو بھی سب پر سے ساقط
اور سب بری الذمہ جس سے صاف ثابت ہے کہ مسلمان دل و جان سے
ایک ہیں خواہ وہ لاکھ ہوں یا کروڑ ہوں۔ اور یہ اخوت و اتحاد فخر اسلامیت ہے
غرض نماز جماعت روزانہ مساوات و اخوت و اتحاد و محبت اسلامی کا نمونہ پیش
کرتی ہے۔ اور یہی نماز جماعت اس تنظیم و محبت و اتحاد کی تعلیم کے ساتھ شان
اسلام بڑھاتی اور ایک پیشنماز کی پیروی و اتباع لازمی تعمیل و اطاعت امیر کا
درس دیتی ہے کہ مسلمان اپنے پیشرو کے ایسے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں کہ
ہر حکم و عمل ہر حرکت و سکون میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور اطاعت ایسی
ہونی چاہئے۔ اور نماز جمعہ ہفتہ وار اور نماز عیدین سال میں دو دفعہ اور حج
عمر میں کم سے ایک دفعہ اس اخوت و مساوات و محبت و اتحاد کی تعلیم
دیتا ہے اور جمعہ کا خطبہ نماز کا جزو لازمی ہے یعنی بجائے دو رکعت کے خطبہ ہے

اور جمعہ کے دن نماز ظہر دو رکعتی رہجاتی ہے۔ اور خطبہ جمعہ شہر کے اور عیدین میں تمام قرب وجوار کے دیہاتیوں اور خطبہ حج تمام مسلمانوں کیلئے ہدایت تامہ اور درستی اخلاق و آداب کا تازیانہ ہے۔ اور عبادت میں شامل یہہ بھی اسی عبادت کی خصوصیت ہے جو اوروں کی عبادات سے اسکو اور ممتاز ومفتخر بنا دیتی ہے۔ واسرار اللہ لاتوصف۔

اسلامی نماز کی صحت کے شرائط و مقدمات اور انکی حکمت بالاجمال

اس عبادت کی صحت کے لئے سب سے مقدم طہارت ہی ہے جیسا کہ مذکور ہوا یعنی غسل یا وضو جیسی صورت ہو۔ اکثر نماز پنجگانہ میں وضو ہی کی ضرورت ہوتی اور کبھی کبھی غسل کی یا وضو و غسل کی۔ اور یہ حاضری دربار الٰہی کی تیاری ہے۔ حاکم یا آقا کے سامنے مصفا اور لطیف لباس و بدن کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہی فطرت انسانی ہے اور مقتضائے عقل و شعور۔ اور عارفان الٰہی اور خاصان خدا نے اول اول یہی کیا۔ اور انہی سے یہ طریقہ ادائے عبادت کا مقرر ہوا اور عالم جسمانی یا عالم بشری میں اس کے عامل و معلم والدی اول ابو البشر آدم صفی اللہ ہی ہیں وہ اول عبادت کیلئے خصوصًا وہ عبادت جو بعد قبول توبہ از ترک اولیٰ ادا فرمائی اور اس وقت سے در اصل وہ مکلف عبادات ہوئے ورنہ بہشتی زندگی تو انکی عالم برزخی کی زندگی تھی۔ اس کی تکالیف کی صورت ہی اور تھی جبکہ ان کے وجود ہی کی صورت اور تھی۔

پھر ہر نبی اس طریق طہارت عبادتی کا عامل اور معلم رہا اور اس

پر خاتم الانبیاء نے عمل فرمایا اور سنن کا اضافہ کہ وہ مکمل شریعت ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عبادات و احکام عبادات و شرائط ادائے عبادات شریعت کاملہ اسلامیہ میں وہی ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے عہد میں ان مقربان بارگاہ الٰہی اور محبوبان خداوندی و ہادیان نوع انسانی نے اسکے جلال کے مشاہدہ کے بعد ادا کی ہیں۔

چہرہ انسان کا اصل دیباچہ کتاب وجود ہے اور اسی سے انسان پہچانا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے اور یہ اکثر لباس سے برہنہ رہتا ہے اور تمام قوائے دماغی اس چہرہ میں ہیں اور اکثر قوائے ظاہری جسمانی بھی جیسے ناک۔ کان۔ آنکھ اور منہ اور عالم بیداری میں یہ سب اپنے اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ہاتھ اکثر مباشر کار ہائے دنیویہ رہتے ہیں اور یہ بھی اکثر برہنہ۔ اور اسی طرح پیر بھی لیکن ان کی نسبت کم اور جوتا پہنے رہنے کی صورت میں صرف بالائی حصہ جس کو پشت پا کہتے ہیں۔ اکثر برہنہ رہتا ہے۔ اور اس لئے اکثر ان پر گرد و غبار کا اثر بھی پس اسلئے عبادت کی تیاری میں انکا دھونا اور مسح کرنا نمازی کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور منہ اور ہاتھ کا دھونا اور پشت پا کو آب وضو کی تری سے ذرا مسح کر لینا۔ اور اس طرح سر کا اگلا حصہ کہ وہ بھی بعض اوقات کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے۔ اور اول حصہ دماغ اسی میں ہے۔ ان اعضاء پر بوجہ اکثر کھلے اور مباشر کار ہائے دنیویہ رہتے ہیں صحیح فلسفۂ طہارت اور حکمت عقلی ہے۔ اور پھر یہ ظاہری فائدہ بھی۔ کہ

ان کی اس تطہیر سے جہاں ہاتھ منہہ صاف ہو جاتے ہیں طبیعت میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور نفس میں سکون اور قلب اس ٹھنڈک کو محسوس کرتا ہے۔ اور اس صورت میں اسکو عبادت میں کسالت محسوس نہیں ہوتی بلکہ دلچسپی ہو جاتی ہے۔ اور نماز میں رجوع قلب کی جو ضرورت ہے یہیں سے اس کی ابتدا ہوتی ہے۔ اگر یہ طہارت نہ ہو تو طبیعت ضرور اکثر منقبض اور مکدر پائی جائیگی اور دماغ میں انتشار اور وحشت۔ اسی واسطے آب وضو کو بغیر ضرورت رومال تولیہ وغیرہ سے خشک کرنا مکروہ ہے تاکہ تری کچھ دیر اعضاء پر رہے اور اسکا اثر دل یا دماغ پر پڑا ہو۔ اور خصوصاً اسلئے بھی یہ طہارت مفید ہے کہ جب نماز کی تیاری کرنے والا یہ محسوس اور معلوم کریگا کہ یہ وہ عبادت ہے جس میں اعضائے ظاہری کی اس تطہیر خاص کے بغیر اس کی بارگاہ میں حاضری نہیں دیسکتے اور اگر جائیں تو وہ عبادت قبول نہیں ہو سکتی۔ تو پھر اسکی بارگاہ میں جو اعلم بما تخفی الصدور دلوں کے بھید جانتا ہے اور دلوں کی گہرائیوں ہی میں رہتا ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ ہے اگر بیدلی اور بغیر طہارت نفسانی و روحانی کے حاضر ہوں دل میں دنیا کا خیال اور اسکی محبت غالب ہو نفس اخلاق رذیلہ سے ملوث ہو اور ناپاک خیالات واورکات سے تو وہ پاک ذات ایسی عبادت کو کب قبول کر سکتی ہے جو جسمانی طہارت نہ ہونیسے اس عبادت کو رد کر دیتی ہے تو وہ نمازی ضرور اپنے خیالات اور اپنے نفس کو پاک کرنے کی سعی کریگا یا اسکو کم سے کم اس کا خیال پیدا ہوگا اور ہونا چاہئے اور یہی اس طہارت عبادتی کی باطنی علت غائی ہے۔ ولکن اکثر الناس

لَا یَعْلَمُوْنَ۔
نماز ذکر الٰہی اور اُس کی یاد دل میں قائم کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے۔
اور دل ہی خانۂ خدا ہے۔ وہ ذات لامکان اگر مکان رکھتی ہے تو بس یہی
لیکن ہر ایک دل نہیں بلکہ مومن عارف کا دل۔ اور یہی معلم کامل نے پڑھایا
ہے کہ زبانِ قدرت خود کہتی ہے: لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَسَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ
قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ" میرے تمام زمین و آسمان میری گنجائش نہیں رکھتے اور
اسلئے وہ میرا مکان نہیں ہو سکتے لیکن میرے بندۂ مومن کا دل جو مجھے
پہچانتا ہے میری گنجائش رکھتا ہے۔ اور صحیح ہے ؎

دلا طواف دلے کن کہ خانۂ مخفی است
کہ آں خلیل بنا کرد و ایں خدا خود ساخت

زبانِ رسالت یہ بھی کہتی ہے جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتہ رحمت نہیں
داخل ہوتا۔ اس کی ظاہری فلاسفی یہی ہے کہ جہاں نجس وجود کا دخل ہو وہاں
سے پاک وجود نفرت کرتے ہیں اور فطرت انسان بھی یہی بتلاتی ہے۔ تو خانۂ
خدا۔ بندۂ مومن کا دل۔ ناپاک خیالات و اعتقادات اور لوث محبت
حطام دنیویہ سے خالی نہ ہوگا تو اس میں یاد خدا کیسے ہوگی۔ یا خدا
اس میں کیسے جلوہ دکھائیگا اور درشن دیگا۔ لہذا نمازی کو عبادت قلب
لازمی ہے اور یہ طہارت ظاہری یعنی وضو یا غسل نذر کر طہارت قلب مقدمہ
طہارت ہے۔ لہذا یہ طہارت واجب قرار پائی کہ مقدمہ واجب واجب
ہوتا ہے۔ اور اس حکمت الٰہی کو حکیم ہی سمجھ سکتا ہے۔

ایضاً۔ اس وضو کی سنتوں میں ہمیشہ مثلاً ناک میں پانی ڈالنا اور اسکو صاف کرنا بھی ہے اور منہ کو اندر سے صاف کرنا اور کلی کرنا اور ہر وضو میں مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ اس عمل سے واضح ہو کہ کیسی گہری حکمت و فلاسفی اس وضو میں ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اعضاء وہ ہیں جن سے اکثر زائد فاسد رطوبات ظاہر اور خارج ہوتی رہتی ہیں۔ اور انکو صاف نہ کیا جائے تو ان سے بدبو آنے لگتی ہے خصوصاً منہہ سے۔ اور زیادہ دیر صاف نہ رہیں تو اکثر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور جب دن میں پانچ وقت ہوں گی تو اس فائدہ کے علاوہ جو مذکور ہوا یعنی طراوت قلب و فرحت طبیعت۔ یہ فائدہ تمام تر واضح ہو گا کہ منہہ اور دانتوں اور اسیطرح ناک کی وہ بیماریاں، جو ان کے ناصاف رہنے سے پیدا ہو سکتی ہیں نہ ہونگی۔ جو پانچ وقت اس طرح بطور مقدمہ عبادت مسواک کریگا کبھی اس کو دانتوں کی بیماری ہو سکتی ہے؟ پائریا میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ یا اس کے دانت کسی طرح خراب ہو سکتے ہیں یا وہ اکھڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اور یہ بڑی حکمت اس جزو وضو نماز میں ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی نماز فوائد جسمانی اور روحانی کو شامل ہے۔ اور ذہنوں کی صفائی اور تکمیل کا ذریعہ ہے۔

اور غور فرمائیے جس کے منہہ سے بو آتی ہو۔ اس کے پاس آنے اور بیٹھنے سے ہر شخص نفرت کرتا ہے۔ اور ایسی صورت میں وہ کسی اعلیٰ افسر حاکم یا آقا کی حضوری کے ہرگز قابل نہیں ہو۔ پھر وہ بارگاہ الٰہی میں حضوری کے قابل کیسے ہو سکتا ہو! اور کونسا عارف خدا مومن ہو گا جو گندہ دہنی کیساتھ اسکا نام لیگا۔ اور

وہ بھی اس کی حضوری میں بلکہ ایسی حالت میں اس کے حبیب کا نام بھی نہیں
لے سکتا اور نہیں لینا چاہیئے

کلی کروں گا لاؤ کٹورا گلاب کا
لیتا ہوں نام پاک رسالتمآب کا

وَلَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ وَلَا یَعْرِفُہٗ اِلَّا الْعَارِفُوْنَ

وضو کی طرح اس عبادت کیلئے کبھی غسل کی ضرورت ہے وہ اسباب خاصہ ہیں مثلاً صدور و ظہور جنابت۔ اس صورت میں نظر عارف اور ناموس الٰہی میں وضو کافی نہیں جس میں بعض اعضاء جسم کی تطہیر ہوتی ہے بلکہ کل اعضاء کی تطہیر لازم ہے۔ اور غسل کے فوائد فوائد وضو کے سمجھنے کے بعد ظاہر ہیں جن سے اس اسلامی غسل میں اول جسم کو اس عارضی نجاست سے پاک و صاف کرنا لازم ہے۔ اور پھر بہ نیت تقرب سر اور جسم کے داہنے اور بائیں حصہ پر آب طاہر و مطہر جاری کرنا اور قبل اس عمل کے مثل وضو تین دفعہ کلی کرنا اور ناک میں تین دفعہ پانی ڈالنا سنت پیغمبری یعنی عمل رسالت ہے اور اسکے فوائد وضو سے بھی زیادہ واضح اور آشکارا ہیں اور زیادہ سکون قلب فرحت طبع طمانیت حاصل ہوتی ہے اس کی حکمت و فلسفی ظاہر و عیاں ہے جیسا بیان۔

لیکن شریعت آخر الزمان بوجہ ضعف طبائع و اجسام انسانی طبعاً و فطرتاً شریعت سہلہ بنائی گئی ہے۔ کہ ہر شخص کو اس پر عمل آسان ہو اور ہر وقت میسر تمام اوسہ پاک و مکان میں اس کے عمل کا امکان اور ظاہر ہے کہ غسل بمقابلہ وضو مشکل اور دشوار ہے۔ اول اس میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور زیادہ

مصروف کار افراد کیلئے یہ تکلیف مالایطاق ناقابل برداشت ہے۔
دوم۔ اس میں پانی بہت صرف ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کے لئے ہر وقت اور ہر جگہ اس کا امکان نہیں خصوصاً ایسے ممالک و بلاد و مقامات میں جہاں وہ کمیاب ہے۔ یا حصول دشوار۔
سوم۔ موسم کے لحاظ سے ہر روز رہ جائیکہ پانچ وقت اس کو ادا کرنا دشوار بلکہ ناممکن مثلاً شدت سرما میں یا ایک دائم المرض مکلف کے لئے اور اسی طرح بعض اوقات عارضی و موقت مریض کے لئے بھی دوران مرض میں۔
چہارم۔ اس کی اتنی کثرت مضر صحت عامہ انسانی ہے اور طب و حکمت اس کی شاہد۔ خاص افراد کیلئے خاص اوقات میں خاص خاص مقامات پر اتنے غسل شاید مفید اور ممکن ہو سکتے ہوں ورنہ نہیں۔ لہٰذا اقتضا تشریعی ہے کہ جو طہارت روزمرہ اور پانچ وقت لازم ہے وہ آسان اور سہل الحصول ہو تاکہ سب افراد حسب طاقت و استطاعت و حیثیت صحت اس پر عمل کر سکیں تو ایسی طہارت وضو ہی ہے نہ غسل۔ اور اس قانون کا عام ہونا ہی موجب اتحاد عمل و تعمیم عبادتی ہے۔ اور کوئی قانون بھی افراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ نوع یا قوم کے لحاظ سے بنتا ہے اور سہولت اور مصلحت عمومی ہی مدنظر ہوتی ہے اس لئے وضو کو حکمت شرع نے عام کیا اور غسل کو خاص رکھا۔ جیسا کہ مثلاً جنب مرد و زن اور حائضہ عورت۔
اور وجوب غسل جنابت کی علت و حکمت یہ ہے کہ انسان کو حالت مباشرت میں جوش شہوانی پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت سوائے اس فعل و عمل کے اور کچھ یاد

نہیں ہوتا اور اس طرح وہ ذکر و خیال خدا بھی بھول جاتا ہے اور ایک مستیٔ شہوت
مدہوش کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ اور اس لئے مباشر جماع حالت جماع
میں خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ اور جب تک اس کے حکم کے مطابق اصول و شرائط
بحصول قرب غسل نہ کرے۔ قریب نہیں ہوتا۔ اور بلا شبہ جب یہ اس فعل میں مشغول
ہوتا ہے۔ قدرت اپنی نظر ادھر سے ہٹا لیتی ہے۔ اور اب نظر قدرت اس پر نہیں
رہتی اور یہی علت ہے کہ اس غسل میں نیت قربت شرط ہے جو صاف دلیل ہے
اس امر کی کہ جب بارگاہ الٰہی سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح یہ بھی ظاہر ہے
کہ ذات قدوس پاک و طاہر و مطہر ہے اور جو نجس و پلید ہو گا وہ اس سے ضرور دور
ہو گا اور جو پاک و طاہر ہو گا وہ اس سے نزدیک اور اس کا قرب حاصل
کرنے کیلئے تمام جسم کو طاہر اور غسل دینے کی ضرورت حالت جنابت میں اسلئے
ہے کہ اسی جوش شہوانی میں بالخصوص وقت انزال جنب کا تمام بدن جوش
کھا جاتا ہے اور مادہ شہوانی خون کی حرارت سے تمام بدن میں متحرک
اور جلد کی تمام اندرونی سطح کے مسامات سے متصل اور اسلئے ارشاد نبوی بیان
ہوا ہے کہ "تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ" جنابت کا اثر بال بال کے نیچے ہوتا
ہے۔ اسلئے اعضا مخصوص کو دھونے کے بعد جہاں وہ ظاہری نجاست لگی
ہوتی ہے سارے جسم کا غسل بھی حکمت شرع میں واجب ہوا۔ اور حالت موت
میں وہ مادہ پسینہ کے ذریعہ سارے مسامات سے خارج ہوتا ہے اور سر سے
پیر تک سارا جسم نجس ہوتا ہے اور غسل میت واجب یعنی وہی حقیقت نطفہ جس
سے اس کا وجود جسمانی بنا ہے۔ حالت موت میں مسامات جسم سے خارج ہوتی ہے

اور یہی موت طبعی ہے۔ اور جسم تمام نجس۔ اور چونکہ وہ نجس مادہ سطح ظاہری یا رُوئے جسم پر خارج ہو کر آجاتا ہے رجبکہ بدن میت سرد پڑ جاتا ہی تو جو شخص اس جسم کو اس حالت میں چھوئے اس پر اس وجہ سے غسل مس میت واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ مادہ شہویہ منیہ اس زندہ انسان کے چھونے ہی بذریعہ مسامات اس کے جسم میں اثر کر جاتا ہے پس غسل اس پر واجب و لازم۔ اور اس سے ثابت ہے کہ از روئے حقیقت باطنیہ تینوں غسل یعنی غسل جنابت و غسل میت و غسل مس میت کی علت ایک ہی ہے یعنی اثر جنابت موجب بُعد عن اللہ ہے۔ و فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔

ہمارا ہادی برحق معلم کتاب اللہ و حکمت الٰہیہ ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے اور بیان کرتا ہے اور تعلیم دیتا ہے۔ فَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ جو کچھ بھی وہ حکم دے اسکی تعمیل کرے اور جس سے وہ منع کرے اس سے باز رہے یہ چون و چرا کا مقام نہیں۔ سالک راہ خدا طریق و سلوک راہ الٰہی سے واقف اور اس راہ کا عارف ہوتا ہے وہ حکیم ربانی ہے اور عارف امراض روحانی اور جانتا ہے کہ کس مرض کی دوا کیا ہے۔ اور کتنی مقدار اسکو مفید ہو سکتی ہے کہ اس سے زائد مضر ہو۔ وہ جانتا ہے کہ کس نجاست کے دفاع کیلئے وضو یعنی بعض اعضاء کی مع طلبہ طہارت کافی ہے اور کونسی نجاست ایسی ہے۔ جس میں کل جسم کے غسل کی ضرورت ہے روز و شب میں اکثر جو نجاست موجب طہارت ہو سکتی ہیں وہ خروج ریح از مقام مخصوص اور خروج بول و براز ہی ہیں یا علمہ خیندان علل و اسباب

طہارت کی صورت ہیں۔ وہ حکیم صرف وضو کو کافی سمجھتا ہے اور وہی بندے کیلئے
سہل الحصول ہے۔ ہر روز اور ہر حالت میں اور ہر مقام پر اور ہر ملک میں اور
ہر موسم میں یہ غسل آسان نہیں۔ جنابت کبھی طاری ہوتی ہے۔ اور خاص
اوقات میں اس کے لئے طہارت اور کبھی ہے جو ذرا مشکل ہو اور جو کبھی
کبھی ممکن و سہل الحصول ہو سکتی ہو۔ فَانْظُرُوْا اِلٰی حِکْمَتِہٖ وَاٰثَارِ رَحْمَتِہٖ
وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ۔ خوئے بد را بہانہ بسیار۔ والے یورپ زدہ احباب
جو کہتے ہیں کہ غسل جب بہتر طہارت اور زیادہ کامل ہے تو وہی کیوں نہ
واجب کیا۔ وضو کیوں واجب کیا۔ جب ہم صبح یا دوپہر یا شام کو عام طور
ٹھنڈا ہونے یا کثافت دور کرنے اور گرد و غبار صاف کرنے کے
لئے غسل کرتے ہیں تو اس سے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔ اس غسل کے بعد
ایک اصطلاحی عبادت وضو کی پھر کیا ضرورت ہو وہ ان دلائل و ان حکم
الٰہی پر غور اور اپنے نفس سرکش کی اصلاح کریں اور سمجھیں کہ ہماری عقل
محدود و ناقص اس عقل کامل و عقل مجسم کو نہیں پہنچ سکتی ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

دنیاوی قانون اور اہل سیاست کے ہر حکم و فعل کی حکمت و علت غائی تم نہیں
سمجھ سکتے اور یقیناً نہیں سمجھ سکتے تو درگاہ لاہوتی کے تعلیمیافتہ معلمین اور
سیاست دینی کے ماہرین کے احکام کی علتوں کو کیسے سمجھ سکتے ہو۔ تمہاری عقل
محدود اگر بہت ترقی کر جائے تو کائنات کی حد تک پہنچ سکتی ہو اور مخلوقات کی

کچھ حکمتیں نہ ساری اور انکے خواص و آثار ترکیبیہ و تحلیلیہ پہچان سکتی ہے خالق کائنات اور اسکی صفات و افعال کو کہاں پہچان سکتی ہے۔ وہاں تک اسکی رسائی کب ممکن ہے۔ دین ناموس الٰہی ہے۔ اور جان دین و مذہب الوہیت و تعلیم الٰہیات اور ماورائے دین فوق عالم نوع بشری ہے۔

اور وہی معلم الٰہیات تمہاری سائنس محض مادیات مرکبہ کے آثار تحلیلیہ ترکیبیہ اور اسکے خواص و صفات تک محدود ہے۔ فوق مادیت سے سائنس کو کوئی تعلق اور نسبت نہیں اور ما فوق مادیہ کی بحث کرسکتا ہے یا کرتا ہے تو تمہارا فلسفہ وہ بھی فلسفۂ الٰہیات رمٹیا فزکس، اگر نہیں اس دہریت و مادیت کے زمانہ میں پڑھایا جاتا ہو تو کائنات اور ماہیات مخلوقات کے دریافت و ادراک تک پہنچا سکتا ہے خالق کائنات کا ادراک اس فلسفہ سے بھی محال ہے۔ اور عقول مخلوق کی رسائی کنہ ذات خالق بلکہ صفات خالق تک ناممکن ہے لہذا جہاں سائنس کی حد ختم ہوتی ہے۔ وہاں سے فلسفہ کی ابتدا ہوتی ہے اور جہاں فلسفہ انسانی کی انتہا ہوتی ہے۔ وہاں سے دین و مذہب کی ابتدا ہوتی ہے یعنی تصدیق خالق و معرفت رب الارباب۔ بنا بریں فلسفہ انسانی۔ دینی احکام و الٰہیات کا ہرگز احاطہ نہیں کرسکتا لیکن ناموس الٰہی یعنی قانون حکیم ازلی فلسفہ انسانی اور سائنس کو محیط ہوتا ہے کہ یہ درجات علوم اس سے تحت ہیں اور وہ اس سے فوق حقیقی حکیم خالق کائنات ہے (وھو العلی الحکیم)

اور پھر اس کا خلیفہ مثلاً محمد مصطفیٰ کہ معلم کتاب و حکمت ہے۔ یعلمھم

الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ر

ان کو کتاب و حکمت پڑھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے قبل سراسر غیر معروف تھے

پھر اگر اسلام میں کوئی حکیم ہے تو وہ خلفاء اللہ جو جانشین خلیفہ اعظم

خاتم النبیین ہیں مثلاً علی ابن ابی طالب۔ وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا

لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔ بیشک وہ ہمارے نزدیک ام الکتاب علی و حکیم

ہے۔ اور مظہر کامل حکیم ازلی ہے۔ یہ جو بتائیں وہ سب سراسر حکمت ہوگی

اور جو کوئی حکم یا عمل اسلامی جو ان معلمین اور حکمائے روحانی نے تعلیم

دیا اور تبلیغ کیا ہے۔ حکمت پر مبنی ہوگا۔ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ حِکْمَتَہُمْ

تم ان کی حکمت کو کہاں دریافت کر سکتے ہو اگر کرو تو پھر ویسے ہی رہو گے

ان حکما نے یہ احکام وضع جاری کیے ہیں غسل ہر وقت آسان نہیں

ہاں کسی وقت آسان ہو سکتا ہے۔ اس کو کبھی کبھی مامور و معمول بنا دیا ہے

جبکہ ضرورت ہو جیسا کہ مذکور ہوا غسل جنابت وغیرہ اور کبھی کبھی سنت رکھا

ہے جیسا کہ غسل جمعہ و غسل اعیاد اسلامیہ وغیرہا۔ اور اس میں کوئی دقت

نہیں ہوتی جمعہ کو کیونکہ بہت سے افراد جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں اور ہر قسم

کے افراد شریک ہوتے ہیں۔ غربا اور کثیف افراد دیہات بھی شامل ہوتے ہیں

جن بیچاروں کو نہ ہر ہفتہ لباس میسر ہے نہ ہر مہینے۔ اس لئے جماعت میں

شرکت کے لئے غسل اور تبدیل لباس صفا بھی سنت قرار دیا گیا ہے اور

خوشبو لگانا بھی کہ مجمع کے دماغ معطر ہوں اور بدبوئے کثیف سے محفوظ

رہیں۔ اور ملاقات مومنین کا حق بھی ادا ہو۔ اور ان کے ہونے کا ہماری عقائد میں

ادراک اور احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے انکے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیں جو اسلام کے معنے ہیں مصالح و حکم احکام کو وہی جانتے ہیں۔

تیمم۔ جب انسان پر ایسی حالت طاری ہو جائے مثلاً مرض وغیرہ کہ پانی کو استعمال نہ کر سکے یا ایسی جگہ ہو یا وقت ہو جہاں پانی میسر نہیں یا پانی کی طلب اور تلاش کیلئے وقت نہیں اور نماز کا وقت جا رہا ہے تو رحیم مطلق نے ایسے ایسے معذور یا مجبور یا عاجز و قاصر کیلئے اپنی رحمت سے یہ حکم جاری فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں اپنی معذوری میں عاجزی و خاکساری کا اظہار خاک آلودگی سے کرد اور ہاتھ اور منہ پر خاک مسح کر کے اسکی حضوری میں حاضر ہو کہ یہ خاکساری اسے محبوب ہے فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا۔ اور یہ بھی شریعت محمدیہ کے شریعت سہلہ ہونیکا بہترین ثبوت ہے کہ وہ انسان پر اتنا ہی بار ڈالتی ہے جو اس کیلئے ممکن بلکہ آسانی سے ممکن ہو۔ اور اسلئے شریعت و دین کی پابندی کو مشکل بتلانے والے یا دولت عقل کے مفلس ہیں۔ اور خزینۂ دماغ اس جوہر سے خالی ہو یا یہ کی اندھی تقلید کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے اور بعض دونوں صفتوں سے موصوف۔

لباس و طہارت لباس

اس طہارت کے بعد اس عبادت کیلئے جو توحید پرستی کا حقیقی آئینہ عبادتگذار کے لباس کی طہارت بھی ضروری ہے۔ اگر لباس طاہر نہ ہوگا تو یہ عبادت درست و صحیح نہ ہوگی۔ بلکہ اگر نجاست کا شبہ بھی ہوگا تو اس عبادت کی صحت میں شبہ ہو جائیگا۔ لہذا لباس ایسی کو حال یا اون یا پشم کا نہ ہو۔ جو حکمت شرعیہ نے قرار دی ہیں اور خالص یا زیادہ تر ریشمی بھی نہ ہو کہ یہ لباس مرد کیلئے

مرد کیلئے ممنوع ہے۔ اور نسوانی مشابہت اور عورت کیلئے لباس زرلبفت
ریشمی جائز ہے اور اُن کی زینت ہے ؎

روئے زیبا و جامۂ دیبا
ایں ہمہ زینت زناں باشد

ہاں سخت سردی یا جنگ کے موقع پر لباس ریشمی مرد کیلئے مستثنےٰ
مجبوری میں پہن سکتا ہے۔ اور ایسی حالت میں نماز بھی ادا کر سکتا ہے
ایسا باریک اور ایسی وضع کا بھی نہ ہو جس سے بدن نمایاں ہو یا ننگا
کہ ایسی صورت اور وضع سے دربار جلال الٰہی میں حاضری ناپسند ہے اور
ماسوا ہر قسم کا لباس جائز ہے لیکن بندگی اور خاکساری کیلئے بہتر یہی
لباس روئی کا اور سفید ہو۔ اس میں ثواب زیادہ ہے یعنی قدرت کو زیادہ
محبوب ہے اور یہ ہر شخص کیلئے ممکن اور سہل الحصول بھی ہے اور اس صورت میں
عبادت گذاروں میں خصوصاً حالت جماعت میں اتحاد یکرنگی بھی ممکن ہے
یہی صورت لباس حجاج میں ملحوظ کہ سب ایک جیسے لباس میں خانہ خدا
حاضری دیں اور طریق دربار شاہی عام طور پر بھی یہی ہے کہ لباس در
مخصوص وضع کا اور ایک ہی ہوتا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

لباس طاہر بھی اور صاف و مصفا بھی ہو اور معطر ہو تو اور بہتر کہ دماغ
فرحت و تازگی زیادہ ہوگی۔ اور زیادہ مناسب یہ رکھا گیا ہے کہ نمازی پورا
پورے لباس میں رہے اور پانچوں کپڑوں سے حاضر ہو صرف پیشانی کھلی رہے
بدن ملبوس اور آداب دربار اسکو مقتضی ہیں۔ اور نوع انسانی میں عموماً یہی

...ت حاضری دربار کے لئے پسند کی گئی ہے۔ کبھی کوئی آقا یا بادشاہ اسکو پسند
...ں کریگا۔ کہ اس کے بہت سے باریابان اس کے سامنے برہنہ یا نیم برہنہ حاضر
...۔ یہ کھلی بدتہذیبی ہے۔ دربار الٰہی میں کیونکر مقبول ہو سکتی ہے۔ افسوس ہے
...ے اکثر برادران اسلامی پر کہ دنیاوی درباروں میں اپنے بہترین و مکمل
...س سے حاضر ہوتے ہیں اور خدا کی حضوری اور بندگی میں لنگوٹا باندھا اور
...ے ہو گئے۔ بلکہ باہر نکلیں تو پورے لباس سے خصوصاً بازار جائیں تو پورے
...س سے دفتر جائیں تو پورے لباس سے اور مسجد میں جائیں تو صدری
...بند یا خیر پائجامہ اور کرتا اور ٹوپی۔
حکم شریعت ہے کہ انسان اس دربار الٰہی کی حاضری میں جہاں تک اس
...کو ممکن ہے مکمل لباس اور طاہر و صاف لباس سے حاضر ہو۔ ہاں مجبور معذور
...اس کے لئے جو ممکن ہو اور جیسا ممکن ہو اور جتنا ممکن کہ اگر ایسا معذور یا مجبور
...قطعاً لباس نہیں رکھتا یا طاہر لباس نہیں رکھتا۔ یا ایک قیدی جو
...شہ لباس ظاہر کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو جس حالت میں ہو اس میں
...ا دا کرے۔ مگر ترک نہ کرے۔ برہنہ اگر ممکن ہے تو پتے ہی باندھ لے۔ یا آگے
...ہاتھ رکھکر فرض ادا کرے یا بیٹھکر پڑھ لے کہ کچھ پردہ پوشی ہو جائیگی۔ اور
...ر العیوب اور غفار الذنوب ذات پاک اسکی عاجزی و مجبوری کی اس
...ا دت کو منظور فرمائیگی کہ "لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا"۔
...اکثر افراد مذاہب دنیا طہارت جسمانی کی طرح لباس کی طہارت میں کبھی
...عبادات کیلئے ایسی پابندی نہیں رکھتے اور نہ وضع و تکمیل لباس ہیں۔ ان فطری

او حقیقی اصول لباس کے پابند ہوتے ہیں اور نہ اسکی عبادت کیلئے پڑا کرتے ہیں ا
اس سے ظاہر ہے کہ ایسا کہنے سے توہین عبادت اور تحقیر معبود کا ثبوت دی
ہیں۔ خصوصاً ہندی مشرک۔ بلکہ انکے یہاں تو نیم برہنگی ہی محبوب نظر آتی ہے ا
کاملین کیلئے پوری برہنگی چنانچہ ان کے عباد و زہاد سادھو برہمچاری ہمیشہ
نیم برہنہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ ملک میں اس دور ترقی میں بھی کم سے کم چھ لاک
ننگے پھرتے ہیں اور ہندو ان کو بڑا ولی سمجھتے ہیں اور انکی عورتیں انکو پوجتی ہیں
اس سے بھی ظاہر ہے کہ صحیح خدا پرستی صرف اسلام میں ہے دنیا اس سے خالی ہے خصوص
مشرکین ہند کہ انکی خدا پرستی اور توحید پرستی سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے جبکہ لنگ
پوجا اور ... پوجا انکا اصل دین ہے اور ان کے اہل معرفت اس پر عامل

اگر ہندی تاریخ دیانت اور انکے جملہ فرقہ ہائے مذہبی کے اعتقادات
عبادات پر نظر غائر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سوائے خدا کے ہر چیز کو پوج
ہیں اور ان کے کاملین زہاد و عباد ہمیشہ پلید رہتے ہیں کبھی کوئی غسل نہیں
کرتے۔ بلکہ ایسے فرقے بھی سنے جاتے ہیں جیسے وام مارگی جو زنا بھوگ کرتے
اور نجاسات محضہ کھاتے ہیں اور اسکو عبادت سمجھتے ہیں۔ یعنی بول و براز
ماء الرجال۔ دم الطمث و النفاس۔ انکی بہترین طیبات ہیں معاذ اللہ

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

یہاں ہمارے یورپ زدہ مسلمان بھائیوں کو معلوم رہنا چاہئے کہ ان کے
عیسائی بھائی ان طہارات غسل وغیرہ کے قطعاً قائل نہیں ہیں بلکہ اکثر متعص
کے عیسائی غسل کو سخت عیب جانتے ہیں۔ اور اسکو اسلامی نشان سمجھ

ہیں اور اسلئے اجتناب واجب خیال کرتے ہیں اور اب تک بچے عیسائی اگر کبھی کسی شخص کو غسل کرتے دیکھ لیں تو کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گیا بلفاظ دیں ہیں مسلمانونکو اس بات کے معلوم کرنے اور اکثر دیکھنے کا موقع ملا ہے اور وہاں سے انہوں نے عیسائی حضرات کے اس اصول کو معلوم کیا ہے اور وہیں سے ہمیں پہنچا۔ خود انگلینڈ میں آپ کو اب تک ایسے افراد ملینگے جنہوں نے تمام عمر غسل نہیں کیا یا برسوں سے غسل نہیں کیا۔ ہاں کچھ لوگ اب ضرور غسل کے پابند اور عادی ہوتے جا رہے ہیں اور ہمارے یہ فرنگی آب یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی صاف و پاک نہیں رہتا حالانکہ صاف کبھی رہتے ہوں پاک کبھی نہیں رہتے۔ اور یہی حال تمام دنیا کا ہے اگر پاک رہتا ہے تو بس مسلمان۔ اگر کامل طہارت ہے تو بس مسلمانوں میں اور اگر عبادت خدا کسی کی قبول ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کی۔

سمت قبلہ

اس میں شک نہیں کہ خدا ہر جگہ ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر اور اسکی ذات لامکان ہے کوئی جگہ اسکی نہیں اس لئے ہر طرف اسکی عبادت میں توجہ ہو سکتی ہے۔ لیکن عبادت بجا لانے یا اسکا دھیان جمانے کیلئے یہ ناممکن ہے کہ آدمی کٹھ پتلی کی طرح ہر طرف ناچے اور کبھی الٹا ہو اور کبھی سیدھا۔ اگر ایسا کرے تو وہ آدمی نہیں بندر کہلائیگا۔ یہ عبادت نہ ہوگی بلکہ ناچ ہوگا یا بھان متی کا تماشہ اور ساتھ ہی یہ اصل مقصود توجہ الی اللہ۔ ذکر خدا اور دھیان پیشور اس سے ہرگز حاصل نہوگا بلکہ حواس بھی درست نہ رہینگے۔ لہذا لازم ہوا کہ خدا کا دھیان جمانے اسکی

یاد دل میں قائم کرنے۔ اس کی بارگاہِ ناز میں سر جھکانے کیلئے جو اصل بندگی و
عبودیت کا نشان ہے کوئی سمت مقرر ہونی چاہئے اور انسان چاروں سمتوں
میں سے کسی ایک طرف منہ کر کے اس عبادت و بندگی کے فریضہ کو ادا کرے
خواہ کسی سمت کو کرے لیکن اس صورت میں ایک نقص رہیگا تمام عبادت گذاروں
اور بندگی کرنیوالوں میں یک جہتی اور یک رنگی اور صورت تنظیم عبادت نہ ہوگی
لہذا یہ صورت بھی ہرگز زیب بعقل نہ ہوگی کہ ایک عبادتگاہ میں یا ایک
میدان میں یا گھر میں سب لوگ اس عبادت کو ادا کر رہے ہیں کسی کا
منہ مشرق کو اور کسی کا مغرب کو اور کسی کا شمال کو اور کسی کا جنوب کو۔ نہایت
بدنما منظر ہوگا۔ بہ نسبت اسکے کہ سب خاموشی کے ساتھ ایک ہی جانب متوجہ ہو کر
ایک ہی سمت جھکے ہوئے ہوں اور سب ایک ہی رخ پر ذکر خدا کر رہے ہوں۔
لہذا اس بندگی کیلئے سمت مقررہ ضرور ہوئی۔ اسی کو عربی میں قبلہ کہتے ہیں
یعنی سمت توجہ اور دین الٰہی میں جہت عبادت اور سمت توجہ الی اللہ مکہ قرار
پایا کہ مرکز زمین ہے اور اول جائے عبادت ہے اور اول مقام سجدہ ہے کہ ملائکہ نے
اس عالم دہر ہی میں حضرت آدم کو جو سجدہ تعظیمی ادا کیا تھا۔ اسی مقام پر کیا
تھا اور وہ مقام منیٰ ہے یہی سرزمین سب سے پہلے ہادیان دین کا مرکز بنی۔ اور
یہیں سب سے پہلا عبادتخانہ (کعبہ) بنا۔ اور حضرت آدم نے اسکی بنا رکھی۔ اسلئے
حکمت شرعی مقتضی ہوئی کہ اس اول عبادتگاہ اور حرم خدا کو جہت توجہ و سمت
قبلہ قرار دیا جائے۔ اور اسلئے ہمیشہ دین الٰہی کے ہادی اور ناموس الٰہی کے
مبلغ اس طرف رخ کر کے سجدہ الٰہی بجا لاتے اور اظہار عبودیت و بندگی کرتے

تھے۔ ہاں بنی اسرائیل کے زمانہ میں بیت المقدس سمت قبلہ رہا ہے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل صرف بنی اسرائیل پر مبعوث تھے اور انہی کے ہادی انکا قبلہ انبیاء بنی اسرائیل ہی کی مقدس عبادتگاہ بیت المقدس کو بنایا گیا۔ اور جب بنی اسمٰعیل کا آخری پیغمبر آگیا اور اسکی تبلیغ جاری ہوگئی تو پھر وہی قدیم عبادتخانہ جو اسی خصوصیت عبادت اور بناء انبیاء کی وجہ سے خانہ خدا کہلایا اور زبان قدرت نے اسکی خصوصیت کو مقبول و منظور کرکے اسکو اپنا گھر اور حرم کہا۔ جہت عبادت و قبلہ ہوا۔ جس کی حکمت و موزونیت واضح ہے اور اب یہ خصوصیت اور بڑھ چکی ہے کہ ہادی اسلام کا وطن ہے اور بالخصوص بنائے کعبہ۔ اس کے نائب و وزیر بھائی علی کی جائے ولادت ہے۔ جو اسکے بعد پیشوائے کل اور روحانی قبلہ انام و کعبۂ اسلام ہیں۔ "مَثَلُ عَلِیٍّ مَثَلُ الْکَعْبَۃِ یُؤْتَی اِلَیْہِ وَلَا یَاْتِیْ" (حدیث رسول) علی کی مثال کعبہ کی ہے کہ اسکی طرف لوگ آتے اور متوجہ ہوتے ہیں اس کا کام نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی طرف جائے اور ان کی طرف متوجہ ہو۔ جو کعبہ سے منہ موڑیگا وہ اپنا دین کھوئیگا۔ جو علی سے منہ موڑیگا وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھوئیگا۔ حکمت شرعی میں اب موزوں ہوا کہ کعبہ اور حرم خدا سمت قبلہ اور جہت سجدہ قرار پائے۔ اَیْنَمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ جہاں کہیں بھی تم ہو جس حالت میں ہو۔ سفر میں ہو حضر میں۔ سوار ہو پیادہ ہو ریل میں ہو یا کشتی میں۔ نماز کی نیت کے وقت ضرور مسجد الحرام کی طرف منہ پھیرو۔ اور ادھر ہی رخ کرو۔ ورنہ یہ عبادت قبول نہ ہوگی کہ مامور ہو چکے ہو اور امر الٰہی سے

روگردانی موجب بطلان عبادت ہے۔ اور یہ خاص نشان تنظیم عبادتی ہے کہ پانچوں وقت نماز میں کل دنیا کے مسلمان اپنے مرکز اسلام کی طرف متوجہ و مشغول عبادت نظر آتے ہیں۔

اور اس بیان سے یہ بھی واضح ہے کہ مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ کعبہ والے کو کرتے ہیں حجر اسود یا اس سنگی عمارت کو مشرکین کی طرح نہیں پوجتے۔ بلکہ مالک عمارت کو۔ کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ کعبہ بنوانے والے اور کل مخلوقات کے بنانے والے کو سجدہ کرتے ہیں جسکی ذات پاک جہت و سمت سے آزاد ہے اور مکان و زمان میں محدود نہیں سمت سجدہ و عبادت اور چیز ہے اور مسجود و معبود اور سمت سجدہ بہ مکان ترکعبہ اور مسجود سجدہ گذار و معبود عبادت گذار حد و مکان۔ بلکہ سرحد عقل و ادراک سے باہر ہے اور اس لئے حقیقتہً کعبہ قبلہ (مسجود) حقیقی نہیں۔ بلکہ اس قبلہ اصلی اور مسجود حقیقی کی سمت عبادت بتانے والا قبلہ نما ہے ۔

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود

قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

لہذا ہماری یہ خالص عبادت و خدا پرستی اس شبہ شرک سے پاک ہے اور مخالفین اسلام و معترضین کا کلام ایک قسم کی بکواس۔ وہ سخن شناس نہیں تو اسرار الٰہی کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ لَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ وَلَا یَعْلَمُهَا اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ۔

ان مقدمات کی تصحیح و تکمیل کے بعد جو شخص اس عبادت کو بہ نیت خلوص

ادا کر رہا ہے اور اس لئے کر رہا ہے کہ وہ مستحق عبادت ہے نہ کسی غرض دینی یا دنیاوی کیلئے اور نہ دکھاوے کیلئے اور نہ عبادتگذار کہلانے کیلئے اور نہ محض بہشت کی طمع اور نہ محض خوف جہنم سے اس کے ارکان و احکام قیام قرأت۔ قنوت۔ رکوع سجود تشہد و تسلیم کو پورا پورا اور صحیح ادا کرے اور قرأت کرے۔ تو یہ اسکی نماز مکمل ادا ہوگئی۔ اس فرض سے سبکدوش ہوگیا۔ اور ترک صلوٰۃ کے جرم سے بری اور ہمارے اکثر نمازی ایسے ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ کچھ باطنی شرائط ہیں جن سے نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی ہے اور نمازی پر اس کے اصلی اسرار و آثار مرتب ہوتے ہیں اور معراج روحانی اس کو حاصل ہوتی ہے۔ کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

جائے نماز

سمت قبلہ کی طرح۔ اسلامی نماز کی ادائیگی میں نمازگذار کی پڑھنے کی جگہ بھی طاہر اور جائز ہو غصبی جگہ نہ ہو۔ اور ناپاک نہ ہو اور جائے نماز کے یقینی طاہر و جائز ہونے کے لئے مخصوص عبادتگاہیں (مساجد) بنائی جاتی ہیں۔ اور یہ حکم ہے کہ اکثر نماز پنجگانہ مساجد ہی میں ادا کیجائے۔ ہاں سنت و نوافل بہتر ہے کہ گھر پر پڑھی جائیں۔ تاکہ شائبہ ریاکاری پیدا نہو۔ دیگر مذاہب میں بھی عبادتخانہ ضرور ہوتے ہیں لیکن عبادت کے ان اصول کی ان کیلئے پابندی لازمی نہیں اور نہ ان کیلئے ممکن ہے اور اس لئے بھی ان کی عبادات نامقبول ہی ہیں۔ آجکل ہمارے مسلمان بھائی بھی مساجد کی طہارت کا خاص خیال نہیں رکھتے۔ اور چونکہ عام طور پر مشرکین سے مباشرت رکھتے ہیں اس لئے ان کی مساجد نجاست مشرکین سے پاک نہیں رہتیں۔ ایسی صورت

ہیں قبولیت نماز ناممکن۔ بلکہ بعض حضرات تو اب غصب کی بھی پروا نہیں کرتے اور جہاں قابو پاتے ہیں مسجد بنا لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں صحت نماز بھی دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ قبولیت کا احتمال ہو۔

شرائط قبولیت نماز اسلامی اور اس کے اسرار باطنی

ان مقدمات و شرائط و ارکان اور احکام صحت نماز کی ادائیگی کے بعد قبولیت نماز کیلئے اول شرط کمال صحت عقیدہ ہے اگر عقیدہ میں اسکی نسبت یا اسکے دین کی نسبت کسی قسم کا شک ہے تو اسکی یہ عبادت قبول نہیں اور اگر صحیح عقائد کے ساتھ کچھ ایسے عقائد بھی دل میں رکھتا ہو جو خدا نے تعلیم نہیں دئے اور درحقیقت اس کے دین میں داخل و شامل نہیں ہیں تو وہ بھی مشرک ہو اور اسکی عبادت قبول نہیں اور اگر صحیح معرفت خدا افضل درجہ بھی حاصل نہیں ہو تو اسکی عبادت بھی مثل اُس زاہد کی عبادت کے ہو جو جنگل میں اپنی جھونپڑی میں رات دن عبادت خدا کرتا تھا۔ اور یہ بھی تمنا رکھتا تھا کہ خدا اسکو قبول کرے اور اسکی مقبولیت کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے گدھے پر چڑھکر یہاں آئے اور یہ ہری ہری گھاس جو اُس نے لگا رکھی ہو اپنے گدھے کو کھلا لیجائے! ایسے غیر عارف خدا کی عبادت جو خدا کو اپنے جیسا جسم اور گدھا سوار سمجھتا ہو قطعًا باطل ہو اور ایسے عبادتگذار کے نامۂ اعمال میں اسکا کوئی ثواب درج نہیں ہوتا ایسے ہی اگر عبادت میں شرک کرے تو بھی وہ قبول نہیں یعنی اسطرح عبادت کرے جو اصل صورت عبادت خدا نے نہیں ہی اور اُسنے نہیں سکھائی اور بتلائی ہو بلکہ بناوٹی ہو اور انکے عالموں و رہنماؤں نے گھڑی اور سکھلائی ہو تب بھی یہ نماز نامقبول ہو اور اسطرح اگر عبادت میں ریاکاری داخل ہو

کسی مخلوق کو شامل کرے۔ تو یہ سب صریح شرک ہوا۔ عبادت باطل۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ ان لوگوں نے ایسی صورت میں گویا اپنے زاہدوں اور عابدوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ انہوں نے اصل عبادت خدا کو بدلا۔ حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا اور ان لوگوں نے ان امور میں انکی اطاعت اور پیروی کی تو یہ انہی کے عباد ٹھہرے۔ لہٰذا کہلائے (حدیث صحیح در تفسیر آیہ مذکور ہے) یہ بھی خالص شرک عبادتی ہے اور اس میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ اور ایک ہی فرقہ ثابت ہوگا جس کی عبادت ایسے شرک سے پاک ہو۔ اگر معرفت نبی درست اور صحیح نہ ہو جو ذریعہ ہدایت اور وسیلہ عبادت اور واسطہ بین العبد والمعبود ہے۔ تب بھی نماز باطل ہے۔ اگر وہ نبی کو اپنا ہی جیسا سمجھتا ہے اور اس کے امتیازات نبوتی سے غافل یا منکر ہے۔ یا نبی کو مخلوق نہیں خالق سمجھتا ہے۔ یا منکرین ہند کی طرح مثلاً خدا کا اوتار جانتا ہے۔ یا صاف اس کو خدا ہی کہتا ہے۔ یا ابن اللہ مانتا ہے۔ قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ۔ یا آئندہ خلافت نبوی میں ایسا ہی شرک رکھتا ہے۔ اور اسکی صحیح معرفت نہیں رکھتا۔ یا معرفت میں غلو کرتا ہے۔ اور مثلاً علی کو خدا کہتا ہے۔ تب بھی نماز مصلی باطل ہے۔ اگرچہ ان امور نماز ہی میں گذرتا ہو۔ یہ سب نمازیں اس میں داخل ہیں۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا۔ تربیت عبادت صحت قلب و اعتقاد قلبی پر موقوف ہے اور جس دل میں شک یا شبہ یا شرک ہو وہ دل مردہ ہی قَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ سِرُّ اللّٰهِ فِى الْعٰلَمِيْنَ كُلُّ قَلْبٍ فِيْهِ شَكٌّ اَوْ شِرْكٌ

مَا دَخَلَ۔ ہر وہ قلب جس میں شک یا شرک ہو ساقط ہے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اسدن نہ کسیکو مال فائدہ دیگا اور نہ اولاد نجات وہی پائیگا جو قلب سلیم کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ اى اَلَّذِیْ يَلْقٰى رَبَّهٗ وَلَيْسَ فِيْهِ سِوَاهُ۔ یعنے وہ جو اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کرے کہ اس کے دل میں بس وہی وہ ہو اور کوئی نہ ہو۔ قلب ماسویٰ سے پاک ہو۔ قلب مومن میں دوئی کی گنجائش نہیں وہاں تو بس وہی وہ ہونا چاہئے اور ہوتا ہے جو واقعی مومن ہیں اور کسی دل میں جگہ نہیں ہوتی حتی کہ اپنی دوئی بھی منظور نہیں اور بس اسی کی یاد ہوتی ہے۔ پروردگار ابینک ے

مقیدان تو از یادِ غیر خاموش اند
بخاطرے کہ توئی دیگراں فراموش اند

اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کے جتنے مذاہب اور ان کے ماننے والے ہیں۔ اس قسم کے شرک سے پاک نہیں ہیں اور اسلیے انکی یہ عبادات قطعاً نامقبول ہیں اور ایسے ہی بہت سے فرق اسلامی بھی کہ وہ ایسے شرک ہیں مبتلا ہیں یعنی بہتر فرقے اسی طرف یہ آیت ناظر ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (یوسف) اور نہیں ایمان رکھتے ان میں سے اکثر خدا پر مگر اس حال میں کہ وہ شرک میں مبتلا ہیں خالص توحید نہیں رکھتے۔ اور ناجی وہی تہترواں فرقہ ہے جو اس قسم کے اعتقادات وآمیزش شرک سے پاک ہے اور اسکی یہ عبادات اسلامی نماز مقبول بارگاہ احدیت ہوسکتی ہے

سوم۔ اسلامی نماز کی قبولیت سب سے بڑی اور اہم توجہ اقبال قلب ہے

جس طرح مصلی خانۂ خدا میں یا اپنے مصلے پر اس عبادت کیلئے حاضر ہوتا ہے
اس کا دل بھی حقیقتہً بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو۔ اور وہ یقین حاصل کئے ہوئے
ہو کہ میں اس کے سامنے کھڑا اُس کا ذکر کر رہا ہوں اور وہ مجھکو دیکھ رہا ہے۔ اور
میری طرف متوجہ ہے۔ اگر مصلی نماز ادا کر رہا ہے اور دل اسکا کہیں اور
وساوس و خیالات میں غرق۔ تو وہ حقیقتہً بارگاہ الٰہی میں حاضر نہیں تھے
رہا وہ انہی خیالات و وساوس کو پوج رہا ہے بغیر رجوع قلب و اقبال قلب
کوئی نماز قبول نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مردود ہو جاتی ہے معاذ اللہ یعنی حقیقت یہ ہے
کہ فطرت انسانی بتلاتی ہے۔ کہ انسان اگر اپنے مالک و آقا یا بادشاہ کے دربار
میں حاضر ہوتا ہے۔ تو ہیبت و جلال شاہی سے اُس کے آستانہ عظمت پر
قدم رکھتے ہی اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ ڈرتا ہے کہ مبادا میری
حاضری و حضوری میں کوئی حرکت خلاف آداب دربار شاہی صادر ہو جائے
اور بادشاہ مجھ سے ناراض ہو کر منہ موڑ لے یا فوراً نکلوا دے۔ اسلئے اسکی ساری
توجہ اسی طرف رہتی ہے کہ بادشاہ سامنے ہے میں جو کہوں اور جو عمل و فعل مجھ
سے صادر ہو وہ صحیح موافق آداب ہو جس دل میں یہ خوف طاری نہ ہوگا۔ وہ ہرگز
قلباً متوجہ نہ ہوگا اور اس کی حرکات و سکنات موافق آداب نہ ہونگی بس یہی
صورت نمازی کی حضوری کی ہے جن پر عظمت جلال الٰہی کا رعب ہوتا ہے
انکا دل بس اسی طرف متوجہ رہتا ہے اور ہر حرکت و سکون اس توجہ سے صادر
ہوتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ سخت
افسوس ہے اُن نماز گذاروں پر جو نماز کو غفلت سے ادا کرتے ہیں۔ ورنہ کے

دل اس وقت حاضر و خائف نہیں ہوتے۔ نجات پانے والے وہی ہیں جن خائف
ترسان بحضور و اقبال اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں: وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا
وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ (مومنون) اور یہی لوگ
مومن خالص اور ناجی و متقی ہیں جو ہر عمل جو وہ کرتے ہیں حالت خوف میں
ان کے دل حاضر و خائف و ترسان ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف
رجوع کرنے اور اس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ فَالْوَجَلُ حَالَ
الْعَمَلِ مُسْتَلْزِمٌ لِحُضُورِ الْقَلْبِ عَلَى أَتَمِّ وَجْهٍ۔ حالت عمل
میں دل پر خوف خدا طاری ہونا پورے طور پر حضور قلب کو مستلزم
ہے۔ اگر دل خائف ہوگا تو متوجہ بھی ضرور ہوگا۔

وَعَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا
يَجْتَمِعُ الرَّهْبَةُ وَالرَّغْبَةُ
فِي قَلْبٍ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ
فَإِذَا صَلَّيْتَ فَأَقْبِلْ بِقَلْبِكَ
عَلَى اللهِ تَعَالَى فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ
عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُقْبِلُ بِقَلْبِهِ عَلَى
اللهِ فِي صَلَاتِهِ وَدُعَائِهِ إِلَّا
أَقْبَلَ اللهُ عَلَيْهِ بِقُلُوبِ
الْمُؤْمِنِينَ وَأَيَّدَهُ مَعَ
مَوَدَّتِهِمْ إِيَّاهُ بِالْجَنَّةِ وَمَالِكٌ مِنْ

حضرت صادقؑ سے مروی ہے جس دل میں
خوف و رجا امید و بیم جمع ہوں ضرور اس
کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے پس
جب تو نماز پڑھے تو دل سے خدا کی
طرف متوجہ ہو کیونکہ جو بندۂ مومن دل
سے اس کی طرف نماز میں متوجہ ہوتا
ہے تو خدا تمام مومنین کے دلوں کو اسکی
طرف متوجہ کر دیتا ہے اور انکی مودت و دوستی
میں اسکو جنت عطا فرماتا ہے اور دوسری لوگ
نماز نماز نہیں ہے مگر وہی جس میں کہ دل

صَلَاتِكَ اِلَّا مَا اَقْبَلْتَ عَلَيْهِ فِيْهَا

اُس کی طرف متوجہ ہو۔

اَيْضًا۔ اِذَا قُمْتَ فِي الصَّلٰوةِ فَعَلَيْكَ بِالْاِقْبَالِ عَلٰى صَلٰوتِكَ فَاِنَّهُ مَا لَكَ مِنْهَا اِلَّا مَا اَقْبَلْتَ عَلَيْهِ وَلَا تَعْبَثْ فِيْهَا بِيَدَيْكَ وَلَا بِرَاسِكَ وَلَا بِلِحْيَتِكَ وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَكَ وَلَا تَتَثَاءَبْ وَلَا تَتَمَخَّطْ۔ اِذَا كُنْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَعَلَيْكَ بِالْخُشُوْعِ وَالْاِقْبَالِ عَلٰى صَلٰوتِكَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (مومن)

جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو تجھ پہ توجہ الی اللہ واجب و لازم ہے۔ کیونکہ تمہاری نماز وہی ہے جس میں رجوع و خشوع و توجہ قلب ہو پس جب نماز پڑھو تو نہ ہاتھوں سے کھیلو اور نہ سر کھجاؤ اور نہ داڑھی سے کھیلو اور نہ دل سے باتیں کرو نہ انگڑائی اور نہ ناک صاف کرو۔ جب نماز میں ہو تو تم پر خضوع و خشوع و رجوع قلب لازم ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مومنین و مخلصین وہی ہیں جو نماز خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں۔

یعنی خوف خدا کے ساتھ توجہ سے پڑھتے ہیں۔ کسی عضو کو اس کے نظری مقام اور فطری وضع سے نہیں ہٹاتے اور حرکت نہیں دیتے ہر ایک عضو اپنی اپنی حالت پر بحال تواضع قائم ہوتا ہے۔ اسی واسطے ہاتھ کو حرکت دیکر خلاف فطرت سینے یا ناف پر باندھنا رجوع و خشوع و اقبال و توجہ قلب کے خلاف ہے اور موجب بطلان نماز قبولیت ہی نہیں بلکہ صحت نماز کے بھی خلاف اور نماز صحیح ادا نہ ہوئی تو پھر قبولیت کی امید کیسی۔

عَنْ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ طُوْبٰى لِمَنْ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ خوشحال

أَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعِبَادَةَ وَ الدُّعَاءَ وَ لَمْ يَشْغَلْ قَلْبَهُ بِمَا تَرىٰ عَيْنَاهُ وَلَمْ يَنْسَ ذِكْرَ اللّٰهِ بِمَا تَسْمَعُ أُذُنَاهُ وَلَمْ يَحْزُنْ صَدْرُهُ بِمَا أُعْطِيَ غَيْرُهُ۔

اس بندہ مومن کا جو اپنی نماز اور دعا کو با اخلاص ادا کرے اور اسکا دل اس چیز کی طرف نماز میں مشغول نہو جسکو اسکی آنکھیں دیکھتی ہیں اور جو اسکے کان سنتے ہیں وہ اسے یاد خدا سے غافل نہ کردیں اور اسکا دل اس سے محزون غمگین نہو کہ دنیا میں اوروں کو بہت نعمات دیگئی ہیں۔

اور اسکو نہیں دیگئیں۔ "انّ اللّٰہ عند القلوب المنکسرۃ"۔ خدا تو شکستہ اور عاجز دلوں ہی میں ہوتا ہے جن دل میں حسد یا غرور یا حرص ہو وہاں خدا کا کیا کام۔

وَكَانَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلوٰةِ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَإِذَا سَجَدَ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتّٰى يَرْفَضَّ عَرَقًا۔ كَانَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلوٰةِ كَأَنَّهُ سَاقُ شَجَرَةٍ لَا يَتَحَرَّكُ مِنْهُ إِلَّا مَا حَرَّكَتْهُ الرِّيحُ۔

علی ابن الحسین ع جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور جب سجدہ میں جاتے تو اسوقت تک سر نہ اٹھاتے جبتک کہ عرق عرق نہ ہو جائیں اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو اس طرح خاموش و سکون و وقار کے ساتھ کہ گویا تنہ درخت ہیں جو حرکت نہیں کرتا مگر جب سخت ہوا ہی اس کو ہلا دے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِنْ قَامَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فِيْ صَلوٰتِهِ

رسول اللہ نے فرمایا ہے اگر بندہ مومن اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو خدا

نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَاَقْبَلَ عَلَيْهِ
حَتّٰى يَنْصَرِفَ وَاَظَلَّتْهُ
الرَّحْمَةُ مِنْ فَوْقِ رَاْسِهٖ
اِلٰى اُفُقِ السَّمَاۤءِ وَالْمَلٰۤئِكَةُ
تَحُفُّهٗ مِنْ حَوْلِهٖ اِلٰى
اُفُقِ السَّمَاۤءِ وَوَكَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
مَلَكًا يَقُوْلُ اَيُّهَا الْمُصَلِّىْ
لَوْ تَعْلَمُ مَنْ يَنْظُرُ اِلَيْكَ
وَمَنْ تُنَاجِىْ مَا الْتَفَتَّ وَلَا
زُلْتَ مِنْ مَوْضِعِكَ اَبَدًا۔
وَعَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُحَدِّثْ
فِيْهَا نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ مِّنَ الدُّنْيَا
غَفَرَ اللّٰهُ ذُنُوْبَهٗ وَعَنْهُ
مَنْ حَبَسَ نَفْسَهٗ فِيْ صَلٰوةٍ
فَرِيْضَةٍ فَاَتَمَّ رُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا وَ
خُشُوْعَهَا ثُمَّ مَجَّدَ اللّٰهَ عَزَّ وَ
جَلَّ وَعَظَّمَهٗ وَحَمِدَهٗ حَتّٰى
يَدْخُلَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى

اسکو دیکھتا ہے اور اُس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جبتک وہ نماز سے مُڑے اور رحمت خدا اس پر سے لیکر آسمان تک چھا جاتی ہے اور فرشتے اسکے اردگرد کے آسمان تک اسکو احاطہ کرلیتے ہیں اور خدا ایک فرشتے کو مقرر کرتا ہے جو ندا دیتا ہے کہ اے نمازی بندے اگر تو اسوقت جانے کہ تجھے کون دیکھ رہا ہے اور تو کس سے باتیں کرتا ہے تو تو کبھی کسی طرف متوجہ نہ ہو اور برابر نماز ہی پڑھے جائے۔

صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ جو شخص دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ان میں کوئی دنیاوی خیال نہ آئے اور کوئی وسوسہ دل میں پیدا نہ ہو تو خدا اس کے سارے گناہ بخشدیتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز فریضہ اپنے نفس کو روکے رہے اور ادھر اُدھر کی باتیں دل میں نہ کرے اور اسکے رکوع و سجدے خشوع و خضوع کو پورا پورا ادا کرے اور بیٹھکر خدا کی

لم يبق شيئاً بينهما كتب الله لهٗ كأجر الحاج المعتمر كان من أهل عليين۔

پاک کی تمجید و تعظیم و حمد بجا لائے تا اینکہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے تو خداوند عالم اس بندۂ مومن مخلص کیلئے ایک حاجی کا ثواب اسکے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے جس نے حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا ہو اور یہ شخص ساکنان علیین میں ہے۔ وما ادراك ما عليون كتاب مرقوم يشهده المقربون۔

ايضاً۔ ومن الصلوٰة ما يقبل نصفها او ثلثها او ربعها وخمسها الى عشرها ان منها ما تلف كما يلف الثوب فيضرب بها وجه صاحبها فما لك من صلوٰتك الا ما اقبلت عليه۔

بعض نمازی کی نصف نماز قبول ہوتی ہے بعض کی تہائی بعض کی چوتھائی اور اسی طرح کسی کی دسواں حصہ۔ (جہاں توجہ قلبی ہو جاتی ہے وہی مقبول ہوتی ہے باقی مردود) اور بعض نمازیں وہ ہیں جو کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہیں۔

غرض نماز صرف وہی مقبول بارگاہ ہے۔ جو کامل توجہ قلب کے ساتھ ہو کہ حقیقۃً اس کے سامنے کھڑا اس کی بندگی بجا لا رہا ہے اور یہ اس کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہے یہ ادھر متوجہ ہے۔ اور وہ ادھر بلکہ وہ زیادہ متوجہ ہے کہ بندہ اگر اس کی طرف قدم توجہ بڑھائے تو وہ اس کی طرف زیادہ جھک جاتا ہے اور متوجہ ہو جاتا ہے اور حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِذَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ الْعَبْدُ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَإِذَا جَاءَ إِلَيَّ مَاشِيًا جِئْتُ إِلَيْهِ هَرْوَلَةً۔

جب بندہ مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ یا ایک گز اس سے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف چلکر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر جاتا ہوں

بندہ جتنا اُس سے نزدیک ہو وہ بندے کی طرف جھکتا ہے۔ یہانتک کہ اپنے پاس ہی بلا لیتا ہے۔" دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی "نزدیک ہوا تو وہ جھکا اور دونوں میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی کمتر" اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔" نماز ہی میں مومن کو معراج ملتی ہے پس اسلامی نماز موجب معراج روحانی ہے۔

اسلامی نماز حقیقۃً موجب قرب الٰہی ہے۔

اسلامی نماز میں دیدار خدا حاصل ہوتا ہے۔

چشم بصیرت دل کی آنکھ جلوہ الٰہی دیکھ لیتی ہے اور اگر دیدار کوئی چیز ہے تو بس یہی ورنہ اس کی ذات دید کی لوث سے پاک ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔

اور یہی مدعا ہے شاعر کا جو کہتا ہے۔

کاش میری جبین شوق سجدوں سے سرفراز ہو
یار کی خاکِ آستاں تاج سر نیاز ہو
سامنے روئے یار ہو سجدے میں ہو سر نیاز
یوں ہی حریم ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

بشرطیکہ اس کو حقیقت ہیں لیا جائے اور مجاز سے کنارہ کیا جائے کہ عشق حقیقی کے مقابلہ میں عشق مجازی خالص شرک ہے جب ماسوی اللہ سے محبت ہوئی تو اخلاص توحید نہ رہا۔ اور عاشق کا دل قلب سلیم نہ ہوا
فَافْهَمْ وَتَدَبَّرْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

اسلامی نماز۔ موجب جلاء قلب ہے۔ کیونکہ اسی سے دیدار و رویتہ حبیب حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرت سراللہ فی العالمین امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں "رُؤْيَةُ الْحَبِيْبِ جِلَاءُ الْقَلْبِ" دیدار حبیب سے دل روشن ہو جاتا ہے"

ایضاً۔ نماز میں توجہ لازم ہے اور توجہ کے لئے خوف خدا واجب اور خوف خدا موجب جلاء القلب ہے "وَخَوْفُ اللّٰهِ يَجْلُو الْقَلْبَ" خوف خدا دل کو جلا دیتا ہے۔ جاہل ہیں اور زیور عقل سے عاری ہیں جو کہتے ہیں کہ خوف خدا دل کو کمزور کر دیتا ہے اور آدمی دنیا میں کام کرنے کے لئے آزاد نہیں رہتا۔

حالانکہ بدیہی ہے کہ اگر قلب مومن خائف نہ ہو تو وہ نہ فرائض عبادت ادا کر سکتا ہے۔ اور نہ فرائض عبدیت اور شفقت علی الخلق جو نصف دین ہے بغیر خوف خدا اور بغیر اس کے کہ مومن کے دل پر اسکی عظمت و جلال کا رعب قائم ہو ناممکن ہے "وَالدِّيْنُ التَّعْظِيْمُ لِأَمْرِ اللّٰهِ وَالشَّفَقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ (عن رسول اللہ) خالق اور حکم خالق کی تعظیم اور مخلوق پر شفقت کا نام ہی دین ہے۔ اور خلق خدا پر وہی ظلم کرتے ہیں اور رحم نہیں کرتے

جو خدا سے نہیں ڈرتے یا اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔ اور اس لئے تمام گناہوں اور بداخلاقیوں اور جرائم کے وہی مرتکب ہوتے ہیں جو خدا پر اعتقاد نہیں رکھتے یا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن بوجہ عدم معرفت اس کا خوف دل میں نہیں رکھتے۔ یا کفر و گناہ سے ان کے دل سیاہ ہو گئے ہیں اس لئے وہ نور خدا کی ضیاپاشی سے محروم ہیں۔ دنیا میں لوگ جرائم کے مرتکب تب ہی ہوتے ہیں جب ان کے دل سے حاکم وقت کا خوف اٹھ جاتا ہے یا اس کی سزا کی پرواہ نہیں کرتے۔ اور اس سے نہیں ڈرتے اور کامل الایمان اشخاص اسی سے گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں اور خاصانِ خدا پر چونکہ ہر آن اس کی عظمت و جلال کا رعب قائم رہتا ہے اور ہر وقت خائف و ترساں وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور ہر ایک گناہ سے پاک رہتے ہیں اور اس کے مسکین یتیم اور اسیر کی خبرگیری اور ان پر رحم اسی ڈر و خوف سے کرتے ہیں۔ اور اس کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ وہ مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ ہم تو یہ شفقت و رحم محض خوشنودی خدا کے لئے کرتے ہیں اور تم سے اس کا بدلہ نہ چاہتے اور نہ شکریہ۔ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا۔ ہم اپنے رب کی طرف سے حساب کتاب و باز پرس والے سخت دن سے خوف کھاتے ہیں۔ اور اسی لئے اپنے عہدوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا

سے عبادت گذار کو یاد خدا اور خوف خدا دنیا کی فنا اور اپنی موت بھی ضرور یاد آتی ہے اور ذکر موت خوف خدا کی طرح موجب جلاء قلب ہے "ذِكْرُ الْمَوْتِ جِلَاءُ الْقَلْبِ (عن علی) نَوِّرْ قَلْبَكَ بِالصَّلٰوةِ فِي الظُّلَمِ" رات کی تاریکی اور عالم تنہائی میں نماز ادا کرکے دل کو روشن کرو۔"

اسلامی نماز دلوں کے میل کو صاف کرتی ہے اور اس کی سیاہی کو دور اور یہ جب صفائے قلب ہے۔ اور نمازی کو ظلمت سے نکالکر نور میں لاتی ہے۔ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ یعنے گناہوں کی سیاہی سے دلوں پر جو میل آجاتا ہے اور آئینہ قلب مکدر ہو جاتا ہے۔ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" ہرگز ایسا نہیں ہے جو یہ خدا کے نافرمان بہک رہے ہیں۔ بلکہ ان کی بداعمالیوں سے ان کے دلوں پر میل آگیا ہے اور آئینہ ہائے قلب مکدر ہو گئے ہیں۔" اور یہ نماز ہی ہے جو خالص ذکر الٰہی کے لئے ہے "وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ"

قَالَ بَاقِرُ عِلْمِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ فَاِنْ اَذْنَبَ ذَنْبًا خَرَجَ فِي النُّكْتَةِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِنْ تَابَ ذَهَبَ ذَالِكَ السَّوَادُ وَ اِنْ تَمَادٰى فِي الذَّنْبِ زَادَ ذَالِكَ السَّوَادُ

حضرت باقر العلوم ارشاد فرماتے ہیں ہر ایک بندے کے دل پر ایک سفید نقطہ ہوتا ہے پس جب بندہ گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اُس سفید نکتہ میں سیاہی پیدا ہو جاتی ہے پس اگر توبہ کرے تو وہ سیاہی دور ہو جاتی ہے اور اگر گناہ میں بڑھتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے یہانتک

حَتّٰی یَغْطِی الْبَیَاضَ فَاِذَا غَطَّی الْبَیَاضُ — کہ اس کے دل کی سفیدی پر چھا جاتی ہے
لَمْ یَرْجِعْ صَاحِبُهٗ اِلَی الْخَیْرِ اَبَدًا — اور جب بندہ کی یہ نوبت آجائے تو پھر وہ
کبھی عمل خیر کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اور خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور گویا دل سیاہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے۔ نہ اس کو نیکی میں لطف آتا ہے اور نہ بدی سے دل ملول ہوتا ہے۔

وَقَالَ اَلْقُلُوْبُ ثَلٰثَةٌ. قَلْبٌ مَنْکُوْسٌ لَا یَعِیْ شَیْئًا مِنَ الْخَیْرِ وَهُوَ قَلْبُ الْکُفَّارِ وَقَلْبٌ فِیْهِ نُکْتَةٌ سَوْدَاءُ فَالْخَیْرُ وَالشَّرُّ فِیْهِ یَخْتَلِجَانِ فَاَیُّهُمَا کَانَ فِیْهِ غَلَبَ عَلَیْهِ وَقَلْبٌ مَفْتُوْحٌ فِیْهِ مَصَابِیْحُ تَزْهَرُ لَا یُطْفِیْ نُوْرُهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

نیز فرماتے ہیں دل تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو الٹا دل جو کوئی خیر کی بات محفوظ نہیں رکھتا اور یہ کامل کفار کا دل ہے دوسری ختم شدہ لی ایک وہ دل ہوتا ہے جس میں سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں خیر و شر متلازمہ رکھتے ہیں جس کا غلبہ ہو اسی کا اثر ظاہر ہوا اور ایک قلب مفتوح جس میں نور الٰہی کی شمعیں روشن ہوتی ہیں جو قیامت تک گل نہ ہوں گی۔ بلکہ وہاں بھی روشنی دیتی رہیں گی۔ وَنُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ۔ ان کا نور ان کے آگے آگے ضیا پاشی کرتا ہوا رواں ہوگا۔

اسلامی نماز دلوں سے وساوس شیطانی اور شرارت شیطانی کو دور کرتی ہے۔ کیونکہ یہ بہترین ذکر اللہ ہے۔ اور ذِکْرُ اللّٰهِ مِنْ اَقْوَی مَدَافِعِ الشَّیْطَانِ۔ ذکر اللہ شیطان کو دفع کرنے کا سب سے قوی آلہ ہے۔

وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی — اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفَۃٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ بیشک وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں جب اُن پر شیطانی اثر ہوتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں اور اُنکی چشمِ بصیرت روشن ہو جاتی ہے

اور وہ شیطانی گمراہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ

اسلامی نماز موجب حصول اطمینان قلب ہے جس کا مرتبہ ایمان یقین سے بالا ہے۔ کیونکہ یہ نماز حقیقی ذکر اللہ ہے۔ اور ذکر اللہ موجب اطمینان قلب۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اسلامی نماز۔ باعث شفاء قلوب ہے۔ اجسام کی طرح دل بھی مریض ہو جاتے ہیں۔ "فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا۔" ان دلوں میں مرض ہے اور اُن کی کرتوتوں سے خدا نے اُن کے مرض کو اور زیادہ کر دیا اس نماز میں ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ واجب ہے۔ "وَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ"۔ اور کلام اللہ موجب شفاء قلب ہے۔ "وَفِیْہِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ"۔ اس کلام پاک سے لوگوں کے لئے ہر قسم کے مرض جسمانی نفسانی و روحانی سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ "وَقَالَ اَمِیْرُ الْمُوَحِّدِیْنَ وَشِفَآءُ الْجِنَانِ مِنْ قِرَآءَۃِ الْقُرْاٰنِ"۔ دلوں کی شفا، قرأت قرآن سے حاصل ہوتی ہے "وَکَلَامُ اللّٰہِ دَوَآءُ الْقَلْبِ"۔ کلام خدا ہی دل کی دوا ہے۔ "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ"۔

اسلامی نماز۔ مانع منہیات و منکرات ہے۔ "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ"۔ بیشک نماز روکتی اور

منع کرتی ہے نحش کاموں اور ناپسند کاموں سے جو ان شرائط صحت قبولیت کے ساتھ نماز ادا کریگا اور خوف خدا حالت نماز میں دل میں رکھتا ہوگا اور ریت کو پائی۔ تو وہ کبھی ان منہیات کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور شیطان کو یہ نماز دفع کرتی رہیگی اور اس کے وساوس کو مانع۔ جیساکہ ذکر خوف خدا میں مذکور ہوا۔

ولذکر اللّٰہ اکبر۔ بیشک یہ ذکر خدا بہت ہی بڑی چیز ہے۔

اسلامی نماز۔ موجب غفران سیئات ہے۔ "وان الحسنات یذھبن السیئات" یعنی وہ نیک عمل ہے جو بدکاریوں کو بخشوا دیتا ہے۔ اور مصلی دو نمازوں کے درمیان جو گناہ بھولے سے کر بیٹھتا ہے۔ تو جب دوسری نماز ادا کرتا ہے۔ وہ بدیاں معاف ہو جاتی ہیں۔ اور وہ پاک وصاف۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُ فِیْھِمَا اِنْصَرَفَ وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ ذَنْبٌ جو شخص اس طرح دو رکعت نماز ادا کرے کہ جو کچھ اس میں پڑھ رہا ہے اس کو جانتا اور سمجھتا ہے اور دل ادھر متوجہ تو اس حال میں نماز سے مڑیگا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی گناہ باقی نہ رہیگا۔

اسلامی نماز۔ نمازی کے دل سے علم و حکمت کے چشمے جاری کر دیتی ہے۔ یہ نماز پرہیزگاری کا نشان اور حقیقی مقام تقوے ہے۔ اور جب مقام تقوے پر پہنچ جائے تو انسان مستحق تعلیم بلنی الٰہی ہو جاتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ۔ خدا سے ڈرو اور تقوے اختیار کرو۔ خدا تعلیم دیگا اور علم سکھائیگا۔ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا جَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ

علیٰ لِسَانِہٖ (عن المعصوم) جو چالیس دن با اخلاص یہ عبادت ادا کرے اور شرائط قبولیت پورے کرے تو اس نمازی کے دل سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ کر اس کی زبان پر سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اسلامی نماز کے اسرار باطنیہ ہیں جو کسی دوسری عبادت میں ممکن نہیں۔ ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ صحیح نماز ادا کرے اور اسکے آثار و اسرار مشاہدہ کرے۔ اسوقت جو عموماً نمازیوں میں مذکورہ آثار نماز نظر نہیں آتے بلکہ برعکس مشاہدہ ہوتا ہے تو اسکا سبب یہی ہے کہ اول تو جیسا کہ ثابت کیا گیا نماز صحیح نہیں ادا کی جاتی۔ اور اگر کہیں کی جاتی ہے تو توجہ قلبی سے نہیں کی جاتی۔ اسلئے آثار برعکس مرتب ہوتے ہیں لیکن دور حاضرہ کے خیالات کے مطابق اس کے یہ معنی نہیں کہ جب نماز توجہ قلب سے ادا نہیں کیجاتی تو پڑھنے ہی کا کیا فائدہ۔ کیونکہ ادا کرنے میں فوائد واضح ہیں۔ سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ نمازی باغیوں میں شمار نہیں ہوتا۔ فرمانبردار بندہ ہے۔ اگرچہ ناقص العمل ہے لیکن نافرمان نہیں۔ دوسرے اگر ادا کیجائے تو کبھی نہ کبھی امید ہو سکتی ہے کہ توجہ قلب پیدا ہو جائے اور اگر تمام عمر میں بھی ایسی صورت پیدا ہو گئی تو وہ نماز گذاروں میں شمار ہو جائیگا اور نجات کی امید بخلاف اسکے جو پڑھتا ہی نہیں۔ اس کو یہ امید کبھی نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی بغاوت پر باقی ہے۔ اور عذاب خدا حقیقتہً باغی اور نافرمان ہی کیلئے ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اِلَّا مَنْ طَغٰی وَبَغٰی۔ اس کے علاوہ قدرت نے اپنی رحمت کاملہ سے زائد از فرائض نوافل و سنن نمازیں قرار دیکر اس کمی کی تلافی کا انتظام کر دیا ہے

فریضہ میں کوئی نقص رہ جائے تو اعمال زائدہ اسکی تلافی کردینگے۔ دریہی مضمون حدیث نبوی ہے۔ ایسی صورت میں نمازگذار پر صحیح اسرار و آثار نماز کا مرتب ہونا ممکن ہوجائے گا۔ بلکہ ان کی تکمیل در زبان قدرت حدیث قدسی میں گویا ہے۔ لَمْ یَزَلِ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَکُوْنَ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِیْ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِیْ وَلِسَانَهُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِیْ وَیَدَاهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِیْ وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِیْ بندۂ مومن برابر بوسیلہ نمازہائے نافلہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ اس سے میری مدد سے حملہ کرتا ہے۔ اور میرے ذریعہ سے چلتا پھرتا ہے۔ حقیقی منزل تقرب اس کو حاصل ہوجاتی ہے۔ اور نمازہائے سنت و نافلہ کے بعد وظائف و اوراد و ادعیہ اگر ابتہال اور توجہ قلب سے پڑھی جائیں۔ تو ان کا ثواب بھی فریضہ کے ثواب کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ لہذا نماز کو ترک کرنا کسی حال میں درست نہیں جس طرح ممکن ہو ادا کرے اور نقص و کمی کی تلافی نوافل و سنن و ادعیہ اور اوراد سے کرے۔ اور خدا سے دعائے قبولیت۔ تارک الصلوٰۃ مشرک ہے اور نمازگذار اگرچہ ناقص ہی ہو۔ شرک و کفر سے پاک اور جرم نافرمانی سے بری۔ بغاوت سے دور۔ بندۂ خدا پرست ہے اور یہ درجہ ہر ایک کیلئے ممکن ہے اور اس طرح ادائے نماز ہر مقام پر ہر موسم میں

ہر ایک انسان کیلئے ممکن الحصول ہے تندرست بیمار، حاضر مسافر اپنی اپنی وسعت و طاقت کے مطابق اگر کسی مقام پر پانی میسر نہیں یا عذر کی وجہ سے غسل یا وضو ممکن نہیں تیمم ہی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر مریض کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھکر پڑھ سکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں تو مریض جاں بلب محض اشارے سے ادا کر سکتا ہے۔ مجاہد میدان جنگ میں اگر کھڑا ہوا ہے۔ تو اسی طرح ہتیار بند نماز ادا کر سکتا ہے۔ اگر سوار اترنے کا موقع نہیں پاتا تو گھوڑے کی زین ہی پر ادا کر سکتا ہے۔ اور برہنہ زمین پر سجدۂ خالق ادا کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ سہل الحصول عبادت مذاہب دنیا میں میسر نہیں ہے۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو اس سے اعراض کرتے ہیں

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

چہارم۔ تطہیر روح و تزکیہ نفس اور تطہیر ظاہری جسمانی کی طرح تطہیر باطنی جسمانی بھی قبولیت نماز کی شرط ہے۔ ہر ایک قلب جس میں شک یا شرک ہو یا قطعے نفس پاک نہ ہو تو عبادت قبول نہیں "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ" سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ خدا متقی اور پرہیزگاروں کے عمل کو قبول فرماتا ہے۔ اور جسم اگر اندر سے طاہر نہ ہو یا انسان حلال و طیب غذائیں نہ کھاتا ہو۔ بلکہ خبیث و حرام کھاتا ہو تو بھی عمل درست نہیں اسلئے کلام پاک میں اسکی سخت تاکید فرمائی ہے "کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا" زمین کی حلال اور طیب غذائیں کھاؤ۔ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا اس رزق میں سے کھاؤ جو خدا نے حلال و طیب

بنایا ہے۔ وَرِزْقُ كُلِّ شَيْءٍ مَا يَتَقَوَّمُ بِهِ الشَّيْءُ۔ ہر شے کا رزق وہ ہے جو اس کا قوام وجود ہو۔ بدل ما یتحلل ہو سکے۔ خون پیدا کرے اور جزو بدن بنے۔ اس لئے مٹی اور دھواں مثلاً چونکہ رزق نہیں ہو سکتے۔ ان سے قوام وجود نہیں ہوتا۔ یہ بدل ما یتحلل نہیں ہوتے۔ یہ جزو بدن نہیں ہوتے اور خون نہیں بنتے۔ انکا کھانا اور استعمال کرنا جائز نہ ٹھہرا۔ اور علیٰ ھٰذا القیاس ہر وہ چیز جو اس صفت سے متصف ہو وہ اکلاً حلال نہیں اور اس امر میں اسلام نے نہایت احتیاط برتی ہے اور وسیع حدود قائم کی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ۔ وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ (مومنون)

اے پیغامبرو طیب چیزیں (پاک و حلال) کھاؤ۔ اور عمل نیک بجا لاؤ۔ بیشک تم جو عمل کرتے ہو میں اس کو خوب جانتا ہوں اور تم سب کی امت ایک امت ہے ایک ملت اور ایک دین اللہ کے پیرو ہو۔ اور میں تمہارا پالنے والا ہوں پس مجھ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

اگر نمازی کی غذا پاک اور حلال نہ ہو تو اس کا عمل مقبول نہیں۔ اسیواسطے مروی ہے جو شخص ایک دفعہ شراب پی لے تو چالیس دن تک اس کی دعا اور عبادت مقبول بارگاہ نہ ہوگی۔ کہ شراب نجس ہے اور اس لئے حرام ہے اور جو چیزیں نجس نہ ہوں۔ مگر اسکا استعمال حلال نہیں ہے تو انکے کھانے کا بھی حکم ہے۔ جو نجس کے کھانے کا ہے۔ مثلاً چوری غصب خیانت سود

اور رشوت وغیرہ کا مال۔ اس کا کھانے والا حرام کھاتا ہے۔ اور حرام کھانے والے کی عبادت قبول نہیں۔ کہ اس صورت میں باطن جسم میں حرام غذا شامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اثر سے نفس کثیف و مکدر ہو جاتا ہے! ور آئینہ دل پر غبار آجاتا ہے۔ اور دار قدس دجوار الٰہی (بہشت) میں داخل ہونیکے لئے جسم کی طہارت ظاہری و باطنی ضروری ہے۔ اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ کَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ (معارج) کیا ان میں سے ہر ایک شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ اسکو جنت نعیم میں داخل کر دیا جائیگا۔ ہرگز نہیں بیشک ہم نے انکو ایسی چیز سے خلق کیا ہے کہ یہ سب اسکو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ابتدا انکے وجود جسمانی کی ایک نطفہ گندیدہ ہے اور انتہا جیفہ مردار نجس آدمی خانہ خدا میں نہیں جاسکتا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ بلکہ پاک مسلمان اگر اس پر عارضی نجاست طاری ہو جاتی ہے۔ تو مسجد میں جانے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ انسان اگر اسی طرح نجس الوجود ہے جس طرح کہ نجس پیدا ہوا ہے۔ اور طاہر و طیب اغذیہ سے اس کی اس طرح تطہیر نہ ہو جائے کہ اجزائے طاہرہ غالب آجائیں اور اجزائے نجسہ مضمحل و تحلیل ہو جائیں جس طرح آب کثیر میں آب قلیل نجس۔ تو انسان ہرگز اس دار تقدس الٰہی میں داخل ہونیکے قابل نہیں ہو سکتا جس کو دار النعیم یا دار الخلد کہتے ہیں اور بہشت عنبر سرشت سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کے لئے انسان کو خلق کیا گیا ہے۔ لہذا قبولیت عمل کے لئے اکل طیبات و حلال نہ واجب ہے۔

اس وقت مذاہب عالم اصولاً حرام کھانے سے اجتناب نہیں کرتے انکے یہاں مذہباً یہ چیز اصول میں داخل نہیں ہے کہ اگر ناجائز اور حرام مال کھا لیا تو ان کے دین و مذہب میں نقص واقع ہوگا۔ یا شرافت و انسانیت کو دھبہ لگیگا اور ان کے اعمال قبول نہ ہونگے۔

سود عام ہے۔ اور اب کوئی مذہب اس کو عملاً حرام نہیں جانتا رشوت چوری۔ خیانت اور غصب کا بھی یہی حال ہے۔ جہانتک قانونی گرفت کا ڈر ہے۔ ان سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ یہ قطعاً نہیں سمجھا جاتا کہ ایسے مال کھانے سے آخرت میں جوابدہ ہونگے اور اعمال باطل ہو جائیں گے یعنی جوہر انسانیت کی آب جاتی رہیگی اور آئینۂ دل سیاہ ہو جائیگا۔ یہ صرف اسلامی قانون ہی ہے جو انکو بدترین منہیات قرار دیتا ہے۔ اور سختی سے اس کی پابندی کراتا ہے کافر اور دشمن خدا کے مال کو بھی چرانے خیانت کرنے غصب کرنے اور دبا لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس لئے بھی ان تمام مذاہب کے اعمال بوجہ حرام خوری نامقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور اگر یہ اعمال قبول ہیں تو صرف پابند اصول مسلمانوں کے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ خدا کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے دیتا ہے۔ حرام خوری کی طرح نجس کھانے سے بھی ان مذاہب میں اجتناب نہیں کیا جاتا بلکہ نجاست و طہارت اشیاء کا انکے یہاں سوال ہی نہیں ہے اور یہ ترقی معکوس عروج مادی کے دور میں پارینہ اور بوسیدہ خیالات سمجھے جاتے ہیں حتٰی کہ ام الخبائث شراب اب عموماً حلال سمجھی جاتی ہے اگر کوئی نہیں پیتا تو اپنی طبیعت یا عادت سے یہ نہیں کہ اس کے پینے کو خدا کا گناہ جانتا ہو اور اس عمل سے اپنے کو مجرم سمجھتا

ہو۔ پھر ان کے اعمال مذہبی جو کبھی کبھو ہے کہ کبھی بیٹھے ہوں تو انکی قبولیت
کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔
افسوس ہے کہ اس مادہ پرستی اور دہریت نے مسلمانوں کے عقائد کو
بھی متاثر بلکہ پلید کر دیا ہے اور عقائد کے ساتھ عمل کا گندہ ہو جانا لازمی ہے
مسلمان بھی اب اسکی پروا نہیں کرتے کہ حلال کھانا کھاتے ہیں۔ یا حرام
نجس کھاتے ہیں یا پاک جنکو بد قسمتی سے اللہ نے کھانے کو خوب دیدیا ہے
وہ اب کسی چیز سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور ان تمام کفار کے قدم بقدم
چل رہے ہیں اور اسکو فخر اور اس کو اپنی تہذیب خیال کرتے ہیں اور وسیع
النظری اور روشن خیالی سے تعبیر۔ ممالک اسلامی عموماً ان احکامات حلال و
حرام و نجس و پاک کو عملاً و اعتقاداً ترک کر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے یہی
روشن خیالی ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی پیدا ہو رہی ہے۔ سود بھی کھاتے
ہیں جنکو مل جائے۔ رشوت بھی لیتے ہیں غصب بھی کر دیتے ہیں۔ خیانت بھی
کر لیتے ہیں اور جنہیں ممکن ہو وہ چوری بھی۔ "وَلَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ" اور منکر اتنا
روکتے نہیں خود کرتے نہیں اکثر تعلیمیافتہ شراب خوب پینے لگ گئے ہیں اور جنہیں
توفیق ہوا اور کسی جگہ دعوت ملجاتی ہو تو سور بھی کھا لیتے ہیں اور ایسے مسلمان
اس وقت عموماً یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو ایسی صورت میں
ان کی نمازوں کی قبولیت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔
اس بات میں افراد فرقہ حنفیہ بھی برابر کے شریک ہوتے جاتے ہیں لیکن
اوروں سے کچھ بڑھتے ہوئے۔ اب حقوق عباد خصوصاً حقوق کی ادائگی

ہیں شیعہ سنیوں پر بھی سبقت رکھتے ہیں۔ زمیندار غصب اراضیات کے عام مرتکب رہتے ہیں بلازمین کو رشوت مل جاتی ہے۔ تو ضرور کھا لیتے ہیں۔ خیانت سے دریغ نہیں کرتے اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ کبھی کسی کا قرض لیکر نہیں دیتے اور کسی کا حق واجب الادا ادا نہیں کرتے۔ بلکہ قرض حسنہ کا ادا کرنا فرض ہی نہیں سمجھتے اور ان تمام امور میں عوام و خواص عموماً شریک ہیں علماء میں سے بھی اخص الخواص مستثنیٰ اور محفوظ ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ عموماً صرف حسینی ہی کو نجات کیلئے کافی سمجھتے ہیں اور اسکے بعد کسی فریضہ کی ادائیگی کی پروا نہیں کرتے اور حقوق مالی کا ذکر ہی فضول ہے وہ تو ان کے یہاں کسی شمار ہی میں نہیں۔ وہ گویا اب یہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ ہم سے ان حقوق کی وہاں کوئی بازپرس ہوگی۔ کوئی شاذونادر اس کلیہ سے مستثنیٰ ملینگے وَمِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ اور مومنین میں سے کچھ مرد ہیں کہ انھوں نے جس چیز کا خدا سے عہد کیا اسکا صدقہ دیا بیشک اللہ متقیوں سے قبول کریگا۔

اسکے علاوہ دو صورتیں حرام و نجس کھانے کی مسلمانوں میں قدامت اختیار کر چکی ہیں۔ ایک حقوق خدا و مال خدا کا کھانا (خمس زکوٰۃ) کھا لینے سے نہ صرف یہ کہ عبادت قبول نہیں۔ بلکہ اولاد بھی حرام کی ہوتی ہے۔ حرام غذا سے جو نطفہ بنتا ہے وہ حرامزادہ کہلاتا ہے۔ اور یہ بات اب عام ہو گئی ہے۔ صاحب استطاعت مسلمان عموماً اب نہ اپنے مال سے خمس ادا کرتے ہیں۔ جو مساکین و آل رسول کا حق ہے اور نہ زکوٰۃ جو عام فقراء مساکین اہل اسلام کا حق ہے۔ اس دور میں شاذونادر ہی کوئی ان حقوق کو ادا کرتا ہے

اور وہ بھی اکثریت قاعدہ اور اس میں بھی اب افراد فرقۂ حقہ ناجیہ بھی شامل ہو رہے ہیں۔ اور یہ وبا اب عام ہے۔

دوسری چیز معاشرت کفار و مشرکین اور ان کی ملوث اشیاء کا استعمال یہ بھی عام ہو رہی ہے۔ اور بہت پرانی ہو گئی ہے خصوصاً دو شخصیتوں سے دنیا میں دو شخصوں نے دنیا کو نجس کر دیا۔ اور طہارت کا سوال اٹھا دیا ایک پولوس نے یہ مسئلہ ایجاد کر کے کہ جو چیز پیٹ میں چلی جائے پاک ہو جاتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ و علمائے حنفیہ نے یہ مسئلہ ایجاد کر کے کہ کفار مشرکین سے جو چیز دام دیکر خرید لی جائے طاہر ہو جاتی ہے اور نیز یہ تاویل کر کے کہ نجاست مشرکین سے مراد ان کی روحانی نجاست ہے ان کے جسم نجس نہیں ہیں۔

نجاست کفار و مشرکین

حالانکہ نجاست کفار و مشرکین نصی ہے اور آیت نجاست مشرکین آیت محکمہ غیر محتاج تاویل

لیکن کفار مشرکین کی کثرت معاشرت سے ان مسلمانوں کے قلوب بھی چونکہ نجس ہو گئے۔ اس لئے ان کی نجاست کو پاک سمجھنے لگ گئے۔ اور اپنے مذاق کے مطابق آیت کو توڑ موڑ کے اس کی تاویل لازم سمجھنے لگ گئے اور اصل حقیقت نجاست مشرکین و کافرین سے انکار اور اسی طرف خداوند اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے: ثُمَّ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ اَسَاءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ پھر انجام ان لوگوں کا جو بدکاری اور سیئات کے مرتکب ہوتے اور گناہ کرنے لگتے ہیں۔ یہی ہوتا ہے کہ وہ آیات الٰہی کی تکذیب

کریں اور انکے مضمون و انکے حکم کو جھٹلائیں نا کہ انکا فعل ممنوع مباح و کھلائی دے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ جو وہ حکم نہ دے جو خدا نے دیا ہے ۔ بلکہ اس کے برخلاف تو وہ کافر ہے ۔ ایسی صریح الدلالت و محکم آیات قرآن میں کم ہی ہیں کہ خداوند عالم تحقیقی اور حصر کے طور پر فرماتا ہے کہ بس بس اسکے سوا نہیں کہ مشرکین نجس العین ہیں جس طرح بعض حیوانات مثلاً کتے اور سور نجس بفتح جیم ۔ یا صفت مشبہ ہے ۔ بروزن حَسَنٌ تب بھی اس کے یہی معنی ہیں کہ نجاست ان کی ذات کے ساتھ ہے ۔ اور یا یہ مصدر ہے اور مصدر جب محمول ہو جیسا کہ زَيْدٌ عَدْلٌ میں تو مقصود حکم میں مبالغہ ہوتا ہے یعنی زید عین عدالت و عین عدل ہے ۔ لہذا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کے صاف یہی معنی ہوئے کہ مشرکین عین نجاست و مجسم نجاست یا نجس العین ہیں اور آیت کے یہی معنی قرن اول میں معروف تھے اور اصحاب رسول میں مشہور اور پھر تابعین و تبع تابعین میں بھی۔

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَعْيَانُهُمْ نَجِسَةٌ كَالْكِلَابِ وَالْخَنَازِيْرِ۱	مشرکین کے اجسام کتوں اور سوروں کی مانند نجس العین ہیں ۔
وَقِيْلَ وَهِيَ اَنْجَاسُ الْعَيْنِ كَالْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ۲	اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین کے اجسام کتے اور سور کی طرح نجس العین ہیں ۔
اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ لِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ۳	مشرکین کے اجسام ان کے خبث باطنی کی وجہ سے نجس ہیں ۔

۱۔ تفسیر کشاف جلد دوم ص۱۹ ۲۔ کتاب الناد دل ص۶۲ ۔ ۳۔ اعظم التفاسیر ص۱۲

وایضاً عن ابن عباس۔ انّ اعیانهم نجسة کالکلاب والخنازیر۔ وانّما المشرکون نجس لخبث باطنهم۔

مشرکین کے جسم کتے اور سوئر کی طرح نجس العین ہیں۔ اور وہ خبث باطنی کے باعث نجس ہو گئے۔

اُن کے کفر و شرک کی وجہ سے اُن کے اجسام نجس قرار پائے ہیں۔

اِنّما المشرکون نجس لخبث باطنهم او لانّهم یُجتنب عنهم کما یُجتنب الانجاس۔

شرک باطنی کے باعث انکے اجسام نجس ہیں یا یوں کہیے کہ ان سے اسطرح اجتناب واجب جس طرح دیگر نجاسات مثل کتے و سوئر وغیرہ سے واجب ہے۔

بعینہٖ یہی مضمون تفسیر حسینی میں اور یہی توجیہات و علل نجاست مشرکین و کفار: مشرکین پلید اند بسبب خبث باطن و ناپاکی عقیدت یا بسبب آنکہ از نجاسات اجتناب نے نمایند یا از جنابت غسل نمیکنند۔ انتہی۔

یہ بھی ایک مسلّم حقیقت ہے کہ کافر کوئی بھی شرک سے خالی نہیں ہو سکتا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ خواہ شرک ذاتی ہو یا صفاتی ہو یا فعلی یا عبادتی اور شرک عبادتی ہیں تو تمام کفار شریک ہیں۔ اس لئے آیہ اِنّما المشرکون نجس۔ تمام مشرکین و کفار کو شامل ہے اور اسی لئے ہم ہر کافر و مشرک کو نجس کہتے آئے ہیں اور یہی تحقیق علماء ہے اور مشرکین

۱؎ تفسیر نیشاپوری ص۲۳ ۲؎ تبیان فی اعراب القرآن و تفسیر کبیر جلد ۴ ص۴۱۹
۳؎ تفسیر بیضاوی ص۲۳۱ ۴؎ تفسیر حسینی ص۲۵۳۔

کی طرح عام کفار نجس العین سمجھے جاتے اور ان کو ان کی مس شدہ اشیاء کو مس کرنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں:۔

وُقُوْعُ اِسْمِ الْمُشْرِكِ عَلَى الْكَافِرِ لَيْسَ مِنَ الْاَسْمَاءِ اللُّغَوِيَّةِ بَلْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الشَّرْعِيَّةِ كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَغَيْرِهِمَا وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ وَجَبَ اِنْدِرَاجُ كُلِّ كَافِرٍ تَحْتَ هٰذَا الْاِسْمِ وَقَالَ الْاَكْثَرُوْنَ۔ لَفْظُ الْمُشْرِكِيْنَ يَتَنَاوَلُ عَبَدَةَ الْاَوْثَانِ۔ قَالَ قَوْمٌ بَلْ يَتَنَاوَلُ جَمِيْعَ الْكُفَّارِ۔

کافر کو مشرک لغوی معنی میں نہیں کہا جاتا بلکہ یہ اصطلاح شرعی ہے جیسے صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ مصطلحات شرعیہ ہیں۔ اور جب ایسا ہے تو جملہ کفار اس اسم کے ماتحت ہیں۔ دکل کافر مشرک صحیح ہے۔ یعنی یہودی مجوسی۔ نصرانی۔ غالی مجسمہ۔ خارجی۔ ناصبی مرتدین سب اس میں شامل ہیں۔ اور اجتناب ان سے واجب۔ تفسیر کبیر جلد ۴۔

وَنَقَلَ اَبُو الشَّيْخِ ابْنُ مَرْدَوَيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ صَافَحَ مُشْرِكًا فَلْيَتَوَضَّأْ۔

رسول نے فرمایا ہے کہ جو شخص مشرک سے ہاتھ ملائے تو چاہیے کہ ہاتھ دھو لے اَوْ يَغْسِلُ كَفَّهٗ۔ یا صرف ہتھیلیاں دھو لے

وَكَذٰلِكَ عَنِ الْحَسَنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَمَنْ صَافَحَهُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ۔

حسن رضی اللہ عنہ سے۔ وارد ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ بس مشرکین نجس العین ہیں اگر کوئی ان سے مصافحہ کرے تو اسے وضو

ھ درمنثور۔ جلد ۳ صفحہ ۲۲۷ تا صفحہ ۲۲۹۔

یہی ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ اور یہی حسن بصری حسن بن صالح۔ لباب
التاویل میں ان سے عجیب تر واقعہ مروی ہے کہ ابن مردویہ نے ہشام بن عر
سے اور اس نے اپنے باپ اور اس نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ

إِسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللهِ جِبْرَئِيْلَ
فَنَاوَلَهُ يَدَهُ فَاَبٰى اَنْ يَّتَنَاوَلَهَا
فَقَالَ يَا جِبْرَئِيْلُ مَا مَنَعَكَ
اَنْ تَاْخُذَ بِيَدِيْ فَقَالَ اِنَّكَ
اَخَذْتَ بِيَدِيْ يَهُوْدِيٍّ فَكَرِهْتُ
اَنْ تَمَسَّ يَدِيْ يَدًا قَدْ مَسَّهَا
يَدُ كَافِرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ بِمَآءٍ
فَتَوَضَّأَ (درمنثور جلد ۳ ص۲۲۳ مصری)

رسول اللہ جبرئیل سے ملے تو اپنا ہا
مصافحہ کو بڑھایا۔ تو حضرت جبرئیل نے
کیا۔ تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل ہا
کیوں نہیں ملاتے تو کہا آپ کے ہاتھ یہو
کے ہاتھ سے مس ہوئے ہیں تو میں نے ا
برا سمجھا ہے کہ میرا ہاتھ اس ہاتھ کو مس
جو کافر کے ہاتھ سے مس ہوا تب رسول
نے پانی منگایا اور ہاتھ دھوئے۔

اس روایت میں نجاست مشرکین کے ساتھ نجاست کفار کی تشریح ہے اور
ایسے مصافحہ بھی مکروہ اگر ہاتھ خشک ہوں جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ اگر ہاتھ تر
تو حرمت واضح۔ ائمہ اہل بیت کا مذہب بالاتفاق نجاست مشرکین و کافر
ہے۔ اور حیوانات میں اعیان نجسہ تین ہی ہیں مشرک و کافر کتا ا
سور۔ اور اسی پر علماء شیعہ کا اتفاق ہے۔ اور اختلاف حکم شاذ ہے
ہے جو کالمعدوم ہے۔ بلکہ عمل عموم علماء شیعہ یہی رہا ہے اور ہے کہ مشرک
کفار نجس العین ہیں محقق نے شرائع الاسلام میں دس نجاستوں میں
یہی شمار کی ہیں۔ کتا۔ سور۔ اور کافر۔

وَالعَاشِرُ اَلكَافِرُ وَالظَّابِطَةُ مَنْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ اَوِانْتَحَلَهُ وَجَحَدَ مَايُعْلَمُ مِنَ الدِّيْنِ ضَرُوْرَةً كَالْخَوَارِجِ وَالْغُلَاةِ وَمَا عَدَا ذَالِكَ فَلَيْسَ بِنَجَسٍ مِنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّمَا يَعْرِضُ لَهُ الْنَّجَاسَةُ ۔

دسویں نجس چیز کافر ہے۔ اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام سے خارج ہو یا مسلمان کہلاتا ہو مگر دراصل ضروریات دین کا منکر ہے جیسے خارجی اور غالی تو یہ کافر اور نجس ہے اور انکے علاوہ اور اجسام نجس العین نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات نجاست انکو عارض ہو جاتی ہے اور دھونے سے دور ہو جاتی ہے اور نجاست عینی کے یہی معنی ہیں کہ وہ دھل نہیں سکتی مثل عین بول و براز وغیرہ)

وَالْكُفَّارُ اَنْجَاسٌ يَنْجُسُ الْمَائِعُ بِمُبَاشَرَتِهِمْ لَهُ سَوَاءٌ كَانُوْا اَهْلَ حَرْبٍ اَوْ اَهْلَ ذِمَّةٍ ۔

اور کفار نجس العین ہیں اور جس تر چیز کو وہ چھو جائیں تو وہ نجس ہو جائیگی یا انکا تر ہاتھ چھو جائے خواہ یہ کافر حربی ہوں یا ذمی مثل یہود و نصاریٰ وغیرہ اہل کتاب کے

وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ اَوَانِيْهِمُ الَّتِيْ اِسْتَعْمَلُوْهُ فِي الْمَائِعَاتِ ۔

اور ان کے ان برتنوں کا بھی استعمال مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے جو انہوں نے تر چیزوں میں استعمال کئے ہوں۔

ہاں جو ظروف اُنہوں نے خشک اشیا میں استعمال کئے ہیں جیسے کہ غلہ وغیرہ میں تو انکا استعمال منع نہیں۔ یا مثلاً وہ ظروف فروخت کرتے ہیں تو وہ غیر مستعمل ہیں اور مسلمان انکو عاریتاً بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

یا اگر وہ برتن جو مشرکین نے استعمال کئے قابل طہارت ہیں تو پاک کرکے مسلمان انکو استعمال کر سکتے ہیں اور ایسے ہی وہ ظروف ہو سکتے ہیں جنکی بابت قبل نزول آیہ جناب رسول خدا کا استعمال کر لینا روایت کیا گیا ہے.

وَلَا بَاسَ بِہٖ بعینہٖ یہی مبسوط میں ہے ۔

وَاَوَانِی الْمُشْرِکِیْنَ مَا یُعْلَمُ اَنَّہَا اِسْتَعْمَلَہُمْ لَہَا فِی الْمَائِعَاتِ وَلَا یَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُہَا اِلَّا بَعْدَ غُسْلِہَا وَاِذَا اسْتَعْمَلُوْہَا فِیْ مَائِعٍ طَاہِرٍ وَبَاشَرُوْہَا بِاَجْسَامِہِمْ جَرٰی ذٰلِکَ مَجْرَی الْاَوَّلِ لِاَنَّ مَا بَاشَرُوْہُ بِاَجْسَامِہِمْ مِنَ الْمَائِعَاتِ یَنْجُسُ بِمُبَاشَرَتِہِمْ وَمَا لَمْ یَسْتَعْمِلُوْہَا اَصْلًا اَوْ اسْتَعْمَلُوْہَا فِیْ شَیْءٍ طَاہِرٍ وَلَمْ یُبَاشِرُوْہَا بِاَجْسَامِہِمْ فَلَا بَاسَ بِاسْتِعْمَالِہٖ وَحُکْمُ سَائِرِ الْکُفَّارِ فِیْ ہٰذَا الْبَابِ سَوَآءٌ کَانُوْا عُبَّادَ الْاَوْثَانِ اَوْ اَہْلَ الذِّمَّۃِ اَوْ مُرْتَدِّیْنَ

مشرکین کے برتن جنکا علم ہو کہ انہوں نے نز استعمال کئے ہیں مسلمان کو ان کا استعمال جائز نہیں مگر پاک کر لے کے بعد اور اگر اس کو پاک تر چیز میں استعمال کیا ہے لیکن اسکو ہاتھ لگایا ہے یا انکا بدن اس سے مس یا مباشر ہو گیا ہے تو اس کا حکم بھی وہی حکم اول ہے کہ نجس ہے کیونکہ جس تر چیز کو کفار کا جسم چھو جائے وہ نجس ہو جاتی ہے ۔ ہاں ایسی صورت ہیں کہ اس سے بدن مس نہیں ہوا تو اس کے استعمال کا کوئی حرج نہیں ۔ اور اس حکم میں تمام کفار مساوی ہیں ۔ خواہ مشرک ہوں یا اہل ذمہ ہوں ۔ یا مرتد ہوں یا بد اعتقاد مسلمان جیسے خارجی ۔ فرقہ

اَوْ كُفَّارِ مِلَّةٍ مِنَ الْمُشَبِّهَةِ وَالْمُجَسِّمَةِ وَالْمُجَبِّرَةِ وَغَيْرِهِمْ وَالْكَلْبُ نَجِسُ الْعَيْنِ نَجِسُ السُّؤْرِ نَجِسُ اللُّعَابِ لَا يَجُوْزُ اَكْلُ وَشُرْبُ مَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ۔

مشبہ مجسمہ اور مجبرہ وغیرہا۔ اور کتا نجس العین ہے۔ اس کا جھوٹا نجس ہے۔ اس کا لعاب نجس ہے۔ جس چیز میں کتا منہ ڈالے اس کا کھانا پینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اور ایسے ہی سوئر اور یہی حکم کفار و مشرکین کیلئے ثابت ہوا۔

اِذَا لَاقَى الْكَلْبُ اَوِ الْخِنْزِيْرُ اَوِ الْكَافِرُ ثَوْبًا اَوْ جَسَدًا وَهُوَ رَطْبٌ غُسِلَ مَوْضِعُ الْمُلَاقَاتِ وُجُوْبًا اِجْمَاعًا نَصًّا وَفَتْوٰى۔ شرح کبیر

جب کتا یا سوئر یا کافر کپڑے یا جسم کو لگ جائے اور وہ تر ہو تو اس جگہ کا دھونا واجب ہے۔ جہاں ہاتھ یا بدن لگا ہو اور اس پر نص معصوم ہے۔ اس پر علماء کا اتفاق و اجماع ہے اور اس پر فتوے۔ والشاذ کالمعدوم

ان روایات و احادیث اور ان اقوال و فتاوائے علماء سے ثابت ہے کہ مشرکین کے اجسام نجس ہیں۔ اور یہ تاویل کہ ان کے اجسام نجس نہیں۔ ارواح نجس ہیں باطل ٹھہری ہیں ان کے کفر و شرک کی وجہ سے انکے اجسام نجس ہیں "ظاہراً و باطناً"۔ اور دخول مسجد الحرام سے ممانعت اسی نجاست جسمانی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ انکو اس سے روکنا اور منع کرنا کہ وہ مسجد حرام میں قدم نہ رکھیں کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ یہ حکم نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے دیا جاسکتا ہے کہ انکے نجس جسم پاک مسجد کو نہ چھوئیں اور مس نہ ہوں کہ وہ نجس ہو جائیگی

مسلمان پاک ہے جنب ہو جائے تو اس پر حکم نجاست جاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی مسجد میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اور گویا اس وقت اس کے لئے یہ حکم ہو جاتا ہے۔ کہ مسجد الحرام ہی نہیں بلکہ کسی مسجد میں قدم نہ رکھیں قیام نہ کریں تو ظاہر ہے کہ یہ حکم اُن کی نجاست روحانی کی وجہ سے نہیں ہو رہا و جنب مسلمان کی پاک ہے۔ یہ حکم ان کی نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے ہے تو بلا شبہ ممانعت دخول مسجد کفار کے لئے اُن کی نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے ہے۔ اور علت حکم اُنکا کفر و شرک ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک انسانی وجود کی اصلیت نطفہ انسانی ہے۔ اور نطفہ نجس ہے۔ اور اس سے جو جسم بنا وہ اصالۃً نجس ہے۔ اعتقاد توحید اس پر حکم طہارت لگاتا ہے۔ اور بچہ مسلمان بتبعیت والدین پاک قرار دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص مسلمان نہیں ہو اور توحید کا قائل نہیں ہے اس کے لئے حکم طہارت نہیں وہ اصل نجاست کے حکم میں باقی ہے۔ توحید سے حکم طہارت ہوتا ہے۔ اور بعد اس کے اکل طیبات کی ضرورت ہے کہ غذا ہائے طیبہ و طاہرہ اصل نجاست کو مضمحل اور مستحیل کر دیں۔ اس پر غالب آجائیں اور پھر جسم ظاہراً و باطناً طاہر ہو کر پاک بہشت و ارتقی اور جوار الٰہی میں جانے اور داخل ہونے کے قابل ہو جائے۔

اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ	کیا ان میں سے ہر ایک شخص یہ طمع رکھتا
یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ کَلَّا اِنَّا	ہے کہ اسکو جنت نعیم میں داخل کر دیا جائیگا
خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ۔	ہرگز ہرگز نہیں۔ ہم نے انکو ایسی چیز سے

پیدا کیا ہے جس کو وہ خود جانتے ہیں۔ اس نطفۂ گندیدہ میں کہاں تاب ہے کہ پاک گھر میں قدم رکھ سکے۔ جب تک اول معرفت خدائی سے روح کی تطہیر اور اس سے حکم تطہیر جسمانی اور پھر اکمل طہارت سے اس کی تکمیل تام اور اعمال حسنہ سے نفس کی تطہیر کرلے۔

پاک گھر میں کتا داخل نہیں ہوسکتا۔ جس گھر میں نجس کتا ہوگا فرشتۂ رحمت وہاں داخل نہیں ہوسکتا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ خداوندا ہمیں تائب اور پاک بنادے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں اور پاک رہنے والے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

علّتِ نجاستِ کفّار

مذکورہ بالا روایات اصحابؓ و احادیثِ رسول و اقوالِ علماء میں علّت نجاست کفار مسلسل مذکور ہے۔ "لِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ"۔ ان کے شرک و کفر کی وجہ سے ان کے اجسام پر نجاست کا حکم لگایا گیا ہے۔ جس کی حقیقت ہمارے بیان کے ضمن میں آچکی کہ اصل وجود جسمِ انسانی جس کی اصل نطفہ نجس ہے نجس ہے۔ طہارت کا حکم اس کے اعتقاد توحید سے عائد ہوتا ہے جس نے اعتقاد کرلیا وہ حکم طاہرین میں آگیا۔ جس نے اقرار توحید نہ کیا۔ دین اللہ کو قبول نہ کیا۔ اس کی فرمانبرداری منظور نہ کی وہ اصل نجاست پر باقی رہا اور یہ حقیقت واضح ہے۔

راز اس میں یہ ہے کہ فی الواقع نجس وہ ہے جس سے قدرت نفرت کرے اور دور ہی چاہے۔ خواہ وہ اشیاء جسمانی ہوں یا روحانی

تمام نجاسات جو اسلام میں تعلیم دی گئی ہیں۔ ان میں یہ صفت ضرور پائی جاتی ہے اور اسی لئے کہہ سکتے ہیں۔ کُلُّ مَا یُقَرِّبُ الْعَبْدَ اِلَی اللّٰہِ فَھُوَ طَاھِرٌ وَ کُلُّ مَا یُبْعِدُ الْعَبْدَ عَنِ اللّٰہِ فَھُوَ نَجِسٌ۔ ہر وہ شے جس سے خدا بندے سے نزدیک ہو وہ طاہر ہے اور جس سے خدا دور ہو وہ نجس ہے۔ اور کافر و مشرک اول وہ وجود ہیں جن سے قدرت نفرت کرتی اور دوری چاہتی ہے وہ نجس ہیں اور اللہ ان کو اپنے سے دور رکھنا ہے۔ انکا قرب نہیں چاہتا اور اسی لئے ان کے اجسام سے دوری چاہتا ہے حتیٰ کہ اپنے عبادتخانہ میں انکا قدم آنا پسند نہیں کرتا۔ بلاشبہ تمام اشیاء نجسہ وہی ہیں جو قابل نفرت ہیں وہ ذات پاک ان سے نفرت کرتی ہے اور دوری چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے بندے بھی اس سے دور رہیں۔ ورنہ وہ میرے نہیں ہیں۔

نذ کسی مومن پاک پر ایک حالت غلبۂ شہوانی غالب ہوتی ہے اور وہ خدا کو بھول جاتا ہے اور اس سے دور ہو جاتا ہے اور قدرت اس سے دور۔ اس پر غسل واجب اور غسل میں شرط کہ "قُرْبَةً اِلَی اللّٰہِ" کرے یہ شرط بتلا رہی ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی سے دور ہوگیا ہے۔ اس لئے اس پر حکم نجاست بار ہے۔ اور طہارت بغرض حصول قرب واجب۔ فافہم وتدبر

دوسری علت۔ نجاست کفار مذکورہ بالا احادیث میں یہ مذکور ہوئی ہے کہ وہ غسل جنابت نہیں کرتے اور نجاسات سے اجتناب نہیں رکھتے یہ علت اگرچہ نجاست کفار کی حقیقی علت نہیں ہے حقیقی علت اولیٰ ہے جو

مدلل مذکور ہوئی۔ کیونکہ اگر کفار اصول اسلامی کے مطابق غسل جنابت بھی کرلیں۔ اور نجاسات سے اجتناب بھی۔ تب بھی وہ نجس ہی رہینگے جب تک کلمۂ توحید کے قائل نہ ہوں۔ اور قرب الٰہی میں نہ آئیں لیکن یہ امر واقعہ ضرور ہے۔ کہ اسلام کچھ اصول طہارت و نجاست رکھتا ہے جو تمام فطری ہیں اور انہی اصول کے استعمال سے مسلمان پاک رہ سکتے ہیں اور رہتے ہیں اور اگر مسلمان ان اصول کے پابند نہ ہوں غسل جنابت نہ کریں جسم کو مادہ نجسہ منویہ سے پاک نہ کریں اور بول و براز و خون وغیرہ کے ذرات و قطرات سے جسم کو پاک نہ رکھیں۔ شراب سے پرہیز نہ کریں اور انکے منہ اور ہاتھ اس سے ملوث ہوتے رہیں تو شریعت اسلامیہ میں ایسے اجسام پر ضرور نجاست عارضی ظاہری کا حکم عائد ہوگا اور ہوتا ہے۔ وہ مسلمان جو اسطرح نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے ہیں اور اس باب طہارت میں لاابالی ہیں انکے ساتھ اکل و شرب مکروہ ہے اور انکے کپڑے میں پاک مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتا ایسے ہی وہ پیشہ ور جن کو اکثر نجاست سے ملوث رہنا پڑتا ہے جیسے دھوبی اور دائی وغیرہ تو ان کے گھر کا کھانا بھی شریعت میں مکروہ ہے اور اس سے اجتناب لازم اور اسیطرح ان کے کپڑے مسلمان کو نماز میں استعمال کرنا مکروہ لیکن یہ نجاست اصلی نہیں جو دور نہ ہو۔ نجاست عارضی جو نہانے دھونے سے یہ پاک ہو سکتے اور رہ سکتے ہیں۔ بخلاف کفار و مشرکین کہ انکی نجاست اصلی ہے اور وہ نجس العین ہیں اور اس نجاست سے وہ صرف نہانے دھونے سے پاک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ نہانے دھونے کے ساتھ دین حق میں

داخل ہونے اور قرب خدا حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اور اس سے واضح ہوگیا ہے کہ نجاست کفار کی علت اصلی وہ کفر و شرک ہے اور عدم پابندی اصول طہارت اسلامی سے ان پر اور نجاست عارض ہوتی ہے۔ اور ایسے کفا نیم چڑھا کریلا۔ اور دو آتشہ عرق حرام ہیں مسلمان اگر غیرت رکھتے ہوں تو یقیناً ان سے ایسی معاشرت میں نفرت کریں۔ کہ یہ نجاست عارضہ اُن کفار پر نجاست پر نجاست ہے اور ضرور ہے۔

بلاشبہ تمام مذاہب کفر و تمام اقوام کفار ان نجاسات کو ایسا نہیں سمجھتی ہیں جیسا کہ اسلام۔ بول و براز سے طہارت ضرور کرتے ہیں خصوصاً ہنود لیکن یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اگر کوئی نمی یا قطرہ یا ذرہ لگا رہ گیا یا کپڑے کو لگ گیا تو ہم نجس رہینگے۔ اور ہماری عبادت صحیح نہ ہوسکیگی۔ خون کو بھی وہ اسطرح نجس نہیں جانتے کہ یہ نجس کی برابر لگ گیا تو حکم نجس اس پر عائد ہوگیا شراب کی نجاست کا ان کے یہاں سوال ہی نہیں ہے انکے ہاتھ ان کا منھ اور پھر کپڑے اس سے ملوث رہیں تو انہیں پاک نہیں کرتے اور دور نہیں رہتے ہیں۔ شراب اکثر ہاتھ کو بھی لگتی ہے۔ منھ کو لگتی ہے۔ ظروف نجس ہوتے ہیں۔ کپڑے بھی ضرور نجس ہوتے ہیں اور وہ انکو ہرگز اصولاً پاک نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں پھر ان کے نجس ہونے میں کیونکر شبہ ہوسکتا ہے۔ سوئر اور کتا انکے یہاں نجس العین نہیں۔ ان کی نجاست کا وہاں وہم و گمان بھی نہیں بلکہ آجکل دیکھو کتوں سے مصاحبت و معاشرت عام ہورہی ہے اور لعاب دہن سگ سے ان کے جسم اور لباس نجس ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام میں کتا جس چیز کو منھ لگادے

وہ ناپاک ہے۔ اور اُس کو مٹی سے پاک کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ لعاب دہن
سگ میں ایک زہریلا پال آجاتا ہے۔ جو بغیر مٹی کے یا نہیں چھوٹتا۔ اور
سم قاتل ہے مشرکین ہند اپنے برتن بھی بعض اوقات کتوں سے
صاف کراتے ہیں۔ یا وہ کرجاتے ہیں تو اس کو نجس نہیں سمجھتے
بازاروں میں مشرک حلوائیوں کی دکانوں کے سامنے یہ منظر
صاف نظر آتا ہے۔ کیا دین پاک اس کو نظر انداز کرسکتا ہے
ہرگز نہیں۔ فطرت اس سے سخت نفرت کرتی ہے اور مسلمان
اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ یورپ و امریکہ یعنے برعکس مہذب ترقی یافتہ
ممالک میں اور اکثر علاقہ ہائے ہند میں یہی صورت ہے۔ سور کی بھی یہی حالت ہے
ان مقامات پر عام طور پر مثل بھیڑ بکری کے پالے جاتے ہیں اور اس طرح
ان سے وہ مباشر رہتے ہیں۔ آنکھیں کھولو غور کرو اور چشم بصیرت سے کام لو۔
اور پاک مسلمان کہلانے کی شرم کرو۔ غسل جنابت عملاً بلاشبہ اب کسی قوم میں
رائج نہیں بعض نفاست پسند افراد اگر نہا بھی لیتے ہیں تو اسکے یہ معنی نہیں
کہ وہ غسل اصولی کر لیتے ہیں۔ وہ ایسے جانتے ہی نہیں اور نہ ازالہ نجاست
بدن اور اس کپڑے سے کرتے ہیں جس میں جنب ہوئے تھے۔ مشرکین
ہند عموماً اسی نجس دھوتی میں غسل کرتے ہیں جس میں جنب ہوتے ہیں۔ اور
اس صورت میں اکثر حصہ بدن نجس ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان ایسا غسل
کرے تو وہ بھی اس نجاست سے طاہر نہیں کہلا سکتا اور نہ کہلاتا ہے اور ایسے
بہت جاہل مسلمان ہیں جن کی طہارت جسمانی کا یہی حال ہے تو یہ کفار اپنے

حالات میں ان نجاسات عارضیہ ظاہرہ سے کیسے پاک فرض کئے جاسکتے ہیں جس کو آج مسلمان رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو اپنے سے زیادہ پاک سمجھتے ہیں۔ بلکہ یورپ زیادہ یا محض انگریزی دان مولوی بھی اس بے غیرتی میں شامل ہو رہے ہیں۔ بلکہ بعض ہمارے بھی ایسے ملا ہیں اور اب انہیں یہ تمیز بھی نہیں رہی ہے کہ وہ صاف اور پاک میں فرق کر سکیں اور نظافت و نفاست و طہارت میں تفریق۔ صاف رہنا اور ہے اور پاک رہنا اور۔ ان کی بابت یہ تو بعض اوقات کہا جاسکتا ہے کہ صاف ستھرے رہتے ہیں اور وہ بھی بعض لیکن ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ پاک اور طاہر رہتے ہیں اور ہمیں تو ستھرے رہنے میں بھی شک ہے۔ یہ غسل مذکورہ یا آجکل کا ٹب باتھ خدا جانے کس طرح اُن کو ستھرا رکھ سکتا ہے جبکہ وہ بیت الخلا سے آکر اس میں صابون گھول کر بیٹھ گئے۔ اور وہ نجس اور یقیناً نجس پانی سارے بدن اور منہ کو مل لیا۔ بلکہ شاید اس سے کلی بھی کر لی۔ یہ نفاست ہے؟ یہ نظافت ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مجھے تو ہے مرغوب مجنوں کو لیلے
پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

یہ نفاست صاحبان۔ جن کو آجکل کے مسلمان جنٹلمین بھی عمل میں لا رہے ہیں حسن لیلائی ہے۔ نجانین تہذیب تو اس کو پیش کریں۔ ہم پسند نہیں کر سکتے تہذیب کفر اس کو پسند کرے۔ تہذیب اسلامی اس کو ہرگز پسند نہیں کر سکتی۔ تہذیب اسلامی تو ان حالات سے یہی حکم لگاتی ہے کہ آجکل کفار

ذلیل نجس رہتے ہیں۔ نجاست عملیہ کے ساتھ نجاست عرضیہ میں بلا شبہ اکثر مبتلا رہتے ہیں۔ اور اسیطرح نجاست حکمیہ میں بھی یعنی نجاست جنابت حیض و نفاس ہے پس ہمارے وہ مسلمان بھائی جو مشرکین و کفار کو نجس نہیں سمجھتے اور آیت کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ اور یہ سب دیکھتے ہوئے ان مشرکین سے خلاو ملا و معاشر و مباشر رہتے ہیں۔ ان کی ہر قسم کی نجس چیزیں کھاتے ہیں۔ وہی نجس چیزیں مساجد میں بھی لے جاتے ہیں۔ ایسے ہی نجس دودھ شربت فرش مسجد پہ قطرہ ریز ہوتے ہیں۔ بلکہ خاص نذر و نیاز میں بھی انہی کی نجس مٹھائیاں مساجد میں تقسیم ہوتی ہیں اور گھر پر بھی وہ نجس رہتے ہیں۔ ان کے لباس نجس۔ ان کی مسجدوں کے فرش نجس رہتے ہیں۔ خصوصاً جو مشرکین ہی کے پانی سے وضو کر لیتے ہیں۔ اور ریلوں میں یہ اکثر دیکھا جاتا ہے انکی جانمازیں نجس رہتی ہیں اس لئے ان کی نمازیں صحیح نہیں ہوتیں۔ باطل محض ہیں قبولیت کی تمنا بھی نہیں کی جا سکتی۔ توقع کیسی! اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم ۔

تتمہ کفار و مشرکین سے اجتناب اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسے ایسے تعلقات میں ان کی اعانت ہے۔ اور لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کی کمائی ان سے اجتناب نہ کرنے میں انکی نذر ہو جاتی ہے۔ اور ساری تجارت ان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جیسا کہ اس وقت مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اور یہ آیہ صریح الدلالۃ کے خلاف ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ نیکی اور

پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور ظلم و گناہ میں
کسی سے تعاون نہ کرو یقیناً مشرکین و کفار سے معاشرت کرنے اور ایسے
تجارتی تعلقات رکھنے میں اعانت کفر و شرک ہے۔ اور اسی لئے اس کو منع
کیا گیا ہے جتنی کہ خشک اشیاء کی خرید و فروخت بھی انکے ساتھ جائز نہیں
ہے۔ اور آیت کا مفہوم بتلا رہا ہے کہ اس کے نزول کے بعد تمام ایسے تعلقات
مشرکین سے خود بخود منقطع ہو گئے تھے۔ اور اسی واسطے بعض لوگوں کو اس وقت
بھی یہ شبہ ہوا تھا کہ مشرکین کا مکہ آنا بند ہو گیا اور تعلقات تجارت منقطع ہو گئے
تو ہمیں تکلیف ہو گی اور معیشت تنگ اور اس شبہ کے جواب کے طور پر آخر
آیہ کا نزول ہوا کہ اگر تم کو خوف ہے کہ تمہیں تنگی ہو گی یا محتاج ضروریات
زندگی ہو جاؤ گے تو جان لو کہ خدا تم کو اس صورت میں اپنے فضل سے
ان سے مستغنی کر دیگا۔ اس طرح خود بخود تمہاری تجارت تمہارے ہاتھ میں
آجائیگی اور تمہیں اس کی احتیاج نہ رہیگی۔ اور یہ واقعہ ہے ایسا ہی ہوا۔
تھوڑے ہی دنوں میں مسلمانوں نے اپنی تجارت خود سنبھال لی اور اُن کے
محتاج نہ رہے اور اپنے افراد کی کمائی اپنے ہی پاس رہنے لگی اور مستغنی ہو گئے
اب بھی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ ان سے تعلقات تجارتی و خورد و نوش میں
یہ تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں آسکتی ہے۔ اور یہ صورت پیدا
ہو جائے تو کوئی مسلمان مفلس نہ رہیگا۔ تقریباً نصف افراد کی معاش
اس تجارت سے حاصل ہو جائیگی کیونکہ ہر سو کی آبادی میں علم اقتصاد کے رو سے
دس دکانداروں کی ضرورت ہے۔ جو مختلف قسم کی دوکانیں کھولیں اور ہر دکاندار

کو بالواسطہ ایک نوکر کی ضرورت ہے اور ہر دوکاندار کے کم سے کم دو متعلقین
بیوی۔ بچے۔ یہ چالیس افراد ہوئے اور نوکر کے متعلقین بھی اسی پر گذارہ کرینگے
تو بلا شبہ بالواسطہ ۵۰ فیصدی افراد کی روزی تجارت سے پیدا ہو جائیگی اور ہر ایک
شخص سے دوکانداروں کو کم از کم بیس روپیہ سالانہ وصول ہوگا اور باقی بجانب صنعت و
زراعت و ملازمت سے بآسانی اپنی روزی مہیا کر سکینگے ہیں یہ خیال قطعاً
غلط اور محض باطل ہے کہ مشرکین سے ایسے تعلقات قطع کرنے میں معیشت تنگ
ہو جائیگی نہیں بلکہ کھل جائیگی۔ فَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیکُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ پس اگر تنگدستی سے خوف کھاتے ہو تو خدا بہت جلد تمہیں اپنے فضل سے
غنی کر دیگا۔

ایضاً مشرکین وکفار کی اشیاء سے اور انکی معاشرت سے اجتناب اسلئے بھی ضروری ہے
ہے کہ انکے ساتھ معاشرت نشان دلاء و تولا مشرکین ہے اور کوئی اہل عقل اس سے انکار
نہیں کر سکتا بیشک یہ تعلقات انکی معاشرت اور محبت ہی سے پیدا ہوتے ہیں
اور یہ ہوئے خود ہی اپنی دلیل ہے اور یہ عمل اس آیت کے حکم کی صریح مخالفت ہے
لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ (آل عمران) چاہیے کہ مومنین کافرین کو
اپنا ولی اور دوست نہ بنائیں۔ ولایت کفار ضعف ونقص ایمان کی نشانی ہے اور
اس مضمون کی آیات کلام پاک میں بہت ہیں اور صریح نہی کی صورت میں جہاں
کوئی تاویل کسی ملا کی چل نہیں سکتی۔ بلکہ اہل ذمہ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ یٰاَیُّهَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ (مائدہ) اے
ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا ولی نہ بناؤ۔ اسی واسطے انسے بھی یہ

تعلقات ممنوع ہیں۔ ہاں بوجہ ضرورت خشک اشیاء کی خرید و فروخت ان کے ساتھ جائز ہے جس کی بابت صریح حکم ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ اہل کتاب کے غلہ جات و میوہ جات تمہارے لئے حلال ہیں اور ان سے خرید سکتے ہو اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ ان کے ہاتھ بیچ سکتے ہو۔ اہل کتاب کے سوا اور مشرکین سے خشک غلہ بھی نہیں خرید سکتے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖٓ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس)

پس چاہیے کہ انسان اپنے طعام (غذا) کی طرف نظر ڈالے کہ ہم نے ہی خوب پانی برسایا پھر زمین کو شگافتہ کیا۔ اور اس میں غلہ انگور کھجور۔ زیتون۔ اور گھنے باغ اور میوہ جات اور سبزیاں اگائیں جو سرمایۂ حیات رزق ہے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے بھی۔

پکی ہوئی اور تر اشیاء خوردنی اہل کتاب سے بھی لی اور کھائی نہیں جا سکتیں جیسا کہ اوپر مفصل گذرا۔ انگشت زدہ مسلمان ان حقائق و دلائل میں غور کریں اور عبرت سے کام لیں۔ غلہ جات میوہ جات اور سبزی وغیرہ کی خرید و فروخت کا یہ حکم پھر اس کی دلیل اور تاکید ہے کہ عام مشرکین سے یہ چیزیں نہیں خریدی جا سکتیں اور آیۂ انما المشرکون کی طرح یہ آیت بھی صاف دلیل ہے کہ مشرکین کے ساتھ تجارت بھی بالکلیہ ممنوع ہے۔

اور یہ چھوت ہرگز تنگ دلی نہیں ہے۔ یہ چھوت واجب ہے غیر اور دشمن

خدا سے ضرور ہونی چاہیئے۔ یہ دراصل چھوت یا تنگ دلی نہیں بلکہ حقیقی
قوم پروری ہے۔ اور نیز قوم کو جو ہمیشہ اقلیت میں رہی ہے اور اب بھی ہے اُن
میں معاشرت کے تحت جذب ہوجانے سے بچانا ہے جو فرض عین ہے اور
دراصل ہر ایک قوم یہ قوم پروری رکھتی ہے۔ اور یہ ان کیلئے باعث فخر قومی ہے۔ اور
مشرکین ہنداس میں دوسروں پر بھی سبقت رکھتے ہیں اور وہ آج بھی ہر ایک شے
تا بامکان اپنوں سے ہی خریدتے ہیں اور مسلمانوں کو اچھوت ہی کی طرح نیچ سمجھتے ہیں اور
یہی چیز انکو اور آنکی قومیت اور مذہب کو بچائے ہوئے ہے۔ اور یہ تاریخی
حقیقت ناقابل انکار ہے کہ مسلمان جس ملک میں گئے وہاں کی تمدن۔ تہذیب
مذہب اور معاشرت سب کو بدل دیا اور اپنے اندر جذب کرلیا۔ ایران۔ ترکستان
افغانستان فلسطین وغیرہ وغیرہ جہاں پہنچے۔ ملک کا ملک بدل گیا لیکن ہزار سال حکومت
کرکے ہندوستان کو مسلمان نہ بدل سکے۔ اور اہل ہند کا تمدن اور مذہب نہ
بدل سکے انکو اپنے اندر جذب نہ کرسکے۔ اس کا کیا باعث ہے محض اہل ہند کا
مسئلہ چھوت کہ وہ برابر معاشرت میں مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے اور رہتے
ہیں اور یہی چیز انکو ہزارہا برس سے دوسری اقوام میں جذب ہوجانے سے
مانع رہی ہے۔ اور ہزارہا برس کی ہندویت ہند میں چلی آرہی ہے۔ درانحالیکہ
اسی دور میں دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور اتنے ہی اوصیاء دن
لیاء آئے اور تبلیغ کی اور ہر دور میں اور ہر ایک قرن میں ان خدائی ریفارمرون
نے اقوام کا تمدن و مذہب بدلا اور ناخدا پرستی اٹھاکر اسکی جگہ خدا پرستی کو دی مگر
دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا آسمانی ریفارمر ہندویت کو ہند میں نہ بدل سکا۔

تعلقات ممنوع ہیں۔ ہاں بوجہ ضرورت خشک اغذیہ کی خرید و فروخت ان کے ساتھ جائز ہے جس کی بابت صریح حکم ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ اہل کتاب کے غلہ جات میوہ جات تمہارے لئے حلال ہیں اور اُن سے خرید سکتے ہو اور تمہارا کھانا اُنکے لئے حلال ہے۔ ان کے ہاتھ بیچ سکتے ہو۔ اہل کتاب کے سوا اور مشرکین سے خشک غلہ بھی نہیں خرید سکتے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهٖ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُونًا وَّنَخْلًا وَّحَدَائِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّأَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس)

پس چاہیے کہ انسان اپنے طعام (غذا) کی طرف نظر ڈالے کہ ہم نے ہی خوب پانی برسایا پھر زمین کو شق کیا۔ اور اس میں غلہ انگور کھجور۔ زیتون۔ اور گھنے باغ اور میوہ جات اور سبزیاں اگائیں جو سرمایہ حیات رزق ہے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے بھی۔

پکی ہوئی اور تر اشیاء خوردنی اہل کتاب سے بھی لی اور کھائی نہیں جاسکتیں جیسا کہ اوپر مفصل گذرا۔ انگاشی زدہ مسلمان ان حقائق و دلائل میں غور کریں اور عبرت سے کام لیں۔ غلہ جات میوہ جات اور سبزی وغیرہ کی خرید و فروخت کا یہ حکم پھر اس کی دلیل اور تاکید ہے کہ عام مشرکین سے یہ چیزیں نہیں خریدی جاسکتیں اور آیۂ انما المشرکون کی طرح یہ آیت بھی صاف دلیل ہے کہ مشرکین کے ساتھ تجارت بھی بالکلیہ ممنوع ہے۔

اور یہ چھوت ہرگز تنگ دلی نہیں ہے۔ یہ چھوت واجب ہے غیر اور دشمن

خدا سے ضرور ہونی چاہیئے۔ یہ دراصل چھوت یا تنگ دلی نہیں بلکہ حقیقی
قوم پروری ہے۔ اور نیز قوم کو جو ہمیشہ اقلیت میں رہی ہے اور اب بھی ہو اُن
میں معاشرت کے تحت جذب ہو جانے سے بچانا ہے جو فرض عین ہے اور
دراصل ہر ایک قوم یہ قوم پروری رکھتی ہے۔ اور یہ ان کیلئے باعث فخر قومی ہے۔ اور
مشرکین ہند اس میں دوسروں پر بھی سبقت رکھتے ہیں اور وہ آج بھی ہر ایک شے
تا بامکان اپنوں سے ہی خریدتے ہیں اور مسلمانوں کو اچھوت ہی کی طرح ناپاک سمجھتے ہیں اور
یہی چیز انکو اور اُنکی قومیت اور مذہب کو بچائے ہوئے ہے۔ اور یہ تاریخی
حقیقت ناقابل انکار ہے کہ مسلمان جس ملک میں گئے وہاں کی تمدن تہذیب
مذہب اور معاشرت سب کو بدل دیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ ایران ترکستان
افغانستان فلسطین وغیرہ وغیرہ جہاں پہنچے۔ ملک کا ملک بدل گیا لیکن ہزار سال حکومت
کر کے ہندوستان کو مسلمان نہ بدل سکے۔ اور اہل ہند کا تمدن اور مذہب نہ
بدل سکے انکو اپنے اندر جذب نہ کر سکے۔ اس کا کیا باعث ہے محض اہل ہند کا
مسئلہ چھوت کہ وہ برابر معاشرت میں مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے اور رہتے
ہیں اور یہی چیز انکو ہزار ہا برس سے دوسری اقوام میں جذب ہو جانے سے
مانع رہی ہے۔ اور ہزار ہا برس کی ہندویت ہند میں چلی آ رہی ہے۔ درانحالیکہ
اسی دور میں دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور اتنے ہی اوصیاء و
اولیاء آئے اور تبلیغ کی اور ہر دور میں اور ہر ایک قرن میں ان خدائی ریفارمرون
نے اقوام کا تمدن و مذہب بدلا اور ناخدا پرستی اُٹھا کر اسکی جگہ خدا پرستی کر دی مگر
دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا آسمانی ریفارمر ہندویت کو ہند میں نہ بدل سکا۔

اور یہ صرف چھوت کی بدولت تھا۔

ہاں یہ چھوت چھات اس نقطۂ نظر سے بری تھی اور ہے کہ اہل حق کے ساتھ کی جاتی رہی ہے ہم اہل حق سے چھوت نہیں رکھتے۔ اہل باطل سے رکھتے ہیں خدا کے دشمنوں سے رکھتے ہیں۔ ان سے رکھتے ہیں۔ جو حقیقۃً قابل نفرت و چھوت ہیں غرض آپس میں اور اہل حق میں چھوت چھات نہ ہونی چاہیئے اور یہی حقیقۃً تنگ دلی ہے اور اصول مساوات کے خلاف ہے۔ لیکن غیر سے ضرور ہونی چاہیئے اور مشرکین ہند میں جو اب اس چیز کو برا کہا جا رہا ہے محض اسی لئے کہ ان میں اپنوں سے بھی ہے۔ کیونکہ شودر بھی انہی کی قوم و مذہب کا جزو ہیں اور انہوں نے انکو اچھوت قرار دے رکھا ہے مسلمانوں سے پرہیز کرنے اور اچھوت رکھنے کو کوئی پکا مشرک ہندی برا نہیں سمجھتا۔

غرض ہندوستان میں مسلمان ہزہا برس کی شاندار حکومت میں ہندؤں کو اپنے اندر جذب نہ کر سکے صرف معدودے چند افراد بعض علماء اور صوفیوں کی صحبت سے البتہ مسلمان ہو گئے۔ ورنہ زیادہ مسلمان آبادی انہی کی ہندیں اب یہ جو اپنی ولایت سے آئی ہیں خصوصاً چار مشہور ذاتیں (شیخ صدیقی و فاروقی اور انصاری سب عرب ہیں) سید تمام عرب۔ داصل عرب اور اولاد پیغمبر عرب ہیں مغل ترکستانی ہیں اور یہاں افغانستان و ایران سے آئے اور کچھ ترکستان سے پٹھان پختون کابلی و سرحدی ہیں ہاں کچھ راجپوت البتہ مغلوب ہو کر اسلام قبول کر بیٹھے ہیں۔ اور بس۔

بلکہ اسی مسئلہ معاشرت و مباشرت مشرکین و کفار کی بدولت ہندوستان

ہیں بہت کچھ اپنی تہذیب چھوڑ بیٹھے۔ اور بہت کچھ ہندی تہذیب میں جذب ہو گئے سینکڑوں رسومات اسلامی ترک کر کے ہندوانہ رسمیں قبول کر بیٹھے۔ اور ان کو اب جزو دین سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نہایت سختی سے پابندی اور یہ صورت اکبر اعظم کی پالیسی کا نتیجہ ہے جس نے کفار و مشرکین سے برادرانہ معاشرت اختیار کر لی تھی مسلمانوں سے کفر و شرک کی نفرت دور ہو گئی اور اس میں عملاً جذب ہو گئے۔

اس وقت مسلمانوں کے مرض اقتصادی کا واحد علاج صرف اسی چھوت میں ہے اس معاشرت کو ترک کریں اور کل تجارت اپنے ہاتھ میں لیں۔ دنیا بھی درست ہو جائیگی اور دین بھی عبادات بھی قبول ہونگی اور کھانیکو بھی اچھا ملیگا بھوکے نہ مرینگے اور جہنم میں اس کی بدولت نہ جائینگے خدا کرے کہ مسلمانوں میں یہ چھوت اور تنگ دلی مکمل آجائے جو قوم ہندی کی رزح ہے اور اپنی تطہیر ظاہری و باطنی کا واحد وسیلہ۔

علاوہ بریں ہمارے برادران اسلامی کی اس وسیع النظری روشن خیالی یا کفار نوازی نے ہماری عبادات کو بھی تباہ کر دیا ہے۔ کہ گو ہم نجاست مشرکین کے قائل ہیں اور ان سے اجتناب رکھتے ہیں لیکن ہم ہر مسلمان کو پاک سمجھتے ہیں ان سے معاشرت رکھتے ہیں ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ انہی سے عموماً اکثر و بیشتر اشیاء خوردنی و غیر خوردنی تر اور خشک خریدتے ہیں اور ان پر اعتماد رکھتے ہیں کہ دست مسلم و سوق مسلم ہمارے یہاں پاک ہے اور مسلمان مشرکین کو طاہر و اطہر جان کر ان کی نجاسات تک کھا جاتے ہیں اور انہیں

سے عموماً ہر ایک چیز خریدتے ہیں۔ اکثر تمام تر اشیاء بھی مثلاً دودھ دہی
تیل اور گھی وغیرہ انہی سے لیتے ہیں۔ اور ایسے مسلم دکاندار عملاً مثل مشرکین
ہیں۔ اور ان کو برادر مشرکین کہا جا سکتا ہے ہم ان سے کیونکر پرہیز کر سکتے
ہیں اور نہیں کرتے تو ہمیں اپنے جسم اور لباس کی طہارت کا یقین کب بروقت
حاصل رہ سکتا ہے خصوصاً اکل طیبات صحیح معنی میں نہیں کیونکہ میسر آ سکتا
پھر ہماری عبادات کیسے مقبول ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مشرکین سے
اجتناب کرنے اور اصول طہارت ونجاست پر عامل ہونے اور اعتقاد صحیح
رکھنے کے ہماری عبادات کا اثر ہم پر ظاہر نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے کہاں
ہیں اس کا مصداق کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ
بیشک صلوٰۃ منع کرتی ہے فحش اور ناپسند کاموں سے الخ۔
اہل بصیرت عبرت حاصل کریں۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا ۔ قَدْ اَفْلَحَ
مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا قسم ہے نفس اور اس کے پیدا کرنے
کی بیشک صلاح وفلاح دارین اسی کو حاصل ہے جس نے تزکیہ نفس کر لیا
ورنہ نعمات ورحمات الٰہیہ سے خائب ومحروم ہے مشرکین کے ساتھ کھانا
پینا یقیناً تقویٰ اور تزکیہ نفس کے خلاف ہے پس قبولیت نماز کیسی
اور نجات کب ممکن۔ این خیال است ومحال است وجنون۔ خدا شرک کو کبھی معاف
نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ تو اس شرک والا
اور زنبیک پرستی کو کیونکر معاف کرے گا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ و
مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔ پناہ بخدا۔

باب اوّل

اختلافِ اہلِ اسلام و تغیراتِ احکام

اسلامی نماز اور اختلافِ اہلِ اسلام

یہ اہم ترین فریضۂ اسلامی جس کی شان اور جس کے اسرار و آثار ظاہری و باطنی مختصراً اوپر بیان ہوئے۔ نہایت تاسف و تعجب کا مقام ہے کہ اس کو مسلمان بے پروائی سے ادا کریں اور محسوس نہ کریں کہ صحیح ادا ہوتی ہے۔ یا غلط۔ یہ ایک فریضۂ اسلامی ہے۔ یہ ایک عبادت شرعی ہے۔ یہ مخصوص ذکر اللہ ہے یہ خاص نشان عبودیت ہے۔ یہ اول علامت ایمانی و اسلامی ہے جو بامر اللہ ادا کی جاتی ہے جس کو پیغمبر اسلام نے سب عبادات سے پہلے عملاً تعلیم دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ اس عبادت کی صورتیں مختلف ہوں! اور متعدد طرق سے ادا کیجاتی ہو یقیناً وہ ایک ہی صورت ہے۔ نماز ایک حکم شرعی ہے اور پیغمبر خود اس طریق شرعی پر مامور ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ اے ہمارے پیغامبر ہمنے تجھکو ایک شرع امری پر مامور کیا ہے یعنی اپنے حکم سے ایک شریعت تیرے لئے قرار دی ہے۔ پس تو اسی شریعت کی پیروی کر۔ تجھے کوئی حق نہیں ہے کہ اس کو بدل دے یا اس میں تغیر پیدا کرے۔ نماز ہمارا [illegible]

بابصواورہمنے جنبش پلک یا ایک لمحہ کیلئے بھی حکم نہیں دیا ۔ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ یہ
عبادت جس کو نہ صرف پیغمبر عربی بلکہ اس سے قبل کے تمام انبیاء اسی طرح آپ اور تمام فرشتے
سے ادا کرتے آئے ہیں۔ اسکو اپنی امت میں مختلف صور و طرق سے پیش کرکے
عبادت خدا کو بھان متی کا تماشہ بنائے قطعاً نہیں۔ اسلامی نماز ضرور بالضرور
ایک ہی صورت رکھتی ہے۔ ایک ہی ہیئت رکھتی ہے۔ اسکو مسلمانوں نے
اپنی بے پروائی سے بے اعتنائی اور خودرائی سے اتنا مختلف فیہ بنا دیا ہے کہ اب
معلوم کرنا دشوار ہو گیا ہے کہ نماز پیغمبری کیسی اور کونسی تھی؟ اور جب یہ صورت
ہے کہ نماز اسلامی کی حقیقی ہیئت وصورت ادا ہی معلوم نہیں تو اسکی صحت
کیسی جب صحیح ہی نہ پڑھی گئی تو امید قبولیت کیسی؟ قبولیت تو صحیح ادا
ہونیکے بعد بھی اہم شرائط پر موقوف ہے جو مذکور ہوئیں۔ قبول وہی ہو سکتی ہے جو اسکی
سکھائی اور بنائی ہوئی بلکہ پڑھائی ہوئی ہے۔ کیونکہ نماز ایک عمل ہے اعمال دین سے اور عمل عمل
ہی سے آتا ہے اور سکھایا جاتا ہے اور اس اصول فطرت پر رسول نے نماز اول قولاً
نہیں سکھائی۔ بلکہ فعلاً پڑھائی۔ خود پڑھنے لگے اور دوسروں کو حکم دیا کہ اسی
طرح تم نماز پڑھو۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي (کتاب الشہاب باب صلوٰۃ) یعنی
اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھکو پڑھتے دیکھتے ہو۔ پس نماز میں اطاعت رسول
واجب ہے۔ اور جو نماز میں اطاعت رسول نہ کرے اس کی نماز باطل ہے۔ کہ
وہ دراصل عبادت دین سے خارج ہے۔ عاصی رسول مسلمان نہیں ہو سکتا
پس نماز میں جب مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور اس اختلاف کے
لحاظ سے تقریباً انیس ۱۹ طریقہ سے ادا کی جاتی ہے جس کی تفصیل آئے گی۔

تو ہر ایک شخص کی نماز کی صحت کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔ اگر صحیح ہو گی تو صرف ایک ہی صورت ہو گی۔ اختلاف دلیل بطلان صلوٰۃ ہے۔ اور اگر مسلمان اس کی تصحیح نہ کریں تو یہ محض بیکار اور ایسے نماز پڑھنے والے اس آیت کا مصداق ہیں عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً بعض نفوس ہیں جو عمل کرتے ہیں اور اس میں رنج و تکلیف برداشت کرتے ہیں اور وہی عمل اُن کے لئے آتش جہنم بنتے جاتے ہیں۔ ہر ایک ایسی نماز ایک دو قدم جہنم سے نزدیک کر دیتی ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا. الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا الآیہ (الکہف) کہدو کہ کیا ہم تمہیں خبر دیں ان لوگوں کی جو از روئے اعمال خسارے میں ہیں وہ لوگ جن کی کوشش عمل اس دارِ دنیا ہی میں ضائع گئی اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ نیک اعمال کر رہے ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ نماز پڑھنے سے قبل یہ دیکھ لے کہ اس کا عمل ہباءً منثورا ہونے والا تو نہیں ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ محنت بھی کی اور پھل بھی نہ پایا۔

اسلام میں اختلاف دینی کی وجہ

قرآن اول مرجع احکام ہے اور اس میں اختلاف نہیں۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا۔ اگر قرآن کلام اللہ نہ ہوتا اور غیر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہوتی تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

لیکن یقیناً کلام خدا ہے اور اس کی کتاب برحق ہے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ تو اس میں اختلاف نہیں ہے پس قرآن موجب اختلاف مسلمین نہیں

ہو سکتا۔ قرآن سے رسول نے نماز عملاً سکھائی اور یقیناً ایک ہی سکھائی۔ اس سے یہ اختلاف ہرگز پیدا نہیں ہوا اور یہ خود تاریخی ثبوت ہے کہ زمانہ رسالت میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور قطعی طور پر معلوم ہے کہ تمام مسلمان خواہ ان میں بعض یا اکثر اہل مدینہ منافق بھی تھے سب ایک ہی طریقہ پر نماز ادا کرتے تھے۔ کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ اختلاف بعد وفات رسول پیدا ہوا۔

لیکن کیا یہ اتفاقیہ پیدا ہوا مسلمان اتنی جلدی نماز رسول کو بھول گئے جو کیسے پڑھتے تھے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ جو فعل رسول اللہ نے کم سے کم تیئیس ۲۳ برس شب و روز دن میں پانچ مرتبہ ادا کیا ہو۔ گھر پر مسجد دن میں بیدا تھائے جنگ و جدال میں اور اکثر جماعت سے کیا ہو۔ اس عمل کو انسان بھول جائے اور اتنی جلدی اور وہی انسان جو تیئیس برس رسول کے ساتھ موجود رہا ہے اور اس نماز میں شریک سفر میں بھی اور حضر میں بھی قطعاً ناممکن ہے۔ اگر یہ عمل اس طرح بھلایا جا سکتا ہے تو دنیا کا کوئی عمل بھی باقی نہیں رہ سکتا اور علم تاریخ قطعاً باطل ہو جاتا ہے اور کسی واقعہ پر بھی اعتبار نہیں رہ سکتا۔ اور پھر اسلام کے وہ احکام یا عبادات جو سال میں ایک مرتبہ ادا ہوتے تھے یا عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ ادا ہوئے۔ یا صرف چند دفعہ ہوئے یا وہ اقوال و افعال رسول جو اکثر رسول کی زبان حق ترجمان سے ایک ہی دفعہ ادا ہوئی۔ وہ کیونکر یاد رہ سکتی ہیں اور کیونکر ان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ کہ واقعاً یہ رسول کا فعل یا قول ہے اور اس طرح دین اسلام باقی نہیں رہ سکتا اور اسکی غنایت شنیہ بلکہ صاف باطل ہو جاتی ہے۔ پس یہ قطعاً ناممکن ہے کہ بعد وفات رسول فوراً مسلمان نماز رسول کو بھول گئے۔ اور اسلئے اختلاف ہو گیا بلکہ اس حقیقت واقعہ کے پیش نظر ہر شخص یہ یقین کرنے پر مجبور ہو گا کہ

اختلاف مسلمانوں نے عمداً ڈالا ہے یا بھولے ہیں تو عمداً بھولے ہیں۔ رسول کے مرتے ہی دین کو بھولے تو لازمی طور پہ نماز کو بھی بھولے کہ اول عبادت دینی ہے در اصل یہی بھول گئے کہ پیغمبر عربی دین لیکر آیا تھا۔ یا صرف دنیا کی بادشاہت ہمیں انسان بنانے آیا تھا یا ڈاکو۔ ہماری آخرت درست کرنے آیا تھا یا ہماری صرف دنیا بنانے۔ بیشک مسلمان رسول اور دین رسول کو بھول گئے اور آجتک بھولے ہوئے ہیں کہ رسول کیا تھا اور کیا لایا تھا لیکن جان بوجھکر دیدہ و دانستہ۔

اختلافِ عقل و فہم

رسول کے بیان میں اختلاف نہ تھا لیکن انسانی علم و عقل میں اختلاف لازمی ہے۔ ہر ایک کی فہم یکسان نہیں۔ رسول سے سنکر سمجھنے میں اختلاف ہوتا تھا اور قرآن پاک کے معانی دریافت کرنے میں اختلاف ہوتا تھا۔ متشابہات قرآنی کی تاویلات معلوم کرنے میں اختلاف ہوتا مگر وہ اختلاف رسول کے پاس پیش کرتے تھے اور رسول اسکو رفع فرما دیتے تھے کہ وہ اصل حقیقت کے جاننے والے تھے اور منشائے الٰہی کے سمجھانے والے۔

یہ اختلاف فطری ہیں جبتک نوع انسانی ہیں لازمی ہے کہ انکی فطرت بدل نہیں گئی اس لئے لازم ہے کہ بعد رسول اللہ کوئی ایسا مرکز علم موجود ہو۔ جو حقیقی عالم قرآن اور منشائے الٰہی کو سمجھنے والا ہو۔ اور نیز سنت نبوی کا عالم ہو۔ ناسخ و منسوخ کا کلی علم رکھتا ہو تاکہ وہ بعد رسول امت رسول میں جو ایسے فطری اختلافات اعتقادات یا عبادات یا معاملات میں پیدا ہوں۔ بھول کر پیدا ہوں یا عمداً پیدا کئے جائیں۔ ان سب کو رفع کرنے کا حق اور اس کی قدرت رکھتا ہو۔ اسکا حکم ناطق ہوا و فیصلہ نافذ۔ اور یہ حق اس کو حاصل ہو سکتا ہے جسکے علم میں غلطی

کا احتمال نہ ہو اور علم اس کا کامل ہو اور نیز سہو و نسیان سے پاک ہو۔ جان بوجھ کر بھی غلطی نہ کر سکتا ہو ورنہ ممکن ہے کہ کسی غرض ذاتی یا شخصی کی بنا پر غلط فتوی دیدے غلط حکم لگا دے اور یہ شخص وہ ہو سکتا ہے جو علم الہامی رکھتا ہو جہاں نقص و غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور یہ شخص معصوم ہو سکتا ہے کہ وہ سہو و نسیان و خطائے عمدی و خطائے اجتہادی سے پاک ہوتا ہے کہ یہاں اجتہاد رائے کا دخل نہیں ہوتا ہے ایسے وجود ظاہری کی ہمیشہ ضرورت ہے کہ وہ بعد رسول موجود رہے اور یہی جانشین کہلائے اور خلافت رسول کے قیام کی علت داعیہ اصل یہی رفع اختلاف امت ہے اور بقاء دین اسی خلافت کے وجود سے وابستہ۔ اسی لئے ارشاد نبوت ہے

"لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ عَزِيْزًا يَنْصُرُوْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" "لَا يَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ صَالِحًا" "لَا يَزَالُ الْاَمْرُ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمْ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا" "اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" "لَا يَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِيْ قَائِمًا حَتّٰى يَمْضِيَ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً" "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً" "لَا يَزَالُ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" وَغَيْرُهَا مِنَ الرِّوَايَاتِ (مطالب السئول، تاریخ الخلفاء، صحیح مسلم، ینابیع المودۃ)

ان تمام روایات کا مدعا یہ ہے کہ قیامت تک دین محمدی کا قیام خلافت محمدی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور قیامت تک بارہ خلفاء رسول ہونگے جو دین کو تھام رکھینگے اور امت کی نصرت کرینگے اور اختلاف و ہلاکت سے بچائینگے

اور ہر ایک دین کا قیام اس نبی کے خلفاء اور اوصیاء ہی کے وجود سے ہوتا ہے جو انہی اوصاف کے مالک ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے۔ دین موسوی صورت اصلی میں اسی وقت تک قائم رہا جس وقت تک کہ اس میں اوصیاء و خلفائے موسیٰ موجود رہے۔ اور اسیطرح دین عیسوی۔

"اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ" (المائدہ)

بیشک ہم ہی نے توریت کو نازل کیا ہے جس میں ہدایت اور نور علم ہے اس سے انبیاء مسلمین یہود پر حکم کرتے اور فیصلہ دیتے مسئلہ بتاتے اور علماء ربانی اور احبار کیونکہ یہی کتاب اللہ کے محافظ بنائے ہیں اور اس پر شہید ہیں۔

توریت میں ہدایت اور نور ہے لیکن یہ ہدایت اور نور ہر ایک یہودی خود حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اس توریت کے ذریعہ انبیاء ہدایت کرتے اور تعلیم دیتے اور احکام بتلاتے اور نافذ کرتے تھے اور ان کے بعد ان کے اوصیاء علماء ربانی اور راسخون فی العلم احبار۔ وہی محافظ توریت تھے اور وہی اس پر شہید بنائے گئے اور جس وقت تک یہ شہید اور محافظ توریت باقی رہے۔ ہدایت توریت جاری رہی۔ اور علم صحیح کی تبلیغ ہوتی رہی۔ جب یہ اٹھ گئے۔ ہدایت ختم ہوگئی۔

قرآن کتاب اسلامی ہے۔ اور اس میں ہدایت اور نور ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ "یقیناً تمہارے اللہ کیطرف سے نور اور کتاب روشن آئی جسکے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے جو اسکی رضامندی و سلامتی کے طریقہ کی اتباع کرے

اور یہ ہدایت

اور نو مسلمان خود بخود حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ رسول اللہ اس سے ہدایت کرتے اور اس کی تعلیم دیتے تھے اور اس سے حکم کرتے اور فیصلہ دیتے تھے۔

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ	اے محمد ہم نے تجھ پر اس کو نہیں نازل کیا مگر اس
الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ	لئے کہ تو ان سے وہ باتیں بیان کر دے جس میں
لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا	وہ اختلاف رکھتے ہیں اور اختلاف مٹا دے اور رفع
فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً	اختلاف مومنوں کیلئے ہدایت رحمت ہے اختلاف
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔	رحمت نہیں اتفاق و اتحاد رحمت ہے۔

اور بعد رسول اللہ موافق سنت الٰہی اس سے حکم دینا اور ہدایت کرنا۔ اس کے ذریعہ اختلاف مٹانا اور احکام فقہ کا اجرا کرنا۔ اس کے ان اوصیا ہی کا کام ہے جو علماء ربانی ہیں۔ اور چونکہ دین محمدی قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اوصیاء محمدؐ قیامت تک باقی رہیں اور وہ اس کی حفاظت کریں۔ اس پر شہید رہیں اور اس کے ذریعہ ہدایت امت کریں احکام نافذ فرمائیں اور اختلاف امت رفع کریں اور رفع اختلاف داخلی رفع اختلاف خارجی سے کہیں اہم ہے۔ اور ایسے علماء ربانی صاحبان علم الہامی راسخون فی العلم احبار امت طاہرین عترت محمدی ہی ہیں۔ وہ روحانی طور پر وارث علم محمدی ہیں۔ انہوں نے علم القرآن اول الہام ربانی سے حاصل کیا ہے اور یہ علم انکو ان کی فطرت کے ساتھ دیا گیا ہے " بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ "۔ بے شک قرآن انہی سینوں میں آیات بینہ ہے جن کو علم ان کی فطرت و خلقت کے ساتھ دیا گیا ہے اور یہ پیدا ہوتے ہیں تو قرآن پڑھتے ہوئے

دوسرے سے تعلیم پانے کے محتاج نہیں۔ جبرائیلؑ کی وساطت بھی ضروری
نہیں۔ وہ خود بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے اور اس کو پڑھتے اور وہاں
سے علم حاصل کرتے ہیں (بخاری شریف حدیث صدقہ و ذکر امام حسن) یہی
حقیقۃ کتاب اللہ کے وارث ہیں جو ان کو بوراثت باطنی پہنچتی ہے۔ اور وراثت
ظاہری میں لامحالہ انہی کو سپرد کی گئی۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا
مِنْ عِبَادِنَا" پھر ہم نے الکتاب کا وارث بنایا ہے ان لوگوں کو جن کو تمام
بندوں میں سے ہم نے انتخاب کیا اور مصطفےٰ و مجتبےٰ و مرتضےٰ بنایا ہے۔ قُلْ
اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ" کہدو اے محمد
کہ مجھکو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تاکہ میں اس کے ذریعہ تم کو ہدایت کروں تمکو
ڈراؤں اور (میرے بعد) وہ شخص اس سے ہدایت کرے اور انذار فرمائے
جس کو یہ قرآن پہنچے اور جو اس کا وارث بنے۔ وقت انتقال مجموعہ قرآن جو
کہ زبان وحی نے لکھا اور رسول نے بحکم خدا جمع کیا تھا۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ
قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بیشک ہم
اسکا جمع کرنا اور پڑھنا۔ پھر جب ہم اسکو پڑھیں تو اسکا اتباع کریں پھر یقیناً اسکا بیان شرح ہمپر واجب ہوگا۔
علی کو سپرد کیا گیا۔ اور انہوں نے موافق تنزیل ترتیب دیکر لکھا اور اسلئے کہ رسول
کے بعد ہدایت امت تعلیم امت تبلیغ دین اور رفع اختلاف امت کی ضرورت تھی اور
یہ ضرورت اسکی اس عترت سے ہی پوری ہوتی تھی جو وارث کلام اللہ ثانی ثقلین و تالی
کتاب اللہ ہی۔ بارہا رسول اللہ نے فرمایا اور امت کو مطلع کیا۔ اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ
الثَّقَلَيْنِ كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ

ہیں تم میں دو گرانقدر چیزیں کتاب اللہ اور اپنے اہلبیت چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے ان سے تمسک کیا تو میرے بعد ہرگز
گمراہ نہ ہوگے۔ بعد رسول اللہ رفع اختلاف امت اور ہدایت امت انہی ثقلین۔
کتاب اللہ اور ان اہل بیت نبوت و رسالت۔ (جو اصل و نسل رسول سے ہیں) سے
وابستہ و منوط و مربوط تھی۔ اور انہی پر موقوف تھی۔ ان ثقلین میں کتاب اللہ ثقل
صامت ہے۔ وہ اپنی حقیقت کا اظہار خود نہیں کر سکتی اور خود اپنے معانی آپ
نہیں بیان کر سکتی۔ اس کے معانی میں حسب اختلاف فہوم انسانی اختلاف لازم
ہے۔ وہ اس اختلاف فہیم کو خود نہیں مٹا سکتی۔ یہ کام ثقل ناطق کا ہی جو اہلبیت
نبوت و رسالت ہیں پس بعد رسول اوصیاء رسول جو اہلبیت رسول ہیں اختلاف
امت کو مٹا سکتے اور راہِ صواب دکھا سکتے ہیں۔ اگر انکا اتباع نہ کیا جائے تو ہدایت
خود بخود کتاب اللہ سے حاصل نہ ہوگی۔ اور اختلاف رفع نہ ہوگا۔ دیگر افراد امت
اسکی اہلیت نہیں رکھتے کیونکہ انکا علم ناقص ہے ان کے علم میں غلطی کا امکان
ہے اور غلطیاں ہوئی ہیں۔ وہ خود غلط راستہ پر چل سکتے ہیں کہ خطاء و غلطی سے
معصوم نہیں ہیں اور چلے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس حدیث میں بجائے
عترتی سنتی کا اضافہ بعد وضع کر لیا گیا ہے خود اپنی غلطی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ
سنت صامت بھی کتاب اللہ سے ملحق ہے اور خود اس کے تحت جو
کتاب اللہ اختلاف مٹانے کی قابلیت نہیں رکھتی سنت بھی نہیں رکھتی رفع وہ
کر سکتا ہے جو حیات علم قدرت اور ارادہ رکھتا ہو اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول
دونوں ان صفات سے خالی ہیں۔ غرض بعد رسول اللہ ہدایت امت اور
رفع اختلاف کیلئے قرآن مجموعہ احکام علم ہے اور اہل بیت نبوت اسکے

عالم اور اس کے مبین اس کے ذریعہ ہدایت کرنے اور اختلاف مٹانیوالے ہیں یہی خلفاء رسول ہوئے اور اُن کو اسی لئے بحکم خدا رسول نے مقرر کیا اور انہی کی بقا کے ساتھ دین محمدی قیامت تک مربوط و منوط ہوا۔

لیکن بعد وفات رسول اللہ قوم رسول نے اُن خلفائے برحق کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور اس عہد رسالت پر قائم نہ رہے جو اُن سے اُس کی بابت لیا گیا تھا اور اخذ احکام اور رفع اختلاف و ہدایت میں اُنکی طرف رجوع نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے اور خلفا مقرر کر لئے۔ مرکز ہدایت امت بدل گیا۔ اختلاف پڑ گیا اور اس سے تمام احکام دین میں اختلاف سرایت کر گیا۔ ایک مختصر گروہ اس عہد رسول پر قائم رہا۔

وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا	اور مومنین میں سے تھوڑے افراد ہیں
مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مَنْ	جنہوں نے عہد الٰہی کو پورا کیا بعض ان
قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ	میں سے شہید ہو گئے اور بعض اسکے منتظر
وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔	ہیں اور اُنہوں نے اس عہد میں ذرہ بھر تبدیلی نہ کی

اُنہوں نے اپنے علم قرآن اور ہدایت قرآن کو انہی خلفاء برحق سے لیا۔ اور دوسری جماعت جس کی کثرت ہو گئی تھی۔ اُس نے اپنے بنائے ہوئے خلفاء کو اپنا مرجع دینی امر و امیر دینی قرار دے لیا اور تمام امور دین میں اُنکی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور گویا اب دو مرکز علم قرآن و رفع اختلاف قائم ہو گئے۔ اور یہ اول وجہ اختلاف مسلمین اور اختلاف احکام دین کی ہے۔ نیک بندوں نے اسی مرکز الٰہی کو اپنا مرجع قائم رکھا اور بدوں نے اپنے الگ بنا لئے اور اسکی بھی رسول اللہ

خبر دے گئے تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ ارشاد فرماتے تھے امرا مسلمین
وآلہ وسلم الامراء	میرے بعد سب قریش سے ہونگے لیکن
من قریش ابرارھا امراء	دو قسم کے نیک اور بد نکوکار و صالح نیک
ابرارھا وفجارھا امراء	مومنوں کے امیر اور امام ہونگے اور بدکار
فجارھا (تاریخ الخلفاء ص۷)	فاجر بدکار مسلمانوں کے امیر اور امام ہونگے

اہل بیت رسالت صالحین بلکہ معصومین ہیں۔ یہی امام بنے اور انکو مومنین صالحین نے اپنا امام اور امیر المومنین بنایا اور انکی پیروی کی اور انسے علم قرآن لیا۔ ہدایت پائی اور اختلاف مٹایا۔ اور بقاعدہ اصول تضاد دوسرا گروہ جو دوسروں نے بنایا۔ وہ فاجرین کا ہوا۔ اور بنانیوالے بھی فاجرین۔ ان دو گروہوں میں مرکزیت اسلام یا خلافت رسول تقسیم ہو کر امت بھی تقسیم ہو گئی اور اختلاف پڑ گیا۔ اور اسی کی بدولت مسلمان تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک ان میں سے ناجی اور کل ناری اور ناجی ظاہر ہے کہ وہی ہے جس کے پیشوا اور امام صالح نکوکار و معصوم ہیں نہ وہ جس کے پیشوا فاجر و فاسق ہوں۔ کہ فاجر و فاسق اہل جہنم ہیں۔ ھُمُ الْفَجَرَةُ الْكَفَرَةُ۔ جہنم میں دو ہی گروہ جائیں گے۔ کافرین اور فاجرین۔ کافرین غیر مسلمین ہیں اور فاجرین وہ مسلمین ہیں جنہوں نے بعد رسول اللہ فاجر امراء و ائمہ بنا کر اپنے دین کو خراب کیا اور ہدایت کی بجائے ضلالت خریدی اور رفع اختلاف کے بدلے اختلاف مول لیا۔ اور آج تک لیا جا رہا ہے۔ اور آج بھی اسی بنا پر روز بروز نئے سے نیا اختلاف مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے کبھی کوئی مسئلہ نیا نکلتا ہے

اور کبھی کوئی فرقہ نیا بنتا ہے کوئی اہل الحدیث ہے تو کوئی اہل القرآن وغیرہما۔ ولا یخفی علی البصیر فیہ عبرۃ لاولی الابصار یہ صاحبان بصیرت پر پوشیدہ نہیں اور اسمیں صاحبان بصارت کیلئے عبرت ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب حکم خدا و رسول کے خلاف خلیفہ رسول و پیشوائے دین خود تراشنے کیلئے میٹنگ ہوئی تو بھی یہ حدیث رسول ایک پارٹی یعنے مہاجرین نے پیش کی تھی اور ان کے متکلم حضرت ابوبکر ہی تھے۔

قَالَ وَلَقَدْ عَلِمْتَ یَا سَعْدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَنْتَ قَاعِدٌ قُرَیْشٌ وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّھِمْ وَفَاجِرُھُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِھِمْ قَالَ لَہٗ سَعْدٌ صَدَقْتَ نَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْاُمَرَاءُ (تاریخ الخلفا ص۴۳)

ابوبکر نے کہا اور بیشک اے سعد بن عبادہ تو جانتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اور تو اس وقت بیٹھا ہوا تھا کہ ولاۃ الامر اولی الامر خلفاء رسول قریش میں سے نیک ہیں وہ انہیں سے نیکوں کی پیروی کرینگے اور جو بدکار ہیں وہ انہیں سے بدکار کی پیروی کرینگے تب سعد نے کہا تم نے سچ کہا۔ تو اچھا تم امیر بنجاؤ اور ہم وزیر ہو جائیں

یہ دیکھنا اہل عقل و بصیرت کا کام ہے کہ ان دو سلسلوں خلافت میں نیک خلفاء وامرا کا سلسلہ وہ ہے جس میں معاویہ و یزید اور مروان اور اسکی اولاد فساق و فجار شامل ہیں یا وہ جس میں سید الانبیاء۔ سید الاوصیاء۔ سید شباب اہل الجنۃ ہیں۔ مالکم کیف تحکمون تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسا حکم لگاتے ہو۔

بہرحال امارت اسلامی و خلافت محمدی صالحین و فاجرین میں تقسیم ہوگئی اور بحکم الجنس یمیل الی الجنس جنس اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے ہر ایک گروہ نے اپنی جنس سے میل کیا اور اسکی طرف منجر ہوا۔ جموع فاسق و فاجران خود ساختہ امرا اور پیشواؤں نے

ساتھ ہو گئے اور نیک اور صالحین امت محمدی انہی صالحین عترت محمدی کے تابع رہے اور اس اختلاف نے امت محمدی کو تباہ اور دین محمدی کو برباد کر دیا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹنے والے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ جو گروہ خلافت الٰہیہ کا قائل اور اس کے مرکز پر قائم رہا اور صالحین امت طاہرین عترت رسول کی پیروی کو اپنا فریضہ قرار دیا وہی گروہ شیعہ کہلاتا ہے یعنی شیعۂ علی و اولادِ علی۔ اور رسول اللہ نے اسیو اسطے اسکی رستگاری اور نجات کی بشارت دی ہے۔ کہ علی و طاہرین اولادِ علی ہی بعد رسول اللہ ایمانی کسوٹی ہیں جس نے انہیں چھوڑ دیا اس کا ایمان کھوٹا ہے اور جو ان کے ساتھ رہا اور انکی اطاعت اور اتباع میں پورا اترا اسکا ایمان کھرا۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَالْأَطْهَارُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مَنْ أَنْكَرَ وَاحِدًا مِنْهُمْ فَقَدْ أَنْكَرَنِي (کتاب الشہاب قاضی ابو عبداللہ القضاعی المغربی) يَا عَلِيُّ لَوْلَاكَ لَمَا عُرِفَ الْمُؤْمِنُونَ بَعْدِي۔

اے علی تو اور تیری ذریت کے طاہرین ایسے ہیں کہ اگر کسی نے ایک کا انکار کیا اور انکی امامت و اطاعت نہ مانی تو اُس نے میرا انکار کیا وہ میری نبوت کا منکر ہے۔ اے علی اگر تو نہ ہوتا تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جاتے۔

مومن و منافق خلط ملط رہتے اور معلوم نہ ہوتا کہ سچا مسلمان و مومن کون ہے اور جھوٹا مسلمان منافق کون ہے (کتاب الشہاب المذکور)

اور ارشاد فرماتے ہیں "علی منی بمنزلة راسی من جسدی" علی کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے۔ جو میرے سر کو میرے جسم سے یعنی علی راس نبوت ہے انسان

سے ہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ رسول علی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ اور نبی پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس راس نبوت و معیار اسلام و ایمان کی اطاعت تبعیت میں رہے اور ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ لِعَلِيٍّ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ تَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِيْنَ مَرْضِيِّيْنَ وَيَاْتِيْ عَدُوُّكَ غَضْبَانَ (صواعق محرقہ بروایت ابن عباس و مناقب)	رسول نے فرمایا اے علی قیامت کے دن تو اور تیرے شیعہ ہی خدا سے راضی اور وہ ان سے راضی ہوگا اور تیرے دشمن ہے ناراض اور ناخوش۔
ایضاً۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفَرَ لَكَ وَلِذُرِّيَّتِكَ وَلِوُلْدِكَ وَلِاَهْلِكَ وَلِشِيْعَتِكَ وَمُحِبِّيْ شِيْعَتِكَ فَاَبْشِرْ فَاِنَّكَ الْاَنْزَعُ الْبَطِيْنُ (مناقب صواعق)	اے علی اللہ تعالٰے نے تجھکو تیری ذریت۔ اولاد اہل اور تیرے شیعوں کو شیعوں کے دوستوں کو بخشدیا ہے پس تم کو بشارت ہو کہ تم ہی سب سے بڑے عالم اور پاک باطن ہو۔
ایضاً عَلِيٌّ وَشِيْعَتُهُمُ الْفَائِزُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔	قیامت کے دن علی اور اس کے شیعہ ہی رستگار ہونگے۔

ایضاً۔ اے علی تو اور تیرے شیعہ حوض کوثر پر تر و تازہ اور سیراب روشن رو پہنچینگے اور تیرے دشمن پیاسے بد رو۔ (صواعق)

ایضاً۔ اے علی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور حسنین اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے۔ اور ہماری پاک ازواج ہماری ذریت کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں۔

ایضاً۔ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ علیؑ کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اور خدا کی جب تسبیح کی جاتی ہے تو ہر تسبیح سے خدا ایک ملک پیدا کرتا ہے۔ جو قیامت تک اس کے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے۔

علی کے شیعوں کو حقیر نہ جانو۔ یہ روز قیامت نہ صرف خود بخشے جائیں گے بلکہ بڑے بڑے قبائل کی سفارش و شفاعت کرینگے۔ بقدر قبیلہ ربیعہ و مضر۔

یہ حقیقت بین المسلمین متفق اور مسلم ہے کہ فرقہ ناجیہ شیعہ علیؑ ہے کہ یہی متمسک بالثقلین ہے اور اتباع ثقلین (کتاب اللہ و عترت رسول) ہی میں نجات ہے۔ اور اسی لئے ہر عالم محقق مسلم سنی ہو یا شیعہ یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ شیعہ علیؑ ہے۔ (اس مضمون کی واقعیت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ کی کتب مثل تحفہ اثنا عشریہ اور ازالۃ الخفاء ملاحظہ مطالعہ ہو) اور یہ خود معلوم ہے کہ شیعہ علیؑ وہ ہے جو انکی پیروی کرتا ہے۔ ان کی روایت کو لیتا ہے۔ ان پر عمل کرتا ہو اور ہر امر دینی میں علیؑ اور آل علی ہی کی طرف رجوع کرتا ہو نہ وہ جو اسکے نام سے جلتے ہیں اور اسکی روایات سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے اتباع سے گریزاں ہیں اور اسی لئے انہوں نے خلافت محمدی کیلئے اپنے خود ساختہ خلیفے چن لئے اور اپنا مرکز دین اور پیشوا علیحدہ بنالئے اطفاء السراج فقد طلع الصبح۔ چراغ گل کرو صبح ہو گئی ہے۔

صور اختلاف دین و احکام دین

مرکز دین اسلام بدلنے اور خلافت الٰہیہ کے اپنے مرکز و معدن سے ہٹنے کے نتیجہ کے طور پر حسب ذیل اسباب اور صورتیں اختلاف

دین واحکام دین کی پیدا ہوگئیں۔

سبب اوّل ۔ جب مسئلہ خلافت نبوی میں نص خدا و رسول سے اعراض کرکے اپنی رائے او قیاس سے خلیفہ مقرر کر لیا۔ اور اپنا سلطان المسلمین علیحدہ بنا لیا۔ اور اس کا نام اجماع رکھا اور اس غلطی کو صحیح ثابت کرنے کیلئے اس کو ایک اصل دین قرار دے لیا۔ اور مثل کتاب و سنت اجماع بھی ایک مدرک احکام بن گیا جس طرح مسئلہ دینی کتاب اللہ اور سنت نبوی سے اخذ مستنبط کیا جاتا تھا اور کیا جانا چاہیے تھا۔ اس طرح اجماع سے بھی مستنبط ہونے لگا۔ جو مجمع نے کہدیا وہی ایک حکم شریعت اور مسئلہ دینی بن گیا۔ بلکہ اجماع کے ایک اصل مقرر ہوجانے پر یہی اصل دین بنگیا یعنی کتاب اللہ و سنت سے احکام اخذ کرنے چھوڑ دیئے گئے۔ اور پنچایت کی رائے ہی صرف مدرک احکام دین رہ گئی اور یہ مذہب بنگیا کہ اجماع ناسخ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے۔

کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ما ایک حکم دے اور اجماع اس کے خلاف حکم دے تو کتاب یا سنت رسول اللہ کا حکم نہ مانا جائیگا بلکہ اجماع کا مانا جائیگا۔ اور کہا جائیگا کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کو اجماع نے منسوخ کردیا۔ تو اس پہ قطعی عمل ہوگیا۔ اور کتاب اللہ جہاں پنچایت کی رائے کے خلاف ہو اسکی تاویل کرکے پنچایت کی رائے کے مطابق کر لیا جائے۔ اس اصول اور عمل کے ساتھ چونکہ اس کی بنا محض خود رائی پر تھی اور حقیقت کتاب اللہ کا علم نہ تھا اور سنت محو کردی تھی۔ جہالت سے ایک جزئی مسئلہ کا دوسرے پر قیاس کرکے حکم لگانے لگے۔ اور اس طرح رائے اور قیاس خود ایک

اصل دین قرار پا گئی۔ عمل ہونے لگا اور کہا جانے لگا کہ قیاس ناسخ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے۔ پہلے تو پنچایت یا اجماع کی طرف یہ نسبت دیجاتی تھی اور مجمع کی رائے ایک سند دینی اور مدرک احکام بنگئی۔ اوران مدعیوں نے اپنا نام مجتہد رکھ لیا۔ اوراب اجماع وقیاس دونو مدرک احکام قرار پا گئے اور رسول اللہ کی وہ پیشینگوئی ان کے وفات پاتے ہی ظہور میں آگئی۔ جو ایک طولانی حدیث کے ضمن میں یوں بیان فرمائی تھی۔

يَا عَلِيُّ نَا عِدْ لِلْخُصُوْمَةِ فَاِنَّكَ مُخَاصَمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لَوْ بَيَّنْتَ لِي قَلِيْلاً فَقَالَ اِنَّ اُمَّتِيْ سَتُفْتَنُ مِنْ بَعْدِيْ فَتَتَاوَلُ الْقُرْاٰنَ وَتَعْمَلُ بِالرَّاْيِ وَتَسْتَحِلُّ الْخَمْرَ بِالنَّبِيْذِ وَالسُّحْتَ بِالْهَدِيَّةِ وَالرِّبَاءَ بِالْبَيْعِ وَتُحَرِّفُ الْكِتَابَ عَنْ مَوَاضِعِهٖ وَتَغْلِبُ كَلِمَةُ الضَّلَالِ فَكُنْ جَلِيْسُ بَيْتِكَ حَتّٰى تُقَلَّدْهَا۔

(ابن ابی الحدید، ورواہ اکثر المحدثین)

اے علیؑ خصومت کیلئے تیار ہو کہ تجھ سے میرے بعد ضرور مخاصمت کیجائیگی (علیؑ) میں نے عرض کیا اے رسول اللہ کچھ بیان تو فرمائیے فرمایا میری امت میرے بعد ہی فتنہ میں پڑ جائیگی پس قرآن کی تاویلیں کریگی اور اپنی رائے پر عمل شراب کو نبیذ پر قیاس کرکے اور رشوت کو ہدیہ پر اور سود کو بیع پر قیاس کرکے حلال بنائیگی اور کتاب اللہ کی تحریف کردیگی اور معانی بدل دیگی اور ضلالت اسوقت انپر غالب آجائیگی۔ تو صبر کرکے گھر بیٹھ تا اینکہ وہ پھر تیرے گلے ڈالی جائے۔

چنانچہ سلاطین ثلاثہ اور انکے ہم جماعت سب خود رائے بنگئے اور اس کا نام اجتہاد رکھ لیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو ترک کرکے صرف اجماع اور قیاس ہی پر عمل کرنے لگے۔

اور اب بھی ویسا ہی ہے۔

مدارک احکام میں کتاب اللہ اور سنت نبی کا ذکر زبانی یا تحریری ضرور کیا جاتا ہے مگر عمل اجماع اور قیاس پر ہوتا ہے۔ اور کتاب اللہ اور سنت وہی قابل عمل سمجھی جاتی ہے جو انکی رائے کے مطابق ہو۔ جہاں رائے کے خلاف ہو تو متروک و منسوخ ہے چنانچہ یہ مذہب بنگیا کہ قیاس ناسخ کتاب اللہ ہے۔ اجماع ناسخ کتاب اللہ ہے۔ ابوالعباس بن شریح جو اصحاب شافعی سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قیاس سے مطلقاً و عموماً نسخ کتاب اللہ جائز ہے کیونکہ قیاس مثل تخصیص بیان ہے۔ تو جب تخصیص سے نسخ کتاب اللہ جائز ہے تو قیاس سے بھی جائز ہوا۔ یہی ابوالقاسم الاناطی نے بیان کیا ہے۔ اور یہی مستصفےٰ میں امام غزالی نے شرح بزدوی (ن ز)

ایضاً۔ اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کے نزدیک جیسا کہ عیسیٰ بن ابان اور بعض علمائے معتزلہ نے تصریح کی ہے کہ قیاس کی طرح اجماع بھی ناسخ کتاب اللہ و ناسخ سنت رسول اللہ ہے۔ الخ (شرح بزدوی) اس خیال میں بعض کی تخصیص غیر مفید ہے کیونکہ عمل سب کا یہی تھا اور ہے اور ظاہر بھی اس مسلک سے یہی ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کی قیاسی رائے کتاب اللہ کے حکم کو منسوخ کر سکتی ہے تو جماعت کی رائے تو بدرجہ اولیٰ ان کے نزدیک ناسخ حکم خدا و رسول ہوگی اور یہ شرح بزدوی تفصیل مصحف ناطق میں دیکھنی چاہیئے یعنی مدرک دین و احکام کتاب و سنت نہ رہے۔ بلکہ انکی جگہ اجماع و قیاس نے لے لی۔ اور ہزاروں مسائل و احکام قرآن و سنت اجماع و قیاس سے منسوخ کر دیئے گئے جناب شیخین اسکے بانی اور اس کے اول عامل تھے۔ اور اسی سیرت شیخین کی اتباع کی شرط بعد

حضرت عمر جناب عثمان کو مجلس شورائے عمری نے تخت خلافت عطا کیا تھا اور علیؑ نے اسی لئے سیرت شیخین پر چلنے کی شرط کو منظور نہ کیا تھا کہ سیرت شیخین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تھی۔ بلکہ شرط کا یہ فقرہ۔ کہ کتاب اللہ سنت رسول اور سنت شیخین پر عمل کرو تو خلافت دیجائے۔ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کچھ اور تھی اور سیرت شیخین کچھ اور۔ اگر سیرت شیخین کتاب و سنت رسول کے مطابق ہوتی یہ جزو شرط میں اضافہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور علیؑ جو کتاب اللہ و سنت رسول کے عامل تھے انکو خلافت دیدیجاتی۔ لہذا یقینی طور پر سیرت شیخین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تھی اور وہ یہی کہ وہ احکام و مسائل و قضایا کتاب اللہ و سنت رسول سے نہ لیتے تھے۔ بلکہ اپنی رائے یا پنچایتی رائے پر عمل کرتے تھے چنانچہ اس کی تصریح کتب تواریخ و سیر میں موجود ہے۔ کتاب تحفۃ الاخیار شرح فوادر الاذکار میں منقول ہے۔ ان ابابکر لم یکن معتادًا بالروایۃ۔ حضرت ابوبکر احکام میں روایت پر عمل کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ اپنی رائے قیاس یا پنچایتی رائے پر عمل کرتے تھے۔ اور تاریخ الخلفاء میں ہے۔ جب کوئی معاملہ پیش آتا تھا۔ اور کتاب و سنت میں کوئی اصل نہ پاتے تھے تو کہتے تھے کہ میں اجتہاد کرتا ہوں اور اپنی رائے پر عمل۔ اگر درست ہو تو خدا کی طرف سے اگر غلط ہو تو میری طرف سے خدا و رسول کے حکم کے خلاف اجتہاد اور اپنی رائے پر عمل حسب ارشاد پیغمبری حضرت ابوبکر ہی سے شروع ہوا ہے۔ یہ عذر یا رد کہ جب وہ کتاب و سنت میں کوئی اصل نہ پاتے تھے تو اجتہاد کرتے تھے اور اپنی رائے پر عمل خود دلیل بطلان ہے کیونکہ قرآن تفصیل کل شے ہے۔ اور ہر خشک و تر کا بیان اس میں موجود ہے۔ کتابٌ

أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ۔ اور سنت کل احکام کی تفصیل کر چکی ہے۔ کوئی حکم جزوی بھی نہیں ہے جس کو رسول نے نہ بیان کر دیا ہو اور اسی وجہ سے تکمیل دین ہوئی اور نبوت آپ پر ختم قرآن و سنت میں ہر ایک اصل اور ہر ایک حکم موجود ہے۔ اور ائمہ اہل البیت فرماتے ہیں: "مَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا وَلَهُ أَصْلٌ فِي كِتَابِ اللهِ" کوئی چیز نہیں ہے جس کی اصل کتاب اللہ میں موجود نہ ہو۔ اس سے انکار تکمیل شریعت محمدی سے انکار بلکہ اصل دین سے انکار ہے ضرور ہر ایک حکم اور اس کی اصل کتاب و سنت میں مجمل یا مفصل موجود ہے۔ حضرت ابوبکر اگر کوئی نہ پاتے تھے تو اس کے یا یہ معنی ہیں کہ وہ در اصل کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں ہی سے بے خبر تھے اور یہ حقیقت ہے لیکن اس صورت میں وہ قطعاً اس عہدۂ خلافت کے اہل ثابت نہیں رہتے۔ جو شخص اس قانون ہی کا عالم نہ ہو یا نہ ہو سکے جس کو وہ جاری کرنے اور جس کی تبلیغ و تنفیذ پر مامور ہے تو اس عہدہ و منصب کا اہل کیونکر کہلا سکتا ہے تو اس کو اہل سنت قبول نہ کریں گے کہ وہ قرآن و حدیث کے عالم نہ تھے۔ لہذا لازم ہوا کہ وہ دیدہ و دانستہ کتاب و سنت کو ترک کرتے تھے یہ نہیں کہ اس میں اصل نہ پاتے۔ بلکہ اس سے نہ لیتے تھے۔ اور احادیث تو حضرت نے جہاں پائیں پھونک دیں اور یہ اسکی تائید ہے کہ وہ ان کی پروا نہ کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ بعد انتقال رسول اللہ کے حضرت ابوبکر نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ رسول خدا سے ایسی حدیثیں نقل کرتے ہو جن سے اختلاف پڑتا ہے۔ پھر تمہارے بعد والے تو تم سے بھی زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہذا تم

لوگ آنحضرت کی کوئی حدیث بیان نہ کیا کرو۔ اور جو کوئی سوال کرے تو کہہ دیا کرو کہ
ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن موجود ہے۔ یہاں لوگوں کو جہاں حدیث
رسول بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حسبنا کتاب اللہ کو بھی دہرایا ہے۔
لیکن کتاب اللہ پر عمل کبھی نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کو اپنی رائے کے مطابق تاویل
کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بیان رسول اللہ میں گذرا۔
جناب عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ میرے باپ نے پانچسو حدیثیں جمع کیں اور
پھر سب نذر آتش کر دیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیوں جلا دیں۔ فرمایا کہ مبادا اس
میں غیر معتبر روایت ہو۔ میں نے راوی کو ثقہ سمجھ کر لی ہو اور وہ غیر ثقہ ہو (تذکرۃ الحفاظ
کنز العمال و ریاض نضرۃ) اس احادیث رسول اللہ کو پھونک دینے والی حکایت عائشہ
میں ایک عجیب لطیفہ ہے کہ آپ نے اس شبہ میں پھونک دیں کہ مبادا کوئی غیر موثق راوی
سے لی ہو حضرت ابوبکر اول صحابی اور اہل سنت کے اول خلیفہ یار غار ہر وقت
رسول کے ساتھ رہنے کے مدعی براہ راست احادیث رسول سننے والے ان کے اور
رسول اللہ کے درمیان سلسلہ رواۃ کیسے قائم ہو گیا۔ کیا آپ نے خود تیئیس برس کی صحبت
رسول میں پانچسو حدیثیں بھی نہ سنی تھیں جبکہ ڈیڑھ سال میں حضرت ابوہریرہ صاحب نے
پانچسو سے زیادہ اڑا لی تھیں جو صدیق رسول صادق امین سے روایت کریں۔ تو اس کے معنے
سنیں اور وہ غیر ثقہ ہوں سبحان اللہ۔ نتیجہ بوالعجبی است بات یہی ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ آپ
حدیث رسول پر عمل کرنے کے عادی نہ تھے اور قرآن کو اپنی رائے اور قیاس پر تفسیر کرتے۔ دَ
مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ جو شخص قرآن کی اپنی رائے
سے تفسیر کرے اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ میں کرنا چاہیے۔ خلاصہ یہی ہے کہ یہ بزرگ اپنی ہی رائے

اور قیاس پر عمل کرتے تھے اور یہیں سے یہ اجتہاد جاری ہوا۔ ورنہ دین میں اجتہاد کیسا
اگر اجتہاد شرعی کوئی معنی رکھتا ہو وہ تو صرف قرآن اور حدیث سے استنباط کرنے کا نام ہے
قرآن اور حدیث کے بالمقابل رائے اور قیاس کیا معنی۔ یہ تو صرف انکار قرآن و حدیث ہے
اور یقیناً ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔
جو قرآن کے سوا حکم کرے۔ وہ کافر ہے۔ ظالم ہے۔ فاسق ہے۔ اور جو سنت رسول
کو چھوڑ دے بلاشبہ وہ خارج از اسلام اور منکر رسالت ہے۔ بلکہ رائے قیاس پر
عمل کرنا شرک ہے۔ وَاَوَّلُ مَنْ قَاسَ فَهُوَ اِبْلِيْسُ جس نے اول دین میں قیاس پر عمل
کیا وہ شیطان ہوا اور وہ مشرک۔ اَرَاَيْتَ الَّذِىْ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ۔
کیا دیکھا تم نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ وہ
نہیں کرتا جو خدا کہتا ہے۔ بلکہ وہ کرتا ہے جو اس کی رائے ہوتی ہے۔ جو اسکا نفس
چاہتا ہے۔ دین میں قیاس کیسا۔ ان الدین لا یصاب بالقیاس یقیناً قیاس
سے دین حاصل نہیں ہوتا۔ دین اور قیاس ضدین ہیں۔ دین خدا اور رسول کے
حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے اور اپنی رائے پر عمل کرنا اور قیاس پر عمل کرنا اس
کے بالمقابل بہرکیف قیاس اور اجماع کو دین بنا لیا گیا اور احکام قرآن و حدیث
اس سے متبدل و متغیر ہو گئے۔ حضرت عمر ایسے ہی مجتہد تھے۔ اور وہ بھی رائے و
قیاس پر ہی عمل کرتے تھے۔ بلکہ ان کو مجتہد اعظم کہنا چاہیئے۔ اور ایسا ہی علما
نے لکھا ہے۔ بلکہ ان کی خاطر علماء متکلمین مثل علامہ قوشجی شارح تجرید نے تو
پیغمبر کو بھی اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے والا مجتہد بنا دیا ہے۔ بلکہ عمر کو
ان سے افضل قرار دیا ہے۔ کہ حضرت عمر اکثر اپنے اجتہاد سے حدیث رسول

قول رسول کو رد کر دیتے تھے بلکہ رسول کی زندگی ہی میں ایسا ہوتا تھا کہ رسول کی بات کو رد کر کے اپنی چلاتے تھے۔ نقلا جز القوشجی دا صحاب لعمر تکذیب النبی باجتهاده چنانچہ حضرت کی ایجادات فی الدین کے متعلق جو جواب دیا ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں۔ ذٰلِكَ لَيْسَ مِمَّا يُوجِبُ قَدْحًا فِيهِ فَإِنَّ مُخَالَفَةَ المجتهد لغيره فِي الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِيَّةِ لَيْسَ بِبِدْعٍ۔ اس لئے اگر عمر نے متعتین وغیرہما کو اپنی رائے سے حرام کر دیا تو کوئی بری بات نہیں کی۔ یعنے قوشجی وغیرہ علماء متکلمین اہلسنت نے حضرت عمر کیلئے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ وہ اپنے رائے سے رسول کی حدیث کو جھٹلا سکتے ہیں اور ایسا ہی ہوتا رہا ہے اس طرح سے بہت سے احکام بدلے گئے اور اختلاف پڑ گیا حضرت عثمان نے بھی بہت سے احکام بدلے بلکہ انکی نسبت تو عام مسلمانوں نے ہی یہ الزام لگایا ہے۔ نَقَلَ غَيَّرْتَ وَبَدَّلْتَ ''بیشک تم نے شریعت کو متغیر کر دیا اور دین کو بدل دیا اور اسیطرح انکے جانشین اور انکے ہم جماعتوں نے بہت سے احکام کی صورت مسخ کر دی اور آج یہ جاننا اور معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ اصل حکم قرآن اور حدیث کیا تھا۔ اصل قول پیغمبر کونسا ہے۔ کیونکہ قیاس ورائے اصحاب نے کتاب وسنت کو منسوخ کر دیا۔ ولکن الصحابة اذا تكلموا فيما بينهم بالرای لم يلتفتوا الى الحديث يعلم ان الحديث نسخ'' لیکن صحابہ جب مسائل میں اپنی خود رائی اور قیاس سے گفتگو کرتے تھے اور حدیث کی طرف ملتفت نہ ہوتے تو یہ جان لیا جاتا تھا کہ حدیث منسوخ ہو گئی'' لیبك على الاسلام من كان باكيا'' بنیوامیہ کو اسلام کی حالت پر رونا چاہئیے بنی معاویہ کے عہد تک نوبت پہنچی تو بتصدیق خطیب بغدادی مسلمان

میں پچیس بدعتیں پھیل گئیں تھیں اور پانسو سنتیں منسوخ و متروک ہوگئی تھیں بشاید ہی کوئی مسئلہ دینی رہ گیا ہو جو مسخ یا منسوخ نہ ہو گیا ہو یا اس میں اختلاف نہ پڑ گیا ہو بلکہ ہزار تک اختلاف بڑھ گیا تھا جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

کیونکہ معاویہ دین محمدی کا قائل ہی نہ تھا۔ نام محمد سنکر اس کے آگ لگتی تھی۔

مطرف بن المغیرہ بن شعبہ معاویہ کا صحابی خاص اور محرم راز ہے۔ اس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ معاویہ اس کے سامنے اپنے غم و غصہ کا یوں اظہار کرتا ہے۔

ذٰهٰذا ابْنُ اَبِیْ کَبْشَةَ
لَیُصَاحُ بِهٖ کُلَّ یَوْمٍ
خَمْسَ مَرَّاتٍ اَشْهَدُ
اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ
اللّٰهِ فَاَیُّ عَمَلٍ یَبْقٰی
وَاَیُّ ذِکْرٍ یَدُوْمُ
بَعْدَ هٰذَا اِلَّا اَبَالَكَ
لَا وَاللّٰهِ اِلَّا دَفْنًا دَفْنًا الخ

ابن ابی کبشہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام پانچ مرتبہ اذان میں پکارا جاتا ہے پس کونسا عمل باقی رہ سکتا ہے اور اسکے بعد کس کا ذکر قائم رہ سکتا ہے نہیں نہیں خدا کی قسم بس انکو دفن ہی کرنا چاہیے یعنی ثلثہ کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا اور یہ دیکھو ابن ابی کبشہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام پانچ مرتبہ روزانہ اشهد ان محمداً رسول اللہ کے ساتھ پکارا جاتا ہے اسکے ساتھ ہمارا کونسا عمل باقی رہ سکتا ہے اور کونسا ذکر دائم و قائم رہ سکتا ہے۔ تیرے باپ مرے نہیں خدا کی قسم ان (اہل بیت) کو دفن کرنا ہی موجب تسلی قلب ہو سکتا ہے۔ ان کو مار مار کے فنا کر دینا چاہیے (ابن ابی الحدید جلد ۴ جزو دوم ص۱۱۲۹،۱۱ تفصیل مصحف ناطق حصہ سوم میں ملاحظہ ہو)۔

معاویہ دراصل ملحد تھا اور کسی دین مذہب کا قائل نہ تھا اور یہی اکثر عرب کا مذہب قبل اسلام تھا اور یہ اس پر باقی رہا۔ یہی ابن ابی الحدید کہتے ہیں۔

وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ مُعَاوِيَةَ وَمَنْ بَعْدَهٗ	اور معلوم ہے کہ معاویہ اور اسکے بعد والوں کا
لَمْ تَكُنْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةُ طَرِيْقَتَهُمْ	یہ طریقہ اور یہ سنت دینیہ نہ تھی اور وہ لوگ
وَلَا هٰذِهِ السُّنَّةُ سُنَّتَهُمْ وَاَنَّهُمْ	اہل دنیا تھے۔ اور دنیا میں ڈوبے ہوئے
كَانُوْا اَهْلَ دُنْيَا وَاَصْحَابَ لَهْوٍ	دین سے بے پرواہ تھے۔ اور ان میں سے
وَلَعِبٍ وَانْغِمَاسٍ فِي اللَّذَّاتِ وَ	بعض ایسے تھے۔ جو زندیق اور ملحد تھے
قِلَّةِ الْمُبَالَاتِ وَمَنْ هُوَ مَرْمِيٌّ	اور ہمارے بہت سے علماء نے معاویہ کی
بِالزَّنْدَقَةِ وَالْاِلْحَادِ وَقَدْ قَدَحَ	قدح کی ہے اور انہوں نے اس کے
كَثِيْرٌ مِنْ اَصْحَابِنَا فِيْ دِيْنِ مُعَاوِيَةَ	فاسق کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ
وَلَمْ يَقْتَصِرُوْا عَلٰى تَفْسِيْقِهٖ وَقَالُوْا عَنْهُ	انہوں نے کہا ہے کہ معاویہ ملحد تھا۔
اَنَّهٗ كَانَ مُلْحِدًا لَا يَعْتَقِدُ النُّبُوَّةَ	اور نبوت پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

اجماعی خلافت کا سلسلہ دراصل عثمان سے گذر کر معاویہ ہی تک پہنچا علیؑ سے بغاوت اور بدعہدی کی گئی اور معاویہ کی بیعت ہوگئی معاویہ جیسا ملحد جب دین محمدی کا لیڈر بن جائے تو دین محمدی کی صورت مسخ کیوں نہ ہو گی جس چیز کا وہ اور اسکا خاندان تدتوں سے طالب تھا۔ وہ شیخین کی سیاست اجماعی سے مل گئی۔ یہ جان بوجھ کر احکام اسلامی کو تبدیل تنسیخ اور مسخ کر دیتا تھا مثلاً نماز میں ترک بسم اللہ کی اس نے بسم اللہ کی بجائے سکوت کو سنت بنایا اور اپنے قول و فعل سے اس قول رسول کو ثابت کیا۔ افة هذا الدين بنو امية۔ اس دین اسلام کی آفت بنو امیہ ہیں۔

وَمِنْهَا تَرْكُ التَّسْمِيَةِ فِي الصَّلٰوةِ جَهْرًا لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ الْمُعَظَّمَةَ وَ اَنْكَرَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ فَقَالُوْا اَسَرَقْتَ التَّسْمِيَةَ يَا مُعَاوِيَةُ (دراسات اللبيب لاہوری)

منجملہ اس کے تغیرات دینی و تنسیخات شرعی ایک یہ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نماز میں اوّل سورہ میں اس کا بآواز بلند پڑھنا ترک کر دیا جبکہ وہ مدینہ میں آیا تھا اور تمام مہاجرین و انصار جو اسوقت موجود تھے سب نے اعتراض کیا اور انکار کیا اور کہا اے معاویہ بسم اللہ چرالی۔

یہ سنت معاویہ سے جاری ہوئی اور قرآن بغیر بسم اللہ بتر پڑھا جانے لگا۔ اور پھر شیعوں کی ضد میں اس پر اصرار ہوا اور یہ مذہب بن گیا۔

وَاَمَّا تَرْكُ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ فِي جَوَامِعِ بَغْدَادَ فَلِاَنَّ الْعَلَوِيِّيْنَ اَصْحَابَ مِصْرَ كَانُوْا يَجْهَرُوْنَ بِهَا فَتَرَكَ ذٰلِكَ مُخَالَفَةً لَهُمْ لَا اِتِّبَاعًا لِمَذْهَبِ الْاِمَامِ امام احمد (مسند امام احمد)

لیکن بغداد کی مسجدوں میں جو بسم اللہ کو بلند آواز سے کہنا ترک کر دیا تو یہ مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کی مخالفت میں ہوا کیونکہ مصری (شیعہ) بسم اللہ کو با لجہر پڑھتے تھے۔ نہ کہ امام احمد کے مذہب کی پیروی کہ وہ بھی اسکے تارک ہیں۔

غرض یہ بدعت معاویہ کی مذہب بن گئی اور آئندہ آنیوالی نسلوں نے تو ہر سورہ قرآن کے اول سے اسی سنت معاویہ کی پیروی میں بسم اللہ اُڑا دی بلکہ کہدیا کہ بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے۔ آجتک اسی میں اختلاف ہے۔ اور مسلمانوں کی جماعت کثیر اس کی عامل ہے۔ کہ بسم اللہ با لجہر نہ پڑھی جائے یا بالکل ہی نہ پڑھی جائے وقس علیٰ ذالک۔ حالانکہ صحاح میں یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ ؐ

نماز میں ابتدا بسم اللہ سے کرتے تھے اور بالجہر پڑھتے تھے۔

اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ فُلَانًا (معاویۃ) اَنَّہٗ کَانَ یَنْھٰی عَنْ تَلْبِیَۃِ ھٰذَا الْیَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ لِاَنَّ عَلِیًّا کَانَ یُلَبِّیْ فِیْہِ۔	ابن جریر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے۔ خدا معاویہ کو لعنت کرے کہ عرفہ کے دن لبیک کہنے کو منع کرتا تھا کیونکہ علیؑ اس دن لبیک کہتے تھے۔

یہی مضمون کنز العمال وسنن بیہقی میں بھی مذکور ہے۔ اور یہ بھی ایک واضح دلیل ہے اس امر کی نبی و آل نبی کی دشمنی میں بعد رسول اللہ بہت سے احکام دین مسخ کردیئے گئے نتیجہ یہہ ہوا کہ

الصحیح البخاری میں ہے کہ معاویہ کے زمانہ میں انس بن مالک شام میں آئے تو وہ لوگوں کی مذہبی حالت دیکھکر روتے تھے اور کہتے تھے ہائے احکام اسلام میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ چنانچہ مروی ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا مھدی عن غیلان عن انس قال ما اعرف شیئا مما کان علی عھد النبیؐ قیل الصلوٰۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیھا۔	ہم سے موسےٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا اس سے مھدی بن غیلان نے اور اس سے انس بن مالک نے کہا جو کچھ عہد نبی میں کیا جاتا تھا اس میں سے اب کچھ نہیں پہچانتا اور دیکھتا ان سے کہا گیا کہ نماز تو باقی ہے۔ فرمایا۔ کیا اس میں بھی جو نہیں کرنا تھا نہیں کرگذرے

ایضاً۔ حدثنا عمرو بن زرارة قال اخبرنا عبد الواحد بن واصل ابو عبیدة الحداد عن عثمان بن ابی رواد اخی عبد العزیز قال سمعت الزهری یقول دخلت علی انس بن مالک بدمشق وهو یبکی فقلت ما یبکیک فقال لا اعرف شیئاً مما ادرکت الا هذه الصلوٰة وقد ضُیّعت (صحیح البخاری ص ۷۶)

ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا اسکو عبد الواحد بن واصل نے خبر دی اس سے عثمان بن ابی رواد نے بیان کیا اس نے کہا ہے کہ میں نے زہری کو کہتے سنا کہ میں دمشق میں انس بن مالک کے پاس گیا تو دیکھا وہ رو رہے ہیں میں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں۔ کہا جو کچھ میں عہد رسول میں پاتا تھا۔ اب اس میں سے کچھ نہیں دیکھتا فقط یہ نماز رہ گئی تھی سو یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

پچاس نہیں بلکہ چالیس سال کے ہی اندر اندر وفات رسول کے بعد صورت احکام عبادات اسلام سراسر مسخ کر دی گئی اور یہ پہچاننا مشکل ہو گیا کہ اصل عبادت رسول اسلام کیا تھی البتہ علی کی حیات تک یہ تھا کہ بعض اوقات بعض افراد انکی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے اور آپ کی نماز میں شریک ہو جاتے تو عبادت رسول یاد آ جاتی تھی۔

وعن مطرف قال صلیت انا وعمران بن الحصین صلوٰة خلف علی بن ابی طالب فکان اذا سجد کبّر واذا رفع کبّر واذا نهض من الرکعتین کبّر

مطرف بیان کرتا ہے کہ میں نے اور عمران بن حصین نے ایک دن علی کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ سجدے میں جاتے تو تکبیر کہتے جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے جب فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پس جب سلام پھیرا تو عمران نے

فلما سلم اخذ عمران بیدی فقال لقد صلی بنا ھذا صلوۃ محمد او قال لقد ذکرنی ھذا صلوۃ محمد (صحیح البخاری ص۱۰۸ مطبع میرٹھ)

میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آج اس شخص نے رسول اللہ کی نماز پڑھائی یا یوں کہا آج اس نے رسول اللہ کی نماز یاد دلائی۔

ابو موسیٰ نے بھی علی کے پیچھے نماز پڑھی تو ایسا ہی کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ہم اسے بھول گئے یا عمداً چھوڑ دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض بھول گئے کہ دین کی پروا کم ہو گئی تھی اور بعض نے عمداً ترک کر دیا کہ دین سے عملاً مرتد ہو رہے اور پیچھے ہٹ رہے تھے۔

دوم اس رنگ کے بدل جانے اور اختلاف داخلی اسلام میں پیدا ہو جانے اور رعب روحانیت اسلام فطرتاً کم ہو جانے کے ساتھ وہ منافق جو اسلام میں چھبیس یا تیئیس برس کی اندرونی ریشہ دوانیاں کرتے اور تخریب دین میں کوشاں رہتے تھے مگر رعب پیغمبری سے دبے ہوئے تھے۔ وہ اب کھل گئے۔

لئن لم ینتہ المنافقون و الذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم (الاحزاب)

اگر یہ منافقین اور وہ لوگ جنکے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانیوالے اگر اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئینگے تو پھر ہم تمکو انکے خلاف اٹھا دینگے اور سزا و جنگ کا حکم دینگے (الاحزاب)

اب ان کو بکمال آزادی و امنیت اپنی تخریبی کوششوں کا موقع ملگیا اور خوب جھوٹی خبریں بنا بنا کر مسلمانوں میں پھیلا دیں اور اپنے مقصد نفاق کے مطابق اپنی رائے سے قرآن کی تاویلیں اور تفسیریں شائع کر دیں اور مسلمان یہ سمجھے

ہے کہ چونکہ یہ ہم میں سے ہیں۔ یہ ٹھیک کہ رہے ہیں۔ کیونکہ منافقین کوئی خاص نشان نہ رکھتے تھے جن سے پہچانے جاتے ہوں۔ عام مسلمانوں میں شامل تھے ان کی جماعتوں میں شریک تھے۔ عبادات میں موجود۔ مگر دل میں کفر لیے ہوئے تھے اور اسلام کے دشمن تھے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اختلاف احادیث کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ جن سے روایات نے احادیث نقل ہوئی ہیں۔ چار قسم کے لوگ تھے۔ ایک منافقین تھے جو ایمان کا اظہار کرتے تھے اور بناوٹی مسلمان بنے ہوئے تھے اور عمداً رسول پر بہتان باندھتے تھے جھوٹی روایتیں بناتے تھے۔

وَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهُ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهُ وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَاٰهُ وَسَمِعَ مِنْهُ وَتَلَقَّفَ عَنْهُ فَيَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِهِ۔ الخ۔	اگر لوگ یہ جانتے کہ یہ جھوٹے اور منافق ہیں تو انکی روایت نہ لیتے اور انکی بات کی تصدیق نہ کرتے لیکن چونکہ یہ پہچانتے تھے کہتے تھے یہ رسول کا صحابی ہے اسنے رسول سے حدیثیں سنی ہیں اخذ کی ہیں لہذا اسکی بات مان لیتے تھے اور انکی حدیث کی تصدیق کر لیتے تھے (شرح نہج البلاغہ جلد)

اسی کے تحت میں یہی ابن الحدید لکھتے ہیں:۔

اِنَّ هٰذَا التَّقْسِيْمَ صَحِيْحٌ وَقَدْ كَانَ فِيْ اَيَّامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُنٰفِقُوْنَ وَبَقُوْا بَعْدَهٗ	تقسیم بندی احادیث صحیح ہے بیشک رسول اللہ کے زمانے میں منافق موجود تھے (مدینہ بھرا پڑا تھا) وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

وَلَيْسَ يُمْكِنُ اَنْ يُقَالَ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (الآیہ) اور آنحضرتؐ کے انتقال کے

اَنَّ النِّفَاقَ مَاتَ بِمَوْتِہٖ بعد وہ باقی رہے۔ اور یہ کہنا قطعاً ناممکن ہے

آپ کے مرتے ہی نفاق مرگیا۔ بلکہ اور بڑھتا گیا۔ وہ باقی رہے اور یقیناً

باقی رہے۔ بلکہ آزاد اور بےخوف ہوگئے اور اپنے تخریبی پروگرام کو خوب کامیاب

بنا سکے اور ہزاروں فتنے اسلام میں پیدا کر دیے اور جھوٹی روایات کا ایک

طومار اکٹھا کر دیا۔ رسول پر بھی جھوٹ بولا اور اس کے جانشین برحق پر بھی طوفان

باندھا حسینؑ پر بھی تہمت لگائی یعنے ان سب کی طرف سے بھی جعلی روایتیں مسلمانوں نے

پھیلائیں۔ کیونکہ ان سب سے انکو دشمنی تھی کہ یہ رسول کے جانشین اور انکے علوم

کے وارث دین کے محافظ تھے۔ انہیں بھی اس ضمن میں بدنام کرنا تھا اور لوگوں کو

اس طرح انکا دشمن بنانا اور نفرت پھیلانا تھا۔

وَعَنْ مُحَمَّدٍ الْبَاقِرِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قُبِضَ وَقَدْ اَخْبَرَ النَّاسَ اَنَّا اَوْلَی النَّاسِ بِالنَّاسِ فَتَمَالَتْ عَلَيْنَا قُرَيْشٌ حَتّٰی اَخْرَجَتْ الْاَمْرَ مِنْ مَعْدَنِہٖ۔

رسول اللہ نے انتقال فرمایا درانحالیکہ وہ خبر دے گئے تھے کہ ہم سب لوگوں کے مولیٰ ہیں۔ پس قریش ہمارے خلاف ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ خلافت رسول کو اسکے معدن و مرکز سے نکال لیا۔

اور جب ہماری طرف رجوع کی تو پھر بدعہدی و غداری کی اور ہمارے ساتھ جنگ

جدال کی بنیاد ڈالدی۔ ہم برابر لوگوں کے ظلم اٹھاتے رہے اور جلاوطن ذلیل حقیر و

مقتول ہوتے رہے اور کاذبوں اور منکروں نے اپنے کذب و افتراپردازی کو اپنے

بدکار فاسق و فاجر عاملوں قاضیوں اور حاکموں کے تقرب کا وسیلہ بنا لیا۔ پھر جھوٹے

لیتے تھے اور عہدے وانعام پاتے تھے اور اُنہوں نے ہمارے نام سے بہت سی جھوٹی حدیثیں اور روایتیں ان سے بیان کردیں جو نہ ہم نے کہی تھیں اور نہ کی تھیں اور یہ بات امام حسنؑ کی موت کے بعد زمانہ معاویہ میں بہت بڑھ گئی کہ ہمارے شیعہ ہر شہر میں قتل کئے جاتے تھے اور ان پر جھوٹے الزام لگائے جاتے اور جھوٹی روایتیں گھڑی جاتی تھیں۔ الخ۔ اور عمر عاص مغیرہ بن شعبہ عروہ ابن الزبیر وغیرہم خاص طور پر علیؑ و اولاد علی کو دشمن رکھتے تھے ہمیشہ ان کی تنقیص کرتے تھے اور جھوٹی روایتیں بناتے تھے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۴ صفحہ ۶۹)

عہد معاویہ میں تو حدیث سازی کا خاص محکمہ تھا اور معاویہ نے اپنے گورنروں کے نام احکام جاری کردیئے تھے کہ علی کے فضائل محو کئے جائیں اور خلفائے ثلثہ کے فضائل بنائے جائیں اور علی و اولاد علی کی تنقیص کیجائے اور انکو علی الاعلان منبر و پر سب و شتم و لعن و طعن کیا جائے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک ایسا ہی ہوتا رہا اور اس نے بلطائف حیل بند کیا کلبی مورخ کی تحقیق میں سترہ ہزار رس منبر و پر رو جمہ۔ ایک وقت میں خطبہ نماز کے ساتھ علی و اولاد علی کو اس زمانے میں سب و شتم کیا جاتا تھا اسوقت تک اعتقادات اسلام میں کئی لاکھ جھوٹی حدیثوں کا ذخیرہ مسلمانوں میں مہیا ہو گیا (تاریخ الخمیس۔ النصائح الکافیہ شرح نہج البلاغہ)

سوم۔ یہ کہ بعض اصحاب رسول زمانہ رسول ہی میں مرتد ہو گئے تھے مگر حیات رسول تک دبے ہوئے تھے اب وہ بھی کھل کھلے آزاد ہو گئے۔ جو کینہ دل میں اسلام اور اہل اسلام سے رکھتے تھے ظاہر کرنے لگے۔ جو جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ وہ بھی خلفاء کی طرف سے بلائے گئے۔ اور اُنہوں نے تخریب اسلام کیلئے سینکڑوں جھوٹی روائتیں حدیثیں

اور تفسیریں مسلمانوں میں پھیلا دیں جیسے کہ اشعث بن قیس یہ مرتد ہوگیا تھا حضرت ابوبکر نے اپنے عہد میں اسکو معاف کر دیا اور اپنی بہن بھی نذر دیدی (کہ عداوت علی و اولاد علی کیلئے کام کا آدمی تھا عبداللہ ابن ابی سرح برادر رضاعی عثمان ولید بن عقبہ مروان بن الحکم ملعون رسالتمآب وغیرہم یہ سب تخریب دین کی حدیث ساز جماعت ہے۔ اور یہی رواۃ آثار و احادیث اہل سنت ہیں ۔ روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ ترمذی و ابن ماجہ) ان کے علاوہ بہت سے اصحاب رسول بعد انتقال رسول دین یا عمل نبی سے مرتد ہو گئے! اور بعض منافق کفر میں کھل گئے اور دین کو متغیر و متبدل کر دیا ہزاروں جھوٹی حدیثیں اور تفسیریں وضع کر کے مسلمانوں میں شائع کردیں (احادیث کتاب الحوض و کتاب الفتن بخاری ملاحظہ ہو ص ۹۷۳-۱۲۵ انتہی

اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ"۔ جناب رسول خدا حوض کوثر پہ ہونگے اور انکے بعض اصحاب کو ثر سے ہٹائے جائینگے اور ان کو سیراب نہ ہونے دیا جائیگا۔ آنحضرت کہینگے یہ تو میرے اصحاب ہیں یا اصحاب کے بچے ہیں تو ندائے الٰہی آئیگی کیا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ یہ دین سے پھر گئے اور پھر کافر ہوگئے"۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا بَدَّلُوْا بَعْدَكَ اَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ"۔ اے محمدؐ کیا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کس طرح تمہارے دین کو بدل دیا تو میں کہونگا ہلاکت [redacted] ان کے لئے جنہوں نے میرے دین کو بدلدیا۔

صحیح مسلم کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ فَیُقَالُ اِنَّهُمْ لَنْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ۔ جب سے تو ان سے جدا ہوا ہے یہ برابر دین

سے پھرتے رہے ہیں۔ فَاِذَا اُولٰئِکَ یَرْجِعُوْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ علامہ مناوی شرح جامع
صغیر میں ان روایات کی نسبت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے ان اصحاب مرتدین کو
سُحْقًا سُحْقًا فرمانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو مرتد ہو گئے تھے اور
یہ کہا گیا ہے کہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ کے بعد کار۔ بدعتی اور ظالم ہو گئے تھے اور حق کا نام
مٹانے میں منہمک تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد منافق اصحاب ہیں
یہ بھی وہی بات ہے اور قاضی نے کہا ہے۔ کہ حوض سے ہنکائے جانے والے مرتد
اصحاب رسول کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایسے لوگ تھے جو استقامت بر دین
اور عمل صالح سے مرتد ہو گئے تھے۔ دوسرے وہ جو اصل دین ہی سے مرتد (کافر)
ہو گئے تھے۔ کوئی فرض کئے جائیں۔ مگر بہر حال ان روایات کا منشا یہی ہے کہ بعد
رسول اللہ کچھ ایسے اصحاب رسول تھے جنہوں نے دین کو بدل لیا اور احکام کو الٹ
پلٹ کر کے صورت اسلام مسخ کر دی اور سینکڑوں بدعتیں پھیلا دیں اور یہ مسلم ہے کہ
دین کو بدلنا اور احکام کو متغیر کرنا عوام اور معمولی مسلمانوں اور عام اصحاب
رسول کا کام نہیں ہے۔ وہ یہ جرأت کبھی نہیں کر سکتے اور نہ ان کے بدلنے سے
بدلا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس پر عمل نہ کریگا۔ اور کوئی عامی کی بات نہ مانیگا۔ یہ
دین کو بدلنے اور مسخ و نسخ کرنے والے وہی اصحاب ہو سکتے ہیں جو صاحب حکم و اقتدار
ہوئے اور جنکو مسلمانوں پر اقتدار حاصل ہوا جن کی لوگ پیروی اور تقلید کر سکتے
تھے اور کرتے تھے جن کی بات اثر رکھتی تھی اور مانی جاتی تھی جنکی بنائی بنتی اور
بگاڑی بگڑتی تھی۔ لہذا اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کو بدل دینے
والے اصحاب وہی ہیں جو بعد رسول دین پر قابض اور صاحب اقتدار و اختیار

ہوئے اور اپنے حکم سے جو چاہا کیا اور اسکی مثالیں گذریں اور انکے ساتھ اور بھی ایسے ہی شامل تھے جو بزرگ مانے جاتے تھے یا حکم بنے ہوئے تھے۔ یا قاضی شریعت یا مشیر دولت سلطنت جناب رسالتماب کی حدیث ذیل اس حقیقت پر خاص روشنی ڈالتی ہے۔ موطا، ابن مالک ص۲۵۸ رسول شہدائے بدر کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ میں انکی گواہی دیتا ہوں کہ یہ مومن تھے حضرت ابو بکر نے عرض کیا۔ رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ فرمایا کیوں نہیں لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کیا کیا بدعتیں دین میں پیدا کرو گے حضرت ابی بکر خوب روئے اور عرض کیا کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہینگے۔ وفیہ عبرۃ لاولی الالباب۔ یہ اور اسی قسم کی مذکورہ بالا روایات و احادیث قرآنی نظریہ خلافت میں آئی ہیں اور آئینگی۔ یہاں اس کیلئے اس اختصار ہی پر اکتفا کیجاتی ہے۔ غرض بعد رسول اللہ وجوہات مذکورہ سے دین کی بنیاد رائے و قیاس پر رکھی گئی۔ قرآن و سنت کو در اصل چھوڑ دیا گیا اور جھوٹی روایتوں اور حدیثوں کا ذخیرہ جمع ہوگیا۔ اس لئے رسول روز قیامت یہ شکایت کرینگے

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ	اور یاد کرو اسوقت کو کہ رسول کہیگا اے
اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا	میرے پروردگار میری قوم نے قرآن
الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔	کو مہجور و متروک کر دیا۔

اسے چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے لگے اور میرے بعد قرآن و سنت کی جگہ اجماع اور قیاس و رائے نے لے لی۔

تمثیلات تغیرات و تنسیخات احکام کتاب و سنت اول حضرت ابو بکر

نے سب سے پہلے باب خلافت میں نص قرآنی کو منسوخ کیا یعنی اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَة۔ اور لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے خلاف عمل کیا

دوم۔ آیت میراث کو منسوخ کر کے حضرت فاطمہ کو ترکہ پدری سے محروم کیا اور لا نرث ولا نورث خلاف کتاب اللہ روایت خود ہی گھڑی (یہ ایک ایسی سنت ابوبکر قائم ہو گئی کہ ابتک ہزار ہا دختران اسلام ترکہ پدری سے محروم کیجاتی ہیں اور یہ شریعت بگڑی ہے خصوصاً اہل پنجاب میں یہ حضرت ابوبکر کی روحانیت کا اثر ہے۔

سوم۔ عطیہ پدری سے محروم کیا۔

چہارم۔ رد شہادت مومنین خلاف قرآن۔ فاطمہ کے دعوے میں شہادت علی و حسنین وام ایمن قبول نہ کی اور حکم وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ کو گویا منسوخ کر دیا۔

پنجم۔ آیہ حکم و قضا کو منسوخ کر کے فاطمہ کے مقدمہ کا باوجود مدعا علیہ ہونے کے خود فیصلہ کیا اور اپنے موافق۔

ششم۔ مسلمانوں سے جہاد کرنا خلاف نص قرآن جائز قرار دیا۔ اور باوجود تمام صحابہ کی مخالفت رائے انکو تباہ کر دیا۔ حالانکہ وہ پکے مسلمان تھے صرف انہوں نے ابوبکر صاحب کو مال زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ انکو ان اموال کا مستحق نہ سمجھتے تھے اور نہ وہ تھے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے اور رسول اللہ نے کبھی منافقین کو قتل نہیں کرایا اور ان سے جہاد نہیں کیا۔ جہاد کا صاف حکم جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ہے اور وہ سارے مسلمان تھے اور کہتے تھے نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَنُصَلِّیْ وَلَا نُعْطِیْكُمْ اَمْوَالَنَا ہم خدا پر ایمان رکھتے اور رسول کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور اپنے مال تم کو نہیں دیتے۔

اور اپنے مال البتہ تمکو نہیں دیتے (کہ تم اسکے حقدار نہیں ہو) بخاری شریف وغیرہ)
لیکن چونکہ ابوبکر دین میں صرف اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے یا حکم اجماع پر
اسلئے حکم قرآن و سنت کو رد اور منسوخ کر دیا۔ پر لطف بات یہ ہے کہ جب رسول اپنی زندگی
میں ایک منافق کے قتل کا حکم شیخین کو دیتے ہیں تو یہ اسکو نماز پڑھتا دیکھکر چھوڑ دیتے ہیں
کہ نمازی کا قتل حرام ہے اور رسول کے حکم کو رد کر دیتے ہیں۔ مگر اپنی حکومت جمانے
اور رعب بٹھانے کیلئے ہزارہا مسلمان نمازیوں کا خون پانی کی طرح بہا دیتے ہیں
(مصحف ناطق) ششم زکوٰۃ نہ دینے والے مومن مسلمانوں کو ان طرق سے قتل
کرایا جو اسلام میں جائز نہیں پتھروں سے کوٹ کوٹ کر مروائے گئے۔ زندہ جلوائے
گئے بعض کو خود اپنے سامنے آگ روشن کرا کر زندہ جلوا دیا (تاریخ طبری جلد ۴ ص ۲۲۴-۲۴۲
تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۳۳ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۳۴ مروج الذہب ص ۱۴۱ و ص ۲ وکنز
العمال جلد ۳ ص ۱۳۵ و تاریخ ابن قتیبہ)۔

ہفتم حکم قصاص "ولکم فی القصاص حیوٰۃ"۔ "النفس بالنفس" منسوخ کر دیا۔
خالد کو جس نے مالک بن نویرہ مومن متقی کو بلا جرم قتل کر دیا تھا۔ باوجود اصحاب کے
اصرار کے اس پر حد قتل جاری نہ کی اور حکم قرآن کی پرواہ نہ کی اور کہدیا کہ اس نے اپنی رائے
سے تاویل کر لی۔ اور جو چاہا سو کیا یعنی خالد بھی قرآن کی آیات کی اپنی رائے پر تاویل
کر کے منسوخ کرنیکا حق رکھتا ہے۔ خدا کی پناہ دما اجراھم علی النار۔

ہشتم۔ خالد نے مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اسی شب اسکی بیوی سے جس پر پہلے
سے فریفتہ تھا زنا کیا۔ ابوبکر نے اس کو سزا نہیں دی اور رجم نہیں کیا۔ حالانکہ اُن
کے اُستاد حضرت عمر بہت مصر رہے۔ مگر حضرت ابوبکر نے نص قرآن کے باب حد زنا

کو منسوخ کردیا۔ قرآن کے خلاف اپنی رائے پر عمل کیا۔ روضۃ المناظر ص۱۱۵ ابوالفدا جلد۱ ص۱۹۸ کامل جلد۲ ص۱۲۶ طبری جلد۳ ص۱۴۳

نہم۔ تحریف قرآن کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی اور آپ نے اپنے زمانے میں خلاف صورت تنزیلی قرآن کو نئے سرے سے جمع کرایا۔ اور آجتک ترتیب سور قرآنی و ترتیب بعض آیات قرآنی محرف و مبتدل موجود ہے۔ اس پر حضرت عثمان نے اور اضافہ کیا۔

دہم۔ حد شرابخوری میں آپ نے چالیس کوڑے لگانے خلاف حکم پیغمبری اپنی رائے سے مقرر کردئیے۔ کنز العمال جلد۱ ص۱۲۹

یازدہم۔ قرآن میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ حضرت ابوبکر نے پیر کاٹنے بھی اپنی رائے سے تجویز کردئیے۔ کنز العمال جلد۳ ص۱۱۵

دوازدہم۔ مسائل میراث میں بھی خوب قیاس آرائیاں فرمائی ہیں۔ آپ دادا کو میراث میں باپ قرار دیتے ہیں اور دونوں صاحبوں کی رائے تھی کہ میراث دادا بھائی سے مقدم ہے کان رای ابی بکر ان یجعل الجد اولی من الاخ وکان عمر یکرہ الکلام فیہ کنز العمال جلد۶ ص۱۲۶

سیزدہم۔ نکاح متعہ کے حرام کرنے اور زنا کو جائز کرنے میں حضرت ابوبکر بھی حضرت عمر کے شریک کار ہیں۔ اور اسیطرح حج تمتع کو حرام بتاتے ہیں اور انکی رائے پر آیہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً اور آیہ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ ان کی رائے سے منسوخ اور متروک العمل ہو گئیں۔

چہاردہم۔ ایک روز آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے سورہ آل عمران شروع کردی تو حضرت عمر نے ساتھ سے کہا بندہ خدا اگر یہ سورہ پڑھو گے تو ختم سے پہلے رج

نکل آئیگا۔ فرمایا اگر نکل آئیگا تو کیا ہو جائیگا ہمیں غافل تو نہ پائیگا۔ یعنے انکی رائے میں نماز کا وقت پر ادا کرنا ضروری نہیں اور اس رائے سے انہوں نے حکم کتاباً موقوتاً کو منسوخ کر دیا کہ نماز وقت معین کے اندر ہونی چاہیئے۔ کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۸۱ ۔

اس روایت میں ایک پر لطف بات یہ ہے کہ نماز جماعت ہو رہی ہے اور حضرت عمر بھی اس میں اعتراض کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر بھی جواب دے رہے ہیں۔ مگر وضو سے بے تمیز کی طرح نماز نہیں ٹوٹتی وہ جاری ہے۔ بات صاف ہے اس حکم رسول کی پروا نہیں کہ نماز میں کلام نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ باطل ہے۔

پانزدھم معمولی احکام دین میں حضرت ابوبکر اپنی رائے سے رسول اللہ کی مخالفت کیا کرتے تھے مثلاً رسول اللہ انگشتری دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے ان بزرگوار نے بائیں میں پہننی شروع کر دی اور اسیطرح حضرت عمر نے تاکہ امتیاز مخالفت سنت نبوی قائم رہے اور آجتک ہے۔ جملہ اہل سنت بائیں ہاتھ میں انگشتری پہننا سنت جانتے ہیں کیونکہ یہ سنت شیخین ہے اور خلاف سنت نبوی یہ مشت نمونہ از خروارے ہے تفصیل ایک مستقل کتاب چاہتی ہے اور ضمناً ابھی کچھ اور باتیں بھی اختلاف نماز کے بیان میں آجائینگی۔

شانزدھم۔ آپ نے عقائد میں بدعت کی کہ خدا کو بندوں کے افعال کا فاعل بنا دیا۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا آپ کی کیا رائے ہے کہ زنا بھی خدا کی طرف سے ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ تو خدا ہی مجھ سے زنا کراتا ہے اور وہی پھر مجھے پر عذاب بھی کرے گا (بڑا ظالم ہے) اگر کوئی اور ہوتا تو تیری ناک کٹوا دیتا۔ کنز العمال صفحہ ۸۵۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۹۔

هفتادهم۔ نماز میں سلام کی حالت میں قبلہ سے انحراف آپ ہی کی ایجاد ہے جس سے سارے مسلمانوں کی عبادتیں باطل ہو جاتی ہیں منتخب۔ کنز الاعمال ج ۳ صفحہ ۲۰۹۔ بطلان نماز کی تصریح آئندہ اپنے مقام پر آئے گی

پر لطف اجتہادرائے یہ ہے کہ آپ رسول اللہ کی زندگی ہی میں نماز تہجد اول شب بعد نماز عشا ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور آیہ مجیدہ "قُمِ اللَّيْلَ اِلَّا قَلِيلًا" کی پابندی نہ فرماتے تھے۔ اور ایسی چیزیں الد ہیں آپ سن چکے ہیں کہ آپ نے پانسو احادیث رسول پھونک دیں۔ یعنے پانسو احکام وسنن رسول کو فنا کردیا بیت المال بنا۔ اور اس سے تنخواہیں لیجانے لگیں۔ ورنہ رسول یا نائب رسول کی تنخواہ کیسی۔ جو حصہ مثل دیگر مسلمانان ملتا اسی پر گذارہ لازم تھا۔ زائد کیلئے کوئی کسب کرتے جو طریق رسول وآل رسول تھا۔ وھذا البحث طویل۔

هجدهم۔ حضرت عمر کی روایات تو بہت مشہور ہیں۔ سب سے پہلے آپنے لقب امیر المومنین کہا۔ جو خاص علی کا لقب تھا اور رسول اللہ نے خبر دی تھی کہ سوائے جھوٹے مفتری کے کوئی اسکا دعوے نہ کریگا۔ اور اس کے بعد ہزاروں فاسق و فاجر امیر مومنان کہلائے اور بیدین امیروں کی عنایت سے دین اسلام مجسمہ بیدینی بنگیا۔

نوزدھم۔ حضرت عمر ہی نے سنت خدا ورسول کے خزانے جمع کرنے اور بیت بنانے کی بنیاد ڈالی۔

بستم۔ آپ نے تراویح قائم کی یعنے نماز سنت کو جماعت سے پڑھنا سکھایا۔ حالانکہ حضور نے منع فرمایا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ بھی راوی ہیں کہ نماز سنت ونفل میں جماعت نہیں چاہیے۔ جیسا کہ گذرا۔

بست و یکم۔ آپ نے خلاف حکم خدا و رسول محکمہ جاسوسی قائم کیا۔ اور آیۂ لا تجسسوا کو منسوخ کر دیا۔

بست و دوم۔ بیع امہات و اولاد سے منع کیا۔

بست و سوم۔ شراب خوری کی حد اسی کوڑے قرار دی۔

بست و چہارم۔ نکاح منقطع تمتع بالنساء اور حج تمتع کو حرام کیا اور اس تحریم کے ذریعہ زنا کی اشاعت کی۔ دقال علی لولا نهى عمر عن المتعة ما زنى فى الدنيا الا شقى اگر عمر نے متعہ نکاح منقطع کو منع نہ کیا ہوتا تو دنیا میں سوائے کسی بدبخت کے کوئی بھی زنا نہ کرتا۔ یہ دنیا بھر کی زناکاری مسلمانوں میں آپکا فیض ہے۔

بست و پنجم۔ نماز جنازہ میں بجائے پانچ چار تکبیریں مقرر کیں (تفصیل آئندہ)

بست و ششم۔ اختیاس صدقات کیا۔ مال زکوٰۃ روک رکھا۔

بست و ہفتم۔ میراث میں مسئلہ عول ایجاد کیا اور اسیطرح تعصیب (تاریخ الخلفاء) ایسی ایسی بیشمار منسوخات احکام قرآن و حدیث اور قیاس بدرائے پر عمل کتب احادیث و سیر و تواریخ میں مندرج ہیں۔

بست و ہشتم۔ علامہ قوشجی شرح تجرید میں لکھتے ہیں کہ منجملہ مطاعن عمر یہ ہے کہ عمر نے ازواج النبی کو زیادہ سے زیادہ حصہ دیا اور فاطمہؑ اور اہل بیت کا خمس بند کر دیا (خمس بند کرنے میں حضرت ابوبکر شریک بلکہ مقدم ہیں) اور حد نامیں بجائے سو کے اسی کوڑے مقرر کئے تقسیم غنائم میں مہاجرین کو انصار پر مقدم کیا اور انکو زیادہ دیا اور انصار کو غیر انصار پر اور عرب کو عجم پر فضیلت دی اور تقسیم المساوات جو سنت رسول تھی۔ بدل دی اور متعۃ النساء اور متعۃ الحج کو حرام کر دیا اور منبر پر

چڑھ کر کہا۔ اے لوگو تین چیزیں رسول اللہ کے عہد میں تھیں اور میں ان سے منع کرتا ہوں اور انکو حرام کرتا ہوں اور ان کے کرنے پر سزا دونگا ایک متعۃ النسا دوسرے متعۃ الحج تیسرے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل (اذان میں) بیچارہ جس جرأت جسارت سے حلال خدا و رسول کو حضرت عمر حرام کرتے ہیں اور علماء انکی اس جرأت پر تحسین اور اس فعل کی تعریف اور تاویل کہ وہ مجتہد تھے اور ایک مجتہد اپنی رائے سے دوسرے مجتہد کے خلاف کر سکتا ہے یعنی رسول اللہ بھی ایک مجتہد تھے حضرت عمر نے رسول اللہ کے احکام کو اپنے اجتہاد سے رد کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک الاعتقاد۔ نبوت کجا اور اجتہاد کجا۔ ایک دوسرے کی ضد ہے اگر نبی مجتہد ہے تو نبی نہیں اور اگر نبی ہے تو مجتہد نہیں۔ علامہ قوشجی اس قول میں رسول کو جو مجتہد کہتا ہے تو یہ سراسر انکار نبوت اور ہمارے اس قول کی تصدیق و تائید کہ حضرات اہل سنت اور ان کے بزرگان دین محمد عربی کو خدائی پیغمبر صاحب وحی روح قدس نہیں جانتے۔ ایک بادشاہ عرب سمجھتے ہیں اور اپنا ایسا ایک مجتہد مثل ابو حنیفہ وغیرہ جانتے ہیں اور حضرت عمر سے مرتبہ اجتہاد اور علم میں کم جانتے ہیں اور اسی پہ عمل ہوتا ہے ہر ایک مقام اختلاف میں خدا و رسول کے حکم پر عمر صاحب کے فتویٰ کو مقدم رکھا جاتا ہے اور عمل کیا جاتا ہے جیسا کہ تراویح میں گذرا اور مزید تفصیل نظریہ میں آئیگی، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر یہ حضرات اپنا نبی مانتے ہیں تو حضرت عمر کو (کما لا یخفی)

علامہ قوشجی نے یہاں حضرت عمر کو خدا سے بھی بڑھا دیا ہے اور خدا کو ان سے گھٹیا مجتہد بنا دیا ہے کیونکہ حضرت نے جو احکام منسوخ کئے ہیں اور حلال کو حرام بنایا ہے وہ سب صریح احکام الٰہی ہیں اور نصوص قرآنی مثل متعۃ النسا و متعۃ الحج و خمس

ذوی القربیٰ اور قوشجی انکو ایک مجتہد کا قول کہتا ہے اور قول عمر سے منسوخ قرار دیتا ہے بلاشبہ قول حضرت عمر کو خدا و رسول کے مقابلہ میں ترجیح دیجاتی ہے اور ہر مقام پہ اسکو مقدم رکھا جاتا ہے اور تمام مسائل دینیہ مختلفہ کا یہی حال ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول متروک اور فرضی اولی الامر کی اطاعت معمول و مقبول۔

امام فخرالدین رازی بھی اس مقام پر تو مجبور ہیں کہ وہ کہیں کہ رسول مجتہد نہیں ہوتا چنانچہ وہ آیہ مجیدہ مَا اُبَدِّلُ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (میں اپنی طرف سے کوئی بات تبدیل نہیں کرتا۔ اپنی رائے سے کوئی فتویٰ نہیں دیتا ہوں تو بس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو خدا کہتا ہے وہی میں پہنچا دیتا ہوں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں

وَهُوَ یَدُلُّ عَلٰی حُکْمَیْنِ اَلْحُکْمُ الْاَوَّلُ اَنَّ هٰذَا النَّصَّ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ یَحْکُمُ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِهٖ فِیْ شَیْءٍ مِّنَ الْاَحْکَامِ وَاَنَّهٗ مَاکَانَ مُجْتَهِدًا بَلْ جَمِیْعُ الْاَحْکَامِ کَانَتْ صَادِرَةً عَنِ الْوَحْیِ وَیَتَاَکَّدُ هٰذَا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

یہ آیت دو حکموں پر دلالت کرتی ہے اول یہ ہے کہ یہ نص قرآنی دلالت کرتی ہے کہ رسول کسی بھی امر میں اپنی طرف سے کوئی حکم نہ دیتا تھا اور وہ مجتہد نہ تھا (رسول تھا) بلکہ تمام احکام محمدی وحی الٰہی سے صادر ہوئے تھے۔ اور اسی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے کہ رسول اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا وہ تو بس وحی سے کلام کرتا ہے۔

حضرت عمر کی صریح غلطی اور جرأت فی الدین کو صحیح بنانے کیلئے رسول کو خطا کار مجتہد اور حضرت عمر کو معصوم ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر آجتک

عل ہے۔ بلکن برئون ممایشرکون ۔

سی وسیع حکم طلاق "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ" قول عمر کے مقابلہ میں مردود و متروک ہے۔ ایک وقت میں تین مرتبہ طلاق کہکر عورت بائن کر دیجاتی ہے۔ اور عدت بھی نہیں کٹتی۔ اور صاف کہا جاتا ہے کہ قرآن سے تو بیشک طلاق یہی ثابت ہوتی ہے۔ جو طریق علماء اہل بیت ہے لیکن قول عمر اس کے خلاف ہے۔ اس پر عمل لازم ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔ خدا رسول اور اہل بیت رسول سب کے احکام پس پشت ڈالدئے گئے ہیں۔ ایک ذرہ برابر بھی اصحاب رسول اور علماء اہل سنت میں رسول کی حرمت و توقیر نہیں۔ خود حق کے خلاف کرتے اور اہل حق پر اعتراض یہ ان ھٰذا الشیئ عجاب حلال خدا کو حرام کرتے ہیں اور جو حلال خدا پر عامل ہو اسکو مورد لعن و تشنیع ٹھہراتے اور مرتکب حرام کہتے ہیں۔ وما اصبرھم علی النار۔

قَالَ عُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَهْلَكْتَ النَّاسَ قَالَ وَمَا ذَالِكَ قَالَ تُفْتِيْهِمْ الْمُتْعَتَيْنِ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ نَهَيَا عَنْهُمَا فَقَالَ اَلَا لِلْعَجَبِ اِنِّىْ اُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يُحَدِّثُنِىْ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۳	عروہ بن زبیر نے ایک دن ابن عباس سے کہا کہ تم نے لوگوں کو تباہ کر دیا کہا۔ وہ کیسے۔ کہنے لگا تم متعۃ النساء و متعۃ الحج کا فتوے دیتے ہو حالانکہ تم جانتے کہ ابوبکر و عمر نے انکو حرام کر دیا ہے اور انسے نہی فرمائی ہے۔ فرمایا اُف کیسا تعجب ہے کہ میں رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور یہ مجھکو ابوبکر و عمر کی حدیث سُناتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں

سی و چہارم۔ ایک مرتبہ معاویہ نے سونے چاندی کے برتن انتہا سے زیادہ قیمت پر بیچے تو ابو درداء صحابی نے عرض کیا۔ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہی معاویہ نے کہا۔ اَمَّا اَنَا فَلَا اَدْرِیْ بِہٖ بَاسًا لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فَقَالَ اَبُو دَرْدَاءِ مَنْ عَذِیْرِیْ مِنْ مُعَاوِیَۃَ اُخْبِرُہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَیُخْبِرُ عَنْ نَفْسِہٖ لَا اُسَاکِنُکَ اَبَدًا۔ ابو درداء صحابی چیخ اُٹھے۔ ارے غضب۔ معاویہ سے کون میری معذرت لے۔ میں رسول کی حدیث بیان کرتا ہوں اور وہ مقابلہ میں اپنی رائے پیش کرتا ہے۔ میں اُس کے پاس کبھی نہ رہونگا۔ معاویہ کب دین رسول کو مانتا تھا وہ ملحد تھا جو چاہتا تھا دین میں رائے دے دیتا تھا۔

سی و پنجم۔ مولفۃ القلوب کا حصہ جو قرآن پاک میں ہے۔ وہ حضرت ابوبکر کے اجماع نے منسوخ کر دیا تھا۔ دو بھائیوں کی صورت میں ماں کو (۱/۳) سے حضرت عثمان نے محروم کر دیا۔ ابن عباس نے اعتراضاً پوچھا کہ حکم قرآن کے ماں کو اس صورت میں کس نے اس کے پورے حق سے محروم کر دیا تو حضرت عثمان نے جواب دیا حَجَبَہَا قَوْمُکَ یَا غُلَامُ۔ اے لڑکے تیری قوم کا اجماع قریش نے اسکو محجوب الارث کر دیا۔

سی و ششم۔ قرآن پاک میں حکم صریح ہے۔ کہ اگر وضو کو پانی میسر نہ ہو یا معذور ہو تو تیمم سے نماز پڑھ لو۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا لیکن حضرت عمر کی رائے اسکے خلاف تھی اور ایسا نہ کرتے تھے اور تیمم سے نماز نہ پڑھتے تھے اور ان کے ہم جماعت او معتقد بھی۔ بلکہ مہینوں ایسی صورت میں نماز ترک کر دیتے تھے اور خدا

رسول کے مقابلہ میں حکم عمری جاری و نافذ رہتا تھا اور ہے (بخاری ص۴۹ و۵۰)

سی و ہفتم۔ وضو میں غسل پا بھی حضرت عمر ہی کی ایجاد ہے۔ اور حکم قرآن مسح پا ہے۔ "فامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین"۔

سی و ہشتم۔ ترک التسمیہ بالجہر بھی اول انہی کی تصنیف تھی معاویہ نے اس کی اشاعت خاص کی۔

سی و نہم۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ان ہی کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور اسکی علت بھی مروی ہے البول قائماً احرز للمقعد واللہ اعلم۔

یعنی اسکو خلاف سنت رسول ایک فعل ممدوح خیال فرماتے ہیں۔

چہلم۔ طہارت و استنجا بہ کلوخ بھی آپ ہی کی بدعت ہے حکم خدا کے خلاف "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ" خدا نے آسمان سے پانی نازل فرمایا کہ تم اس سے اپنی طہارت کرو۔ اپنے کو پاک رکھو۔ ان تمام بدعات اسلامی و سنن عمری پر نہایت پابندی سے عمل ہوتا ہے اور اخلاق عمری و تہذیب اسلامی کا مظاہرہ شارع عام پر بر سر بازار ہوتا رہتا ہے۔ دنیا تف کرتی ہے اور تہذیب اسلامی روتی ہے۔ مگر کسی مسلمان کو حیا نہیں آتی۔

چہل و یکم۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کی بدعت بھی حضرت عمر ہی کی سنت ہے۔ العسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں تصریح کی ہے۔ مگر تاریخ الخلفاء والے نے از اولیات عمر میں اسکو عمداً ترک کر دیا ہے تو سنی نے بھی اسکو نہیں لیا۔ اسکا مزید ذکر آئندہ آئیگا۔

یہ چند تبدیلات ہیں کہ اصحاب رسول سے جنکا ذکر ہوا کس طرح احکام رسول کو بدلا اور احداث فی الدین کیا اور کیسی کیسی بدعتیں پیدا کیں۔ یہانتک کہ حضرت عمر نے اصحاب رسول کو حدیث رسول بیان کرنے سے منع کر دیا تھا جیسے کہ ابو ہریرہ اور کعب الاحبار وغیرہا

چنانچہ خود ابوہریرہ کا بیان ہے۔ مَا كُنَّا نَسْتَطِيعُ اَنْ نَقُوْلَ۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی قُبِضَ عُمَرُ جب تک عمر زندہ رہے ہمیں قال رسول اللہ کہنے کی مجال نہ تھی۔ رسول کی کوئی حدیث بیان نہ کر سکتے تھے۔

چہارم نصب خلافت نبوی میں تحت اجماع جاری ہو نیسے اور اصول نص خدا و رسول کو توڑنے سے جو پہلی بدعت اور احداث فی الدین ہی تھا دین اسلام قدرۃً خاص دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں چلی گئی اور دین با دشاہت غیر نبویہ کی صورت میں کلیتہً تبدیل ہو گیا۔ کوئی حرمت احکام دین کی باقی نہ رہی کیونکہ یہ حقیقت نا قابل انکار بلکہ مسلمہ اولی الابصار الانظار ہے کہ بنی امیہ دشمنان بنی ہاشم تھے اور پیغمبر بنی ہاشم سے تھے اور سترہ لڑائیاں ان بنی امیہ نے رسول اللہ سے اسلام کے مٹانے کے لئے لڑیں مگر اسوقت تائید غیبی شامل حال تھی۔ وہ رسول پر کامیاب نہ ہوئے اور رسول اللہ نے انکی قوت و طاقت کو فنا کر دیا اور فتح مکہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے اور مطلقاً ہو کر دائرہ اسلامی میں جان بچانے کے لئے داخل ہو گئے تھے۔ انکا اپنی عداوت اسلام و پیغمبر اسلام اسیطرح ان کے دلوں میں جاگزین تھی شیخین نے رسول اللہ کی تیئیس سالہ کوشش کو خلافت کو مرکز سے ہٹا کر برباد کر دیا۔ کہ اس کے نتیجہ میں یہ خاص دشمن اسلام بنگئے اول رسول کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کو ما صدقات رسول عطا ہوئی پھر شام کا گورنر ہو گیا۔ اور یہ گورنری پھر اس سے معاویہ تک پہنچ گئی۔ اور خلافت حضرت عثمان کے دوران۔ کے مرنے کے بعد معاویہ نے دعوے خلافت کر دیا اور حضرت علیؑ سے لڑا اور جعل و فریب سے آخر کار مختار کل ہو گیا۔ اور اس کے عقائد و شنائع افعال کا شمہ اوپر بیان ہوا کہ وہ ملحد تھا ملحد و منکر رسالت دین رسول کا مبلغ و

محافظ ہوتے کیا دین رسول کی کوئی اصل کبھی باقی رہ سکتی ہے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے بعد اسکا فرزند نجس یزید پلید اسی مسند خلافت نبوی کا وارث ٹھہر گیا اور خلفاء نبی میں شمار (تاریخ الخلفاء و صواعق محرقہ) اور اس نے دین اسلام کو لہو و لعب بنا لیا محرمات کو حلال اور محرمات کو عملاً حرام کر دیا تھا۔ بازی، سگ بازی۔ ریچھ بازی۔ قمار بازی وغیرہ اس کے مشاغل دینی تھے سوتیلی ماؤں اور بیٹیوں کو حلال و مباح کر دیا۔ خانۂ رسالت کو تباہ و برباد کیا بیت اللہ کو ڈھایا اور جلایا۔ مدینہ رسول کو لٹوایا۔ اصحاب رسول کو قتل کروایا اور ہزاروں زنان مومنین و صحابۂ رسول سے زنا کروایا گویا زنا حلال کر دیا حرم رسول کو سگ خانہ و اصطبل بنا دیا۔ رقص علی ذلک کل شعائر اللہ کی بےحرمتی کی اور تمام محرمات کو حلال کر دیا اور رفتہ رفتہ وہی مذہب اہل سنت بنگیا۔ درانحالیکہ وہ اپنے عقائد کو علی الاعلان ظاہر کرتا اور کہتا تھا۔

لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

بنی ہاشم نے بادشاہت کا کھیل بنایا ہوا تھا۔ نہ کوئی خبر آسمانی انہیں آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ کیسی حدیث قدسی و کیسا کلام اللہ سب ڈھونگ رچایا ہوا تھا

مَضٰی فِیْ غَفْلَةٍ عُمْرِیْ کَذٰلِکَ یَذْھَبُ الْبَاقِیْ
اَدِرْ کَاسًا وَنَاوِلْهَا اَلَا یَا اَیُّهَا السَّاقِیْ

اس کی محفل شراب و کباب کا ترانہ تھا یزید کے بعد مروان بن الحکم ملعون ابن ملعون طرید و مخروج رسول اللہ نے خلافت کی گیند کھیلی۔ اور اس کے بعد اسکے بیٹے عبدالملک اور اس کے چار بیٹوں اور دو پوتوں نے۔ اور یہ سب ایک رنگ کے تھے اور سب نے دین محمدی سے کھیلا اور اسکو روندا اور پائمال کیا جنمیں ایک ولید

بن یزید بن عبد الملک ہے جس کے ادنیٰ اوصاف یہ ہیں:۔

كَانَ شِرِّيْبًا لِلْخَمْرِ مُتَهَتِّكًا	نہایت درجہ شرابخوار۔ حرمات اللہ کی ہتک اور
حُرُمَاتِ اللّٰهِ اَرَادَ الْحَجَّ لِيَشْرَبَ	توہین کرنے اور دین سے استہزا کرنے والا۔ اسنے ایک دفعہ
فَوْقَ ظَهْرِ الْكَعْبَةِ ۔	حج کا ارادہ کیا تاکہ کعبہ کی چھت پر بیٹھکر شراب پیے

یہی شراب کے حوض میں اترتا تھا اور جانوروں کی طرح پیتا تھا (تاریخ الخلفاء) اسی نے قرآن کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اس نے شراب پیکر لونڈی سے زنا کیا اور صبح کو اسی حالت جنابت میں اسی لونڈی سے مسلمانوں کی امامت کرائی۔ اُس نے اپنی بیٹی سے زنا کیا اور اُس کی بکارت توڑی۔ اور دایہ کے اعتراض پر کہ بدبخت یہ تو مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ یہ شعر پڑھا ؎

مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّةِ الْجَسُوْرُ

جسنے لوگوں کا لحاظ کیا اور اُن سے ڈرا وہ غم سے مرگیا۔ اور جسنے جسارت کی وہ لذت سے بہرہ اندوز ہوا

اس کے بعد یزید ناقص اور پھر مروان الحمار بنی اُمیہ کا بادشاہ اور اہل سنت کے دین کا پیشوا اور ان کی اصطلاح میں رسول کا خلیفہ ہوا اور اس پر بارہ خلفاء والی حدیث کا خاتمہ ایک ہزار ماہ کے دور حکومت میں بنی امیہ میں صورت دین بہت کچھ مسخ ہوگئی اور احکام متبدل اور حرام نے حلال اور حلال نے حرام کی جگہ لے لی۔ اور یہ تمام باتیں آگے چل کر مذہب اہل سنت بنگئیں اور گویا بارھویں اموی خلیفہ کے بعد عنان حکومت اسلام اور امامۃ الناس و امارۃ الملک بنی عباس کے ہاتھ میں آئی۔ انہوں نے بھی احداث فی الدین اور تغیر حلال و حرام محمدی میں کوئی کمی نہیں کی۔ جو بنی امیہ سے کمی رہ گئی انہوں نے پوری کردی اور

دین محمدی تقریباً ڈیڑھ سو سال ہی میں سراسر بازیچہ اطفال بنگیا کچھ احکام دیدہ و دانستہ خواہش نفس اور عیاشی کے رنگ میں بدلے کچھ جہالت سے بدلے اور کچھ عداوت اہلبیت سے بدلے کیونکہ یہ لوگ گو بنی امیہ کے مخالف تھے مگر تھے سنی المذہب اور سنت کیلئے عداوت اہل بیت رسول لازم ہے۔ اس کے بغیر سنی نہیں ہوسکتا بعض منصف مزاج علماء نے اس کی تصریح فرادی ہے ابن خلکان علی بن جہم دشمن علی و آل علی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

اَنَّهُ کَانَ مَعْذُوْرًا فِیْ بُغْضِ عَلِیٍّ وَالْاِنْحِرَافِ عَنْهُ لِاَنَّ مُحَبَّتَهُ لَا یَجْتَمِعُ مَعَ التَّسَنُّنِ۔

بیشک وہ (علی بن جہم) علی سے بغض عداوت رکھنے اور انسے منحرف و مخالف رہنے میں معذور تھا کیونکہ علی کی محبت سنیت کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ انتہیٰ۔

یعنی جو سنی ہوگا وہ ضرور ہی دشمن علی و آل علی ہوگا اور علی بن جہم سنی تھا۔ اس لئے وہ علی ابن ابی طالب سے دشمنی رکھنے میں معذور تھا۔

پنجم۔ عباسیوں کے دور خلافت میں امامت اجتہادیہ کی بنیاد پڑی اور تھوڑے ہی عرصہ میں چار ائمہ فقہ وجود میں آئے اور انکی اجتہادی آراء اور قیاسات سے احکام اسلام اور بھی متغیر ہوئے بلکہ منعکس ہوگئے یعنی اکثر احکام حرام حلال ہوگئے اور حلال حرام اور گویا کتاب اللہ اور سنت رسول عملاً منسوخ سمجھی گئیں کیونکہ عمل اہل اسلام صرف انہی اماموں کی آراء پر منحصر ہوگیا اور چاروں مذہب جدا جدا قائم حتیٰ کہ کعبہ بھی تقسیم ہوگیا اور ایک کے بعد چار اور مصلے بنادئے۔ اور آجتک بنے ہوئے ہیں۔

امام ابوحنیفہ نے بالخصوص احکام دین کی بنیاد محض قیاس و رائے پر رکھی اور

صحیح احادیث رسول کو رد - اور قرآن کو اپنی رائے کے ماتحت کرلیا اور اس وقت سے علماء کا مذہب یہ بنگیا کہ جو آیت و حدیث و خبر ائمہ اجتہاد کے قول کے مخالف ہو اسپر عمل کرنا جائز نہیں ہے - اور مجتہدوں کے اقوال حدیث پر مقدم ہیں (معاذ اللہ) اسلئے کہ حدیث کی نسبت یہ احتمال ہے کہ موضوع ہو یا منکر ہو اور ثابت بھی ہو تو احتمال ہے کہ منسوخ یا مخصص یا مقید ہو یا مؤول ہو یا معارض ہو - ملاحظہ ہو عبارت اشاعۃ السنہ

وَكُلُّ آيَةٍ وَحَدِيثٍ يُخَالِفُ لِقَوْلِ أَصْحَابِنَا لَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِهِ وَيُقَدَّمُ أَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ عَلَى الْحَدِيثِ الخ.

ہر ایک آیت و حدیث و خبر جو ہمارے اماموں (ابو حنیفہ مالک شافعی احنبلی) کے خلاف ہو اس آیت و حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور ان فقہا کے اقوال کو احادیث و آیات پر مقدم رکھنا چاہیے انتہی -

کتاب معیار الحق میں ہے -

وَحَرَّمَ الْفُقَهَاءُ فِي زَمَانِنَا النَّظَرَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ وَالْآثَارِ وَالْبَحْثَ عَنْ فِقْهِهَا وَمَعَانِيهَا - الخ

ہمارے زمانہ میں فقہا نے کتب احادیث و اخبار و آثار رسول و اصحاب رسول کا مطالعہ حرام کر دیا ہے اور تمام عمر صرف اپنے ان اماموں کے اقوال میں غور و خوض ہی کرتے رہتے ہیں -

نبی معصوم کی احادیث کو پڑھنا اور ان میں غور کرنا اور اصحاب رسول کے آثار دیکھنا جنہوں نے رسول اللہ کی صحبت پائی اور وحی کا مشاہدہ کیا سب ترک کر دیا ہے - یہی مضمون عقد الجید میں شاہ ولی اللہ صاحب نے ترقیم فرمایا ہے - اور شاہ صاحب موصوف اسی بنا پر ابن حزم کی ایک روایت نقل کرنیکے بعد اس پر لکھتے ہیں - حدیث رسول کی مخالفت کا نفاق خفی یا حمق جلی کے سوا کوئی اور سبب نہیں " یعنی جو اس طرح

حدیث رسول کی مخالفت کرتے تھے یا کرتے ہیں وہ یا تو پوشیدہ منافق تھے یا کم علم
کم علم احمق کچھ نہیں جانتے تھے کہ آیت قرآنی کی کیا منزلت ہے اور حدیث نبوی کا کیا
مرتبہ ہمارے نزدیک نبوی باتیں ان میں موجود تھیں منافق بھی تھے اور جاہل بھی
تاریخی حقیقت حق گوئی پر مجبور کر دیتی ہے بعض علماء محققین لکھ گئے ہیں اور اسی پر مجبور
ہیں کہ لکھیں کہ خود امام ابو حنیفہ صاحب عالم نہ تھے انکا عامیوں ہی میں شمار تھا

بقول غزالی۔ وَاَمَّا اَبُوْحَنِیْفَۃَ فَلَمْ یَکُنْ مُجْتَهِدًا لِاَنَّہٗ کَانَ لَا یَعْرِفُ اللُّغَۃَ وَکَانَ لَا یَعْرِفُ الْاَحَادِیْثَ وَلِہٰذَا غَزِیْ بِقَبُوْلِ الْاَحَادِیْثِ الضَّعِیْفَۃِ وَرَدِّ الصَّحِیْحِ مِنْہَا۔

ابو حنیفہ مجتہد بھی نہ تھا کیونکہ وہ عربی نہیں جانتا تھا۔ اور احادیث سے بالکل واقف نہ تھا۔ اسی واسطے اُسنے ضعیف روایات لیں اور ان پر اپنی رائے و قیاس سے فتویٰ دیدیا اور احادیث صحیحہ کو رد کر دیا۔

میں ابو حنیفہ کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اُس نے مجھے بیصدہا
غلط فتوے دئے ہیں۔ خلاف آیات و احادیث۔ اور وہ قیاس کو حدیث نبوی
پر مقدم رکھتا تھا۔ اُنھوں نے ایک مدرک احکام استحسان قرار دیا یعنی محض اپنی پسند
پر فتوے دینا۔ قال امہ تاب ابی حنیفۃ الاستحسان مذہب لادلیل علیہ
استحسان ایسے مذہب اور رائے کا نام ہے جس پر کوئی دلیل عقلی و نقلی
(کتاب و سنت سے) موجود نہ ہو یہی تمام مذہب ابو حنیفہ ہے اس بناپر انکے شاگردوں
ابو یوسف وغیرہ نے بھی ابو حنیفہ کے ۲/۳ مسائل میں اختلاف رائے کیا ہے کہ وہ
بے اصل تھے۔ امام ابو حنیفہ صاحب کا دراصل مذہب ہی کچھ اور تھا انکو مرتبہ فرقہ

سے کہا جاتا ہے۔ اور انکے اعتقادات یقیناً اعتقاد توحیدی کے خلاف تھے
وھؤلاء المذکورون منھم فی ابی حنیفۃ خلاف ذلک وکلامھم فیہ کبیر
لامور شنیعۃ حفظت علیہ بعضھا باصول الدیانات وبعضھا
بالفروع اور ان لوگوں میں سے وہ ہیں جو ابو حنیفہ کے بارے میں اسکے خلاف
کہتے ہیں اور انہوں نے اس باب میں بہت کچھ ان امور شنیعہ کی وجہ سے جو انسے
ظاہر ہوئے بعض اصول دیانت میں اور بعض فروعات میں بحث کی ہے۔ اللہ میاں سے
معانقہ و مصافحہ کرنا کرانا تو معمولی بات ہے۔ اس سے برادران اہل سنت ناخوش نہیں
ہو سکتے لیکن امام صاحب نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ توحید و نبوت سب کو اڑا دیا کر
فرماتے ہیں جو شخص جوتے کی پرستش تقرباً الی اللہ کرے تو جائز ہے (پھر بت
پوجنے میں کیا حرج ہے؟) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں محمدؐ کو مانتا
ہوں کہ وہ نبی تھا۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ وہی محمد ہے جس نے مکہ میں دعویٰ نبوت
کیا یا اور کوئی کسی مقام پر۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ مومن ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں اعتقاد رکھتا
ہوں کہ کعبہ قبلہ ہے لیکن یہ نہیں کہ یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے یا کوئی اور کہیں اور
ہے۔ تو فرماتے ہیں بیشک وہ مومن ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل۔

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ الْکَعْبَۃَ حَقٌّ وَلٰکِنْ لَا اَدْرِیْ
اَھٰذِہٖ ھِیَ الَّتِیْ بِمَکَّۃَ اَمْ لَا فَقَالَ مُؤْمِنٌ حَقًّا وَسُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اَشْھَدُ
اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللہِ نَبِیٌّ لٰکِنْ لَا اَدْرِیْ اَھُوَ الَّذِیْ قَبْرُہٗ فِی الْمَدِیْنَۃِ
اَمْ لَا فَقَالَ مُؤْمِنٌ حَقًّا (مختصر تاریخ بغداد) فَقَالَ الْحُمَیْدِیُّ مَنْ قَالَ ھٰذَا فَقَدْ
کَفَرَ جو شخص یہ کہے اور ایسے اشخاص کو مومن بتائے وہ کافر ہے۔ فَقَالَ لَوْ اَنَّ

رَدَّ عَبْدٌ هٰذِهِ النَّعْلَ يَتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ لَمْ اَرَ بِذٰلِكَ بَاْساً سعید
کہتے ہیں۔ هٰذَا هُوَ الْكُفْرُ یہ کفر اسی کا نام ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت
ابی بکر پر ہاتھ صاف کیا ہے اور فرمادیا ہے کہ ابو بکر صاحب کا ایمان اور شیطان کا
ایمان مساوی ہے۔ اِنَّ اِيْمَانَ اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ وَاِيْمَانَ اِبْلِيْسَ وَاحِدٌ خطیب
بغدادی نے ان سب باتوں کو وضیح انور میں بھی ابن جوزی کی کتاب نظم سے نقل کیا ہے
ان بزرگ کی کفریات میں سے یہ بھی ہے کہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ میرے زمانے میں
ہوتے تو بہت سی باتوں میں میری تقلید و پیروی کرتے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)
نُقِلَ عَنِ ابْنِ جَوْزِيْ عَنْ حَبُوْبِ بْنِ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ يُوْسُفَ بْنَ اَسْبَاطٍ
يَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ لَوْ اَدْرَكَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَدْرَكْتُهُ لَاَخَذَ بِكَثِيْرٍ مِّنْ قَوْلِيْ
مختار مختصر تاریخ بغداد۔ اتنی بات تو صاحب مختار بھی کہتے ہیں کہ آخر زمان
میں جب عیسیٰ آسمان سے نزول فرمائینگے تو امام ابو حنیفہ صاحب کے ہی مذہب پر عمل
کرینگے حیث قال لی ان یحکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔
حضرت خضر انہی سے مسائل سیکھا کرتے تھے اور معاذ اللہ امام مہدی ظاہر ہونگے تو انہی
کی پیروی کرینگے ان اقوال سے یہ بھی واضح ہے کہ امام صاحب اور انکے ہم خیال اور
پیرو رسول اللہ کو خدائی پیغامبر نہیں جانتے بلکہ ایک معمولی مجتہد جس کی تشریح و توضیح نے
کردی ہے۔ قُلْتُ لِقَاضِي الْقُضَاةِ اَبِيْ يُوْسُفَ سَمِعْتُ اَهْلَ خُرَاسَانَ
يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَا حَنِيْفَةَ جَهْمِيٌّ مُرْجِيٌّ فَقَالَ لِيْ صَدَقُوْا میں نے قاضی القضاۃ
ابی یوسف سے کہا کہ میں نے اہل خراسان کو کہتے سنا ہے کہ ابو حنیفہ جہمی تھے اور فرقہ
مرجیہ سے تعلق رکھتے تھے تو اُسنے کہا سچ کہتے ہیں۔ مختار مختصر تاریخ بغداد آپکا مذہب

یہی تھا جو در اصل معاویہ کا مذہب تھا یعنی بقول ابن ابی الحدید ملحدانہ زندیق۔
مگر کہتے ہیں کہ دو مرتبہ ان سے زندیقیت سے توبہ کرائی گئی۔ مگر ثابت نہیں اسی تاریخ میں ہے
اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ اُسْتُتِیْبَ مِنَ الزَّنْدَقَۃِ مَرَّتَیْنِ وَ ذٰلِکَ کِذْبٌ! امام
ابوحنیفہ صاحب کو زندیقیت سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی اور یہ جھوٹ ہے۔
جب آپ کے اعتقاد اور مذہب کی یہ حالت ہو تو مسائل مذہب کیا ہونگے
یقیناً تمام نہیں تو اکثر دین اسلام کے خلاف جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب خود
اشاعۃ السنۃ میں یہ لکھتے ہیں کہ ان مسائل کو حنفیوں کے سوا دین کون کہہ سکتا ہے
کتے۔ بھیڑیے۔ گیدڑ وغیرہ حلال ہو گئے۔ کتے کا گوشت اور چمڑہ ذبح کے بعد
پاک۔ شراب دوا پینا حلال۔ نبیذ کی صورت میں مطلقاً حلال۔ شراب سے خمیر کی
روٹی حلال۔ شراب بغرض تقویت قلب تھوڑی سی پینا حلال۔ اجرت زنا
حلال۔ قیمت شراب حلال سونے سے نفع اٹھانا حلال۔ زکوٰۃ سے بچنے کیلئے مال
اپنی بیوی کی ملکیت فرض کر لینا۔ لونڈی کی عدت ہبہ کے بہانے سے ساقط کر کے
اجرا حرام۔ ماں بہن سے زنا کرنے پر حد ساقط۔ جھوٹے گواہوں سے غیر کی بیوی
حلال۔ باپ کی مدخولہ سے نکاح حلال۔ وقس علیٰ ذالک۔
ملا احمد بن نصر اللہ سندی نے تعریضاً لکھا ہے۔

قَالَ الشَّافِعِیُّ الْاَکْلُ بِکُلِّ مَتْرُوْکِ التَّسْمِیَۃِ عَامِدًا اخِلَافًا لِلّٰہِ تَعَالٰی حَیْثُ یَقُوْلُ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَفِسْقٌ	شافعی نے کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر خدا کا نام عمداً نہ لیا گیا ہو اسکی مخالفت خدا میں ضرور کھانا جائز ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جس چیز پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسکو مت کھا

وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ يَجُوْزُ النِّكَاحُ بِغَيْرِ الْوَلِيِّ خِلَافًا لِلنَّبِيِّ حَيْثُ قَالَ لَا نِكَاحَ بِغَيْرِ وَلِيٍّ۔

کہ یہ فسق ہے اور ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر خلاف حکم رسول نکاح کر دینا جائز ہے کیونکہ رسول نے فرمایا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر لڑکے لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں اور رواۃ معتبر اہل سنت مثلاً یوسف بن اسباط سے نقل کرتے ہیں۔ رَدَّ اَبُوْحَنِيْفَةَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَرْبَعَمِاَةَ حَدِيْثٍ۔ ابو حنیفہ نے رسول اللہ کی چار سو حدیثوں کو رد کیا ہے اور رسول کے خلاف فتوے دیا ہے اس سے کہا گیا وہ کونسی حدیثیں ہیں جنکو ابو حنیفہ نے رد کیا ہے اور خلاف فتوے دیا ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِلْفَرَسِ سَهْمَانِ وَلِلرَّجُلِ سَهْمٌ وَاحِدٌ وَ [قَالَ] اَبُوْحَنِيْفَةَ لَا اَجْعَلُ سَهْمَ بَهِيْمَةٍ اَكْثَرَ مِنْ سَهْمِ الْمُؤْمِنِ۔

اس نے کہا مثلاً رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جہاد کی غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک حصہ ہے۔ ابو حنیفہ صاحب نے کہا ہے کہ میں جانور کا حصہ مومن کے حصہ سے زیادہ کبھی نہیں لگا سکتا۔

رسول اللہ نے معاذ اللہ غلطی کی جو حیوان کا حصہ انسان سے بڑھا دیا۔

وَاَشْعَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْبُدْنَ وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ الْاِشْعَارُ مُثْلَةٌ۔

رسول اللہ قربانی کے اونٹوں کا اشعار کرتے تھے نشان لگاتے تھے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اشعار کرنا تو مثلہ کرنا ہے اور وہ حرام ہے

(رسول اللہ نے اس میں بھی غلطی کی تھی معاذ اللہ)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَلْبَايِعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَفْتَرِقَا وَ قَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اِذَا وَجَبَ الْبَيْعُ فَلَا خِيَارَ۔

رسول نے فرمایا ہے کہ بایع اور مشتری جبتک جدا نہ ہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار حاصل ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ جب بیع پختہ ہو گئی تو پھر خیار کیسا۔

رسول اللہ جب سفر کو تشریف لیجاتے ازواج میں قرعہ ڈالتے کہ کس کو ہمراہ لیجائیں اور اصحاب رسول بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

وَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اَلْقُرْعَةُ قِمَارٌ۔

ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ قرعہ ڈالنا جوا ہے۔

خرگوش کا شرع محمدی میں حرام ہونا مسلم ہے۔ بلکہ شریعت سابقہ میں بھی ابتک خرگوش محرمات میں بالاسم مذکور ہے۔ اور اسی طرح مدہ بکر یا دشاہونکی خاطر اور رائے وقیاس سے حلال قرار دئے اور احکام الٰہی ان کے مقابل منسوخ سمجھے گئے وغیر ذالک۔

غرض چاروں ائمہ اجتہادیہ کے مسائل کو جمع کیا جائے تو آج شریعت اسلام کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی حرام چیز حلال نہیں ہے ورنہ حلال حرام ہے بقول شخصے مذاہب اربعہ کے نزدیک چارپایوں میں چارپائی اور پرندوں میں پتنگ اور دریائی جانوروں میں صرف کشتی حرام رہ گئی ہے۔ باقی کل حلال ہو گئے اور کل نجس چیزیں پاک ہیں کہ سور کہ کتے کا بول براز پاک۔ کتا پاک منی پاک (اشاعۃ السنہ وظفر المبین وغیرہ) کتے کے باؤلیکا انارہ بند پاک۔ کل حرام حیوانات پاک و حلال۔ حشرات الارض حلال۔ اگر بالغہ عورت صغیر السن لڑکے سے جماع کرائے تو اس پر غسل نہیں۔ حائضہ سے مباشرت جائز۔ اعتقادات میں شافعی صاحب نے ضرورت میں بت پرستی جائز

کردی جو امام ابو حنیفہ صاحب کی جوتا پرستی سے کم از کم بہتر ہے۔ قس علیٰ ذلک
ردالمحتار و درمختار۔ غرض ان حضرات نے خصوصاً امام ابو حنیفہ صاحب نے شریعت محمدی
کو بالکل اُلٹ دیا ہے اور اس میں ذرا شک نہیں۔

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَۃَ نَقَدْ قَلَبَ	بیشک امام ابو حنیفہ نے شریعت محمدی کو
الشَّرِیْعَۃَ ظَھْرًا لِبَطْنٍ وَ	بالکل اُلٹ دیا ہے۔ حرام کو حلال اور
شَوَّشَ مَسْلَکَھَا وَغَیَّرَ	حلال کو حرام کر دیا ہے اور مسلک شریعت
نِظَامَھَا (منخول غزالی)	کو مشوش و نظام شریعت کو متغیر۔

نماز کے احکام میں تو غضب ہی ڈھایا ہے۔ پاک عبادت کو ایک گندہ و بیہودہ
ریاضت بنا دیا ہے۔ وَلَا یَخْفٰی فَسَادُ مَذْھَبِہٖ فِیْ تَفَاصِیْلِ الصَّلٰوۃِ وَالْقَوْلُ
فِیْ تَفَاصِیْلِہٖ یَطُوْلُ وَثَمَرَتُہٗ خَبْطُ بَیِّنٌ۔ اور تفاصیل احکام نماز میں ابو حنیفہ
کے مذہب کا فساد و بطلان پوشیدہ نہیں ہے۔ اور اسکی تفصیلات طولانی اور
نتیجہ خبط۔ ظاہرا ابو حنیفہ کے نزدیک جو اقل درجہ نماز ہے اگر وہ جاہل پر بھی
پیش کیجائے تو وہ بھی اسکی پیروی سے احتراز کریگا (منخول غزالی)۔

ہیئت نماز حنفی

اس ہیئت نماز کو سلطان محمود غزنوی کے سامنے پیش
کیا گیا تو فوراً وہ اس مذہب حنفی سے تائب ہو کر
شافعی ہو گیا۔ کوئیں سے نکلا کھائی میں گرا چنانچہ اس کی صورت یہ ہے۔
مغیث الخلق فی اختیار الحق کے مصنف نے وفیات الاعیان کے تذکرہ
میں یہ واقعہ یوں لکھا ہے۔ چھاپہ مرزا علی اکبر جلد دوم صـ۲۱۳ :-
اِنَّ السُّلْطَانَ مَحْمُوْدَ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِ سلطان محمود مذہب ابو حنیفہ پر تھا اور

الْإِمَامِ أَبِي حَنِيفَةَ وَكَانَ مُولِعًا
بِسَمَاعِ الْحَدِيثِ وَيَسْمَعُ الْحَدِيثَ
مِنَ الشُّيُوخِ وَيَسْتَفْسِرُ الْأَحَادِيثَ
فَوَجَدَ أَكْثَرَهَا مُوَافِقًا لِمَذْهَبِ
الشَّافِعِيِّ فَوَقَعَ فِي خَلَدِهِ حُبٌّ فَجَمَعَ
الْفُقَهَاءَ وَالْتَمَسَ مِنْهُمْ تَرْجِيحَ
أَحَدِ الْمَذْهَبَيْنِ عَلَى الْآخَرِ
فَوَقَعَ الْاتِّفَاقُ عَلَى أَنْ يُصَلُّوا
بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْعَتَيْنِ عَلَى مَذْهَبِ
الشَّافِعِيِّ وَعَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ
لِيَنْظُرَ فِيهِ وَيَتَفَكَّرَ وَيَخْتَارَ مَا هُوَ
الْأَحْسَنُ فَصَلَّى الْقَفَّالُ الْمَرْوَزِيُّ
بِطَهَارَةٍ مُسْبَغَةٍ وَشَرَائِطَ مُعْتَبَرَةٍ
مِنَ الطَّهَارَةِ وَالسُّتْرَةِ وَاسْتِقْبَالِ
الْقِبْلَةِ وَالْأَرْكَانِ وَالْهَيْئَتِ
وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ وَالْآدَابِ
عَلَى وَجْهِ التَّمَامِ وَالْكَمَالِ وَكَانَتْ
صَلٰوةً لَا يُجَوِّزُ الشَّافِعِيُّ دُونَهَا ثُمَّ
صَلَّى رَكْعَتَيْنِ عَلَى مَا يُجَوِّزُ أَبُو حَنِيفَةَ

حدیث سننے کا شائق تھا اور علماء سے احادیث
سنا کرتا تھا اور استفسار کیا کرتا تھا تو اُس
نے اکثر احادیث کو مذہب شافعی کے
موافق پایا اور اُس کے دل میں شافعی
کی محبت جاگزین ہوگئی تو اُسنے فقہاء کو
جمع کیا اور کہا کہ دونو مذہبوں میں سے کسی
ایک کو ترجیح دیں اسوقت سب علماء نے
یہ باتفاق رائے کہا کہ سلطان کے سامنے
دو دو رکعت نماز شافعی اور حنفی طریقہ پر
پڑھکر دکھائی جائے تاکہ سلطان خود اس
میں غور و فکر کر کے اختیار کرے ۔

قفال مروزی نے باقاعدہ طہارت
اور نماز کی شرائط لباس و قبلہ ارکان نماز
ہیئت نماز و سنتیں و آداب نماز کے ساتھ
بوجہ تمام وکمال دو رکعت نماز ادا کی جو شافعی
کے نزدیک اقل واجب تھی پھر
اس نے ابو حنیفہ صاحب کی تجویز کے
مطابق نماز پڑھی کتے کی کھال دباغت
کی ہوئی بجائے لباس پہنی۔ اور اسکا چوتھا

فَلَبِسَ جِلْدَ كَلْبٍ مَدْبُوْغًا وَلَطَخَ رُبْعَهُ بِالنَّجَاسَةِ وَتَوَضَّأَ بِنَبِيْذِ التَّمْرِ وَكَانَ فِيْ صَمِيْمِ الصَّيْفِ فِي الْمَفَازَةِ فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ الْبَعُوْضُ وَالذُّبَابُ وَكَانَ مُنْعَكِسًا مُنَكَّسًا فِي الْوُضُوْءِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَاَحْرَمَ مِنْ غَيْرِ نِيَّةٍ وَكَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ دو برگ سبز ثم قرء بالفارسية مدهامتان ثُمَّ نَقَرَ نَقْرَتَيْنِ كَنَقْرِ الدِّيْكِ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَضَرَطَ فِيْ اٰخِرِهٖ مِنْ غَيْرِ نِيَّةِ السَّلَامِ فَقَالَ اَيُّهَا السُّلْطَانُ هٰذِهٖ صَلٰوةُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ السُّلْطَانُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ هٰذِهِ الصَّلٰوةُ صَلٰوةَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ قَتَلْتُكَ لِاَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ لَا يُجَوِّزُهَا ذُوْ دِيْنٍ فَاَمَرَ الْقَفَّالُ بِاِحْضَارِ كُتُبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَمَرَ السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا يَقْرَءُ

حصہ نجاست سے آلودہ کرلیا۔ اور نبیذ سے بغیر نیت وضو کیا اور سخت گرمی کا موسم اور جنگل تھا تمام مچھر اور مکھیاں اس پر جمع ہو گئیں اور وضو الٹا کیا پہلا بایاں پاؤں دھویا پھر دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنی تک پھر دایاں اور پھر چوتھائی سر کا الٹا مسح کیا پھر الٹا منہ دھویا پھر ناک میں تین بار پانی ڈالا پھر تین کلیاں کیں پھر نماز شروع کی تو بجائے اللہ اکبر خدا بزرگ است کہا اور قرأت میں مدھامتان کا ترجمہ دو برگ سبز یا دو بوستان سبز اور سجدے میں بلا تاخیر فصل مرغ کی طرح دو ٹھونگیں ماریں اور آخر میں سلام کے بجائے گوز مارا۔ اور کہا اے سلطان یہ ہے نماز ابو حنیفہ کی۔ بادشاہ نے کہا۔ اگر ثابت نہ ہوئی تو قتل کر دونگا ایسی نماز کو کوئی دیندار بھی جائز نہیں رکھ سکتا۔ قفال نے اسی وقت حنفی کتب طلب کیں اور سلطان نے ایک نصرانی عالم کو دونوں مذہب کی کتب کے

مَذْهَبَيْنِ جَمِيْعًا فَرَجَحَتِ الصَّلٰوةُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ عَلَى حِكَايَةِ الْقَفَّالِ فَأَعْرَضَ السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَتَمَسَّكَ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ۔ انتہی کلامُ إمامِ الحرمین (ابو المعالی عبد الملک الجوینی رحمہ)

مطالعہ کا حکم دیا تو ابو حنیفہ کی نماز ویسی ہی پائی جیسی کہ قفال مروزی نے پڑھکر دکھائی تھی۔ بادشاہ نے اسی وقت ابو حنیفہ کے مذہب کو ترک کردیا۔ اور شافعی ہوگیا۔ پس امام الحرمین کا کلام تمام ہوا

جو صاحب امام ابو حنیفہ کے ان احکام و مسائل نماز کے منکر ہوں جو اسمیں دکھلائے گئے ہیں تو وہ ہدایہ ص۲۲ نولکشوری شرح وقایہ کشوری ص۱۱ فتاوی قاضیخان ص۱۱ منیۃ المصلی ص۳۳ ایضاً ہدایہ ص۱۲ و ص۲۸ فتح القدیر ص۱۳ جلد اول عینی ص۱۰۶ ہدایہ ص۶۶ فتاوی عالمگیری ص۲۵ فتاوی قاضیخان ص۵۹۔ ہدایہ ص۹۶ کنز ص۲۲ و ۳۰ و ۳۱ ملاحظہ فرمائیں

ایسے ایسے ہزارہا مسائل مسوخہ آئمہ اربعہ کے فتاوے میں ہیں خصوصاً حضرت نعمان کے فتاوے میں انکی تفصیل کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے شاید کسی وقت مکمل ہوسکے اس وقت مثال کیلئے یہ نظائر کافی ہیں۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

بہرحال امام ابو حنیفہ نہ مجتہد تھے نہ عالم عربی بھی اچھی نہ جانتے تھے۔ نہ عقیدہ درست رکھتے تھے مگر وہ شاہان بنی عباس کی طرف سے امام فقہ بنائے گئے محض مخالفت اہل البیت میں جناب ابو حنیفہ زوطی نہیں اصل میں زطی او زط معرب جٹ کا ہے اور جٹ کو اردو میں جاٹ کہتے ہیں ۳۵ھ اور ۴۰ھ کے درمیانی ایام میں ضلع میانوالی (پنجاب) جاٹوں کی ایک جماعت عرب میں گئی اور کوفے میں آباد ہوگئی غالباً انکے دادا کے متعلق یہ واقعہ صحیح ہے کہ انہوں نے شرف زیارت علوی حاصل کیا اور عید نوروز

کا تحفہ لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ غالباً یہی واقعات صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ یہ تمام
بنی امیہ کا دور تھا۔ اسی لئے ان حضرات کے مذہب کی بنیاد انہی معاویہ شاہی
اصولوں پر رکھی گئی۔ اور امام صاحب بھی اسی عقیدے پر ہوئے آپکی ولادت
اسی ہجری میں بتائی جاتی ہے۔ اور تقریباً ۱۲۰ھ میں فتوے دینا شروع کیا عباسی
خلیفہ اول ۱۳۶ھ میں فوت ہوگیا اور اسکی جگہ ابوجعفر منصور دوانیقی نے لی ائمہ
اہل البیت میں سے اسوقت مالک مسند امامت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
تھے انہی کے نام نامی سے منسوب ہوکر فرقہ حقہ اثنا عشریہ جعفریہ کہلاتا ہے اور آپ ہی
کے زمانہ میں فی الجملہ شہرت اسکو حاصل ہوئی نعمانی مذہب سلطنت نے انہی بزرگ کے
مقابلہ کیلئے نکالا۔ اور ان ابو حنیفہ صاحب نے اپنی قیاس آرائیوں سے مذہب حق کے مسائل
کے خلاف جو عین کتاب اللہ و سنت رسول کے مطابق تھے یہ فتوے جاری کیے بجائے
بھی کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ صاحب امام معصوم کے شاگرد ہیں اور خود حضرت نعمان
اپنی مسند میں لکھتے ہیں۔ جَعْفَرَ بْنُ مُحَمَّدٍ اَفْقَهُ مَنْ رَأَيْتُهٗ" (تاریخ صغیر
بخاری ملاحظہ ہو) کہ جعفر صادق ان سب سے بڑھکر عالم دین فقیہ ہیں جن کو میں نے دیکھا ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ امام معصوم کے ساتھ ابو حنیفہ کا ذکر جن کا عقیدہ بھی درست نہ ہو
امام کی سخت توہین و تذلیل ہے اور بالکل ایسا ہی جیسے خدائے بزرگ و برتر
کے مقابلہ میں فرعون کی خدائی کا ذکر توہین ذات الٰہی ہے۔ وہ ذات معصوم و
صاحب علم لدنی جو فرمائے اور درست فرمائے۔ وَلَكِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اَعْلَمُ
عِلْمَ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بلاشبہ
امام کی توہین و تذلیل ہی کیلئے حضرت نعمان کو سلطنت کی طرف سے اٹھایا گیا تھا

اور اجراء مذہب نعمانی کیلئے یہ بھی عمل تھا کہ جو امام جعفر صادق سے مسئلہ پوچھنے
جاتا تو اس پر جرمانہ کیا جاتا اور جو ابوحنیفہ صاحب سے پوچھتا اسکو انعام ملتا اور
اس طرح پبلک کو انکی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے بعد امام مالک ہوئے اور
ان کے بعد امام شافعی اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل۔ ان حضرات نے اگرچہ احادیث
بہت سی لی ہیں لیکن وہی جو اپنے مطلب کی تھیں اور اہل البیت کے خلاف خصوصاً امام
مالک نے بہت کوشش کی ہے اور انکی کتاب مؤطا جو خلیفہ مہدی باللہ کے حکم سے
لکھی گئی اوروں سے بہتر ہے خصوصاً اسلئے بھی کہ وہ اہل مدینہ تھے اور اہل مدینہ حدیث
اور سنت رسول کے سب سے زیادہ واقف لیکن اس نقص سے خالی نہیں اور ضعیف احادیث
ان کے یہاں بھی موجود تھی کہ وہ خود بھی جن روایات پر عامل نہ تھے جمع کرلی ہیں
مگر قیاس سے انھوں نے بھی بہت کام لیا ہے خصوصاً علت وحرمت حیوانات میں
کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا اور نمونہ انکے مسائل کا اجمالاً اوپر کے بیان میں گذرا۔ ان
چاروں مذاہب اہل سنت کو جمع کرکے دیکھو تو کوئی حکم شریعت محمدی اپنی اصلی صورت
پر باقی نظر نہیں آتا۔ اور کوئی بدعقیدتی ایسی نہیں ہے جو اُن میں سے کسی میں موجود
نہ ہو پھر آپس کا اختلاف بین خود اُنکے بطلان کی دلیل ہے کہ یہ مذاہب اگر قرآن
حدیث سے لئے گئے ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔ مگر اختلاف موجود ہے اور اس
لئے خود صاحبان مذہب کو یقین حاصل نہیں کہ انہی کا مذہب حق ہے صاحب
درمختار لکھتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے "مَذْهَبُنَا حَقٌّ وَيَحْتَمِلُ الْبُطْلَانَ وَ
مَذْهَبُ غَيْرِنَا بَاطِلٌ يَحْتَمِلُ الْحَقَّ" ہمارا مذہب حق ہے مگر باطل ہونیکا اس میں
احتمال ہے۔ اور ہمارے غیر کا مذہب باطل ہے مگر اس میں حق ہونیکا احتمال ہے تضحك

منه التواکل"۔ غرض ان ائمہ اجتہادیہ کی آرا کا اختلاف احکام عبادات اسلامی کے اختلاف کا پانچواں سبب عظیم ہے جس سے کوئی صاحب بصیرت انصاف انکار نہیں کرسکتا۔

وَلَا يُنْكِرُهُ اَحَدٌ۔ وَاِنِّيْ لَنَا لِهٰؤُلَاءِ فِيْ مِثْلِ هٰذِهِ الْاَزْمَانِ فَقَدْ دُعِيْنَا اِلٰى اَمْرٍ تَضِجُّ مِنْهُ الْحُقُوْقُ اِلَى اللّٰهِ ضَجِيْجًا مَا تَضِجُّ مِنْهُ بِالْفُرُوْجِ وَالْاَمْوَالُ وَالدِّمَاءُ اِلٰى رَبِّهَا عَجِيْجًا تُبَدَّلُ فِيْهِ الْاَحْكَامُ وَتَنْقَلِبُ الْحَلَالُ بِالْحَرَامِ وَيُجْعَلُ فِيْهِ الْمَعْرُوْفُ فِيْ اَعْلٰى مَرَاتِبِ الْمُنْكَرَاتِ وَالْمُنْكَرُ الَّذِيْ لَمْ يُشَرِّعْهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْقُرُبَاتِ الخ۔ وَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى۔

اور کوئی شخص اس سے انکاری نہیں ہمارے لئے اس زمانہ میں؛ ایسے لوگ کیسے مفید ہو سکتے ہیں ہم کو ایسے امر کی طرف دھکیلا گیا جس سے حقوق اللہ سے فریاد و بلند کرتے ہیں اور فروج و مال و خون سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں احکام تبدیل ہو گئے اور حلال حرام سے بدل گئے۔ اور نیکیوں کو بدیوں کے آخری درجہ پہ پہنچا دیا اور بدی جس کو خدا اور رسول نے جائز قرار نہیں دیا۔ افضل تقربات الہی قرار دیا گیا۔۔۔ اور میں اس امر کی اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔

ششم۔ تدوین احادیث جن طرق سے واقع ہوئی وہ بھی تغیر و تنسیخ احکام قرآنی کا موجب ہوئی یہ سلسلہ بھی خاص طور پر بنی عباس ہی کے زمانہ میں شروع ہوا مثلاً بخاری مسلم موطا وغیرہ اسی دور کی تصنیفات ہیں؛ احادیث موضوعہ زمانہ رسول سے چلی آرہی تھیں

اور اسلئے خود جناب رسالتمآب نے یہ خبر دیدی تھی "الا قد کثر علی الکذابۃ فمن کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار" آگاہ ہو کہ مجھ پر جھوٹ بولنے والے اور جھوٹی حدیثیں میری طرف منسوب کرنیوالے بہت ہو گئے ہیں پس جو عمداً مجھ پر جھوٹ بولے اسکو چاہیئے کہ اپنی جگہ بازگشت جہنم بنائے۔ یہ حدیث بین الفریقین مشہور و مسلم ہے۔ اگر یہ جھوٹی ہے تب بھی مطلب واضح ہے کہ رسول کے زمانے میں جھوٹی احادیث بنتی تھیں اور منافقین بناتے تھے۔ اور اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تب بھی یہی ثابت ہے جو اس کا منطوق ہے۔

رسول کے بعد دور خلافت تیمی و عدی و اموی میں برابر احادیث تراشی جاتی رہیں اور زمانہ رسول سے زیادہ اور انکے بعد معاویہ نے تو حدیث سازی کا محکمہ ہی بنایا ہوا تھا۔ زمانہ خلافت عباسیہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ سلاطین اور انکے امرا و حکام و قضاۃ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خوارج بھی ایسی حدیثیں بناتے رہتے تھے حتی کہ جوئے، کبوتر بازی، بازی و حیلے اور زناکاری میں بہت سی باتیں گھڑ دیں اور رسول کی پیشگوئی کی عملاً تصدیق کر دی کہ آپ نے فرمایا تھا

وَاِنَّہٗ سَیَکُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ اَقْوَامٌ یَکْذِبُوْنَ عَلَیَّ فَیُقْبَلُ مِنْھُمْ وَمَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ وَاَنْطِقَ بِاَمْرِہٖ اِلَّا الصِّدْقَ وَمَا اٰمُرُکُمْ اِلَّا بِمَا اَمَرَنِیْ وَاَدْعُوْکُمْ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

اور یہ کہ میرے بعد کچھ لوگ ہونگے جو مجھ پر جھوٹ بولینگے اور بہتان لگائینگے اور انکو امت میں قبول کیا جائیگا۔ خدا کی پناہ کہ سوا حق کے کچھ کہوں اور اسکے حکم کے سوا سچ کے بولوں اور میں تمہیں کوئی حکم نہیں دیتا مگر وہی جو خدا نے دیا ہے اور نہیں دعوت دیتا ہوں

(کما قرّ سابقاً خطبۂ غدیریہ)   مگر دین احمدؐ کیطرف! وہ یہ ظالم عنقریب اپنے کئے کا نتیجہ دیکھینگے

اور عداوت اہل بیت میں انکے خلاف یہ بدعت برابر ہوتی رہتی تھی سفیان ثوری تو اسبات میں ممتاز تھا اس قسم کی خلاف اصول اسلام روایتیں گھڑتا تھا اور حضرت صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ درانحالیکہ حضرت کو اُسنے کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور جب ایک مرتبہ ان کرتوتوں کے بعد حاضر خدمت ہوا تو حضرت کو بھی ایسی حدیثیں آپ ہی کے نام سے سنائیں اور حضرت نے کہا کہ اگر تو امام جعفر صادق کو دیکھے اور وہ کہیں کہ ہم نے ہرگز یہ باتیں نہ کہیں نہ بیان کیں تو تو تصدیق کریگا تو صاف کہدیا کہ نہیں میں انکی تصدیق نہ کرونگا کیونکہ میں اگر صادق علیہ السلام کی اس باب میں تصدیق کردوں تو میرا سارا سلسلہ روایات غلط اور باطل ہو جائیگا۔ ابن ابی الحدید نے بھی اسکو ذکر کیا ہے اور ہم نے مصحف ناطق میں مفصل لکھدیا ہے اور اس سے واضح ہے کہ اہل بیت نبوت و رسالت کے ساتھ کیسی عداوت تھی اور کس طرح انکے روبرو جھوٹ بولا جاتا تھا کیونکہ سلاطین جور کی حمایت انہیں حاصل تھی۔ اسلئے اسوقت تک لاکھوں روایات کا ذخیرہ مسلمانوں میں شائع ہو گئیں اس ضمن میں بہت سی یہودی روایات جزو دین اسلام ہو گئیں کیونکہ بعض معتبر ترین محدثین اہل سنت اس سے شغف رکھتے تھے کہ وہ بجائے حدیث رسول سُنانے کے یہودیوں کی روایتیں اور توریت کے مسائل انکو سُناتے تھے جو حِس اسلامی رکھتے تھے وہ ٹھکراتے تھے باقی انکو مسلمان سمجھکر قبول کر لیتے تھے مثلاً عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو جنگ تبوک کے موقع پر اہل الکتاب کی بہت سی تصنیفات حاصل ہو گئی تھیں اور وہ انہی کو بیان کیا کرتا تھا۔ اگرچہ بعض اصحاب کرام اسکو ٹوک دیتے تھے اور کہدیتے تھے۔ حدثنا عن النبی ولا تحدثنا عن الصحیفۃ و فی حاشیۃ نزھۃ النظر

عن عبد الله بن عمرو بن العاص فانه لما فتح الشام اخذ حمل بعير من كتب اهل الكتاب وكان يحدث فيه واتقاه الناس نقل حديثه وان كان اكثر حديثا من ابی ھریرۃ ۔ بعض اصحاب فرماتے تھے کہ اے عبد اللہ ہم سے نبی کی حدیث بیان کرنا کہ توریت وغیرہ کی نزہتہ النظر کے حاشیہ پر ہے کہ عبد اللہ بن عمر بن العاص نے بیان کیا کہ جب اُسنے شام فتح کیا تو اہل کتاب کی کتابیں ایک اونٹ برابر ہاتھ لگیں اور وہ انسے روایت کرتا تھا لوگ اس سے بچنے لگے ۔ اسلئے اسکی حدیثیں کم ہوگئیں اگرچہ (اسپر بھی) ابوہریرہ سے اسکی حدیثیں زیادہ ہیں تنبیہ ابوسفیان میں ہے :۔

اِنَّ الْحَدِیْثَ مَا لَمْ یَثْبُتْ لَهٗ سَنَدٌ فِی
الْاُصُوْلِ لَا یَصْلُحُ لِلتَّمَسُّكِ وَ
لَا یُقْبَلُ فَاِنَّ مَوْضُوْعَاتِ الزَّنَادِقَةِ وَ
اَهْلِ الْبِدَعِ تَجَاوَزَتْ مِائَةَ اَلْفٍ۔

حدیث کیلئے جبتک اصول میں سند ثابت نہو
قابل تمسک نہیں کیونکہ زنادقہ و اہل بدعت کی
موضوعات ایک لاکھ سے زیادہ پائی جاتی
ہیں ایک لاکھ نہیں بلکہ دس لاکھ کہئے ۔

محمد بن اسمٰعیل اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ اُنھوں نے سولہ سال میں چھ لاکھ حدیثوں میں سے احادیث بخاری کا انتخاب اخراج کیا ہے اور احادیث صحیح بخاری مع مکررات چھ ہزار ہیں تو پانچ لاکھ چورانوے ہزار (۵۹۴۰۰۰) احادیث مصنف موصوف کے نزدیک موضوع ثابت ہوئیں ورنہ تو انھوں نے دیدہ و دانستہ انھی احادیث صحیحہ کو ترک کرکے دین محمدی کو ناقص کردیا اور مسلم اس سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اُنھوں نے گویا آٹھ لاکھ میں سے آٹھ ہزار انتخاب کی ہیں تو انکے نزدیک سات لاکھ بانوے ہزار (۷۹۲۰۰۰) موضوع ثابت ہوئیں امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے اسپر دوسرے محدثین کی احادیث منتخبہ کا قیاس کیجئے تو بلاشبہ کم سے کم دس لاکھ احادیث موضوعہ کا وجود اسلام میں ثابت ہوگا اور اس اختلاف روایات و موضوعات

کی وجہ سے محدثین انتخاب و اخراج احادیث و جرح و تعدیل رواۃ کے محتاج ہوئے۔ و اسی غرض کیلئے یہ کتابیں تصنیف ہوئیں لیکن انکے پاس حقیقۃً کوئی ایسا معیار تھا ہی نہیں جس پر پرکھ کر یقینی طور پر معلوم کر سکیں کہ حدیث صحیح کون ہے اور موضوع کون کیونکہ اس معیار کو روز اول جماع ہی ترک کر دیا تھا۔ لہذا یہ انتخاب احادیث بھی کسی اصل مسلم و متفق پر نہیں ہوا۔ بلکہ وہی رائے و قیاس و اجماع کے فرضی اصول پر اور اس میں سب سے پہلے اس پہلو کو اپنے لئے معیار قرار دیا کہ جو احادیث ائمہ اہل البیت سے مروی ہوں یا انکے معتقدین و متبعین سے وہ نہ لیجائیں بلکہ انکے خلاف لیجائیں جو دشمن اہل بیت ہوں اور راوی کے ثقہ او معتبر ہونیکی یہی علامت قرار دیگئی اور اس اصول پر کل روایات کا انتخاب ہوا اہل بیت کی روایت نہ لیجائے محبان اہلبیت کی روایت نہ لیجائے نیک اور صالح لوگوں کی روایت نہ لیجائے کہ نیک لوگ جھوٹے ہوتے ہیں۔ خارجیوں کی روایتیں لیجائیں کہ خارجی سچے ہوتے ہیں اجماع اہل البیت سند و حجت نہیں (کیونکہ یہ معصوم ہیں) غیر اہل البیت کا اجماع درست ہے (کیونکہ وہ غیر معصوم بلکہ فاسق و فاجر ہیں بلکہ خارج از اسلام)

تسہیل القاری شرح بخاری ج ۳ ص ۳۱ پر ہے کہ نیک اور صالح لوگوں میں اکثر غلط اور منکر روایتیں پائی جاتی ہیں اور صالحین کو اتنا جھوٹا کسی امر میں نہیں دیکھا جتنا کہ حدیث سازی میں و نیل الاوطار میں بھی یہی مضمون ملیگا۔ اور منہاج السنہ میں ہے۔

إِنَّ الْخَوَارِجَ لَا يَكَادُونَ يَكْذِبُونَ — خارجی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ بلکہ باوجود
بَلْ هُمْ أَصْدَقُ النَّاسِ مَعَ بِدْعَتِهِمْ — گمراہ اور بدعتی ہونے کے سب لوگوں
وَضَلَالَتِهِمْ۔ — سے زیادہ سچے ہوتے ہیں۔

ان محدثین خصوصاً امام بخاری کا یہ فلسفہ قابل غور ہے کہ نیک مومن بہت جھوٹے ہوتے

ہیں اور خارج از اسلام اور گمراہ لوگ سچے۔ خدا قرآن میں مومن کی صفت ہی
سچ قرار دیتا ہے۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر)
جو سچ بولیں اور سچ کی تصدیق کریں وہی لوگ متقی ہیں الصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ و
الصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وغیرہا من الآیات اور کاذبوں پر خدا کی لعنت ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ
مومن صالح اگر جھوٹا ہے اور وہ حدیث سازی اور رسول پر افترا کرتا اور تہمت لگاتا نہیں جھجکتا تو وہ
مومن کب ہوا۔ اور خارجی اگر سچا ہے تو خدا کا حکم ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ تو وہی امام
پیشوا و مقتدا ہوا اسکو گمراہ و بدعتی و خارجی کیوں کہا جاتا ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں
صالحین جھوٹے نہیں ہوتے اور جھوٹے کو صالح نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو اجتماع ضدین ہے۔
اَلْكِذْبُ اُمُّ الْمَعَاصِیْ وَعَلَامَةُ النِّفَاقِ ۔ خارجی کبھی سچا نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ سچا
ہوتا تو بدعتی اور گمراہ کیوں ہوتا۔ اور کم سے کم یہ تو کسی کافر کی عقل بھی تسلیم نہیں
کرسکتی کہ خارجی مومنین صالحین سے بہتر اور زیادہ سچا ہوتا ہے۔ بلکہ حقیقت وہی ہے
جو ہم نے ظاہر کی کہ صالحین عموماً دوستان اہل بیت تھے اور خارجی یقیناً انکے مد
مقابل خارجی مسلمہ دشمن اہلبیت۔ حدیث طبرانی کے ذیل میں حضرت ام سلمہ سے روایت
ہے کہ رسولخدا نے حضرت عائشہ کو فرمایا جبکہ وہ علیؑ کی شکایت کر رہی تھیں۔ اِلَیْکِ
یَا حُمَیْرَآءُ وَرَآءَكِ وَاللّٰهِ لَا یُبْغِضُهٗ اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِیْ وَلَا مِنْ غَیْرِهِمْ مِنَ
النَّاسِ اِلَّا وَهُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔" اے عائشہ پیچھے ہٹ جا۔ خدا کی قسم میرے
کنبے اور غیروں میں سے جو بھی علیؑ سے بغض رکھیگا۔ وہ ایمان سے خارج ہے اور
سینکڑوں روایات میں رسول نے منافق کی علامت اور شناخت بغض علیؑ
اولاد علی ہی بتلایا ہے۔ یَا عَلِیُّ لَا یُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ طَاهِرُ الْوِلَادَةِ وَلَا

يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ خَبِيْثُ الْوِلَادَةِ اور یہ کل اسلام میں مسلم ہے کہ خارجی بن اسلام سے خارج اور دشمن علی و اولاد علی ہیں لیکن چونکہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں اور بخارائی دشمنیٔ اہل بیت میں معروف اور اب تک عداوت و بغض اہل بیت ان میں مشاہد۔ اور وہ بھی حد درجہ کا جسکی مثال دوسری جگہ مشکل سے مل سکتی ہے اور اسکا اندازہ اس مثال سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے اُستاد محترم اعلی اللہ مقامہ اپنی سیاحت کے زمانہ میں بخارا پہنچے اور ایک شام کو دریا کے کنارے تفریح کو بعض احباب کے ساتھ تشریف لیگئے وہاں پر ایک مدرس سنی اور دو طالب علم بھی آگئے جو اُنسے ناواقف نہ تھے دریا کے دوسری جانب سے بعض اہل تشیع کنارہ دریا پر آگئے اور ہاتھ منہ دھونے لگے تو انکو دیکھکر ایک طالب علم بولا "اد کافر آمد و دریا را نجس کرد" دوسرا بولا "واللہ از بونے کہ شنیدہ ام کہ پیغمبر دختر خود را بعلی داد کلمہ اش نمیخوانم" تو استاد صاحب نے بیساختہ جواب میں فرمایا "واللہ کہ اسنہ مسلمان تو ہستی"۔ ۱۹۱۹ء میں کوئٹہ میں یہ واقعہ بہت سے خوانین کی موجودگی میں بعض خوانین افغانستان نے تصدیق کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ درست ہمیں است کہ آں طالب علم دو آں ملا کش گفت۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ سنیت و محبت علی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی اسلئے یہ حقیقت تاریخی ہے کہ دنیا میں اسی ۸۰ فیصد مدعیان سنیت خارجی ہی ہیں اور سنیت جہاں بغض علی جمع نہ ہو وہ شاید بیس فیصدی ہوں اور اتنے ہی ہوسکتے ہیں اہل بخارا اس بغض یا اس اصل سنیت میں کامل اس لئے اُنہوں نے در اصل دشمنان علی اور اولاد علی ہی کی روایات کا اخراج کیا ہے اور باقی تمام مومنین صالحین کی روایات خارج کردیں جو بقول موصوف کم سے کم ۵۹۲۰۰۰ ہوتی ہیں اور مسلم نے ۹۲۰۰۰ خارج

کیں جو رئیس اہلبیت معدن علم نبوی باب علم نبوت اعلم الناس واقضی الناس اور
ہر وقت سفر و حضر میں صحبت رسول سے فائز اور تعلیم خاص رسول سے فیضیاب
ہزار باب علم الاسرار کے متعلم ان سے بخاری میں مشکل سے ۲۵ روایات ملینگی اور ابو
ہریرہ جیسے دشمن علی سے پانچسو سے زائد غالباً ۵۳۳ ہیں اور اسیطرح دیگر خوارج و
نواصب سے جتنی کہ ملعون دشمنان رسول سے جتنی کہ صاحب تحفہ بھی اسکی تصدیق کرتے
ہیں کہ آئے در بخاری روایت از مروان آمدہ است باوجودیکہ وے نیز از نواصب بلکہ
رئیس آں گروہ شقاوت پژوہ بود۔ غرض جملہ دشمنان اہل البیت کی مرویہ روایات موجود
ہیں جتنی کہ قاتلین ائمہ طاہرین کی۔ اور علی کیلئے بخاری کا راوی معتبر ابن سیرین اور
رکن اعظم سنیت کہتا ہے کُلُّ مَا یُرْوٰی عَنْ عَلِیٍّ فَھُوَ کِذْبٌ۔ جو روایت علی سے
مروی ہے وہ جھوٹی ہے لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ مَا اَجْرَاھُمْ عَلَی الْکِذْبِ ؁

حضرت صادق آل محمد کو زہری سے زیادہ غیر معتبر سمجھا جاتا ہے کہ انکی حدیث کو
قوت و کثرت میں زہری سے کوئی نسبت نہیں اور اسلئے چاروں ائمہ اجتہاد نے امام
جعفر صادق سے کوئی حدیث استناداً نہیں لی۔ اور بخاری کو اگر کوئی حدیث
امام موصوف کی طرف سے پہنچتی تو وہ شک کرتے تھے اور اس سے استدلال نہ کرتے
تھے۔ اور اسکا اخراج نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو منہاج السنۃ۔

جابر بن یزید الجعفی کو بتصدیق بخاری و مسلم پچاس ہزار یا ستر ہزار احادیث نبویہ
بسلسلہ ذہبیہ اہلبیت یاد تھیں کہ یہ حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کے صحبت یافتہ تھے
اور صاحب اسرار صادق و امین تھے۔ بخاری نے انکی اسلئے روایات نہیں لیں کہ وہ شیعی
خیال کے مومن تھے "اِنَّہٗ یَقُوْلُ بِالرَّجْعَةِ"۔ جابر رجعت کا قائل تھا اور رجعت کا مسئلہ شیعوں

بے مخصوص سمجھا گیا ہے۔ لہذا اسکی روایت و حدیث قابل اعتماد نہ رہی۔ اگر انکو کوئی ایسی صحیح حدیث ملجاتی تھی کہ اسکو ترک کرنا انکی مصلحت کے خلاف ہوتا تھا تو وہ ایسی حدیث قطع و برید کے ساتھ درج کرتے تھے تاکہ مصلحت حدیث فوت ہو جائے خصوصاً ایسی روایات جن میں مدح اہل بیت کا شائبہ ہو۔

علامہ ابن دحیہ ذو النسبین حدیث خمس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

أَوْرَدَهُ الْبُخَارِيُّ نَاقِصًا مُبْتَرًا كَمَا أَرَاهُ
وَهِيَ عَادَتُهُ فِي إِيرَادِ الْأَحَادِيثِ
الَّتِي مِنْ هٰذَا الْقَبِيلِ وَمَا
ذَاكَ إِلَّا لِسُوءِ رَأْيِهِ فِي التَّنَكُّبِ
عَنْ هٰذَا السَّبِيلِ وَأَوْرَدَهُ الْإِمَامُ
أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَامِلًا مُحَقَّقًا وَ
إِلَى طَرِيقِ الصِّحَّةِ فِيهِ مُوَفَّقًا۔

اس حدیث خمس کو بخاری نے قطع و برید
کرکے ناقص وارد کیا ہے جیسا کہ انکی عادت ہے کہ
اس قسم کی احادیث کو قطع و برید کرکے ہی درج
کیا کرتے ہیں اور یہ اسلئے کہ اس طریقہ سے
اجتناب کرنیکا برا مذہب رکھتے تھے یعنی
فضائل اہلبیت نقل کرنا انکا مذہب تھا اور
ایسی حق گوئی کے خلاف تھے۔

دوسری جگہ ایک مقام پر ایک حدیث مسلم نقل کرکے بخاری کی حدیث نقل کی ہے اور لکھا ہے۔

هٰذَا أَنَا بِمَا أَوْرَدَهُ مُسْلِمٌ لِأَنَّهُ
أَوْرَدَ بِكَمَالِهِ وَقَطَعَهُ الْبُخَارِيُّ
وَأَسْقَطَهُ مِنْهُ عَلَى عَادَتِهِ كَمَا تَرَى
وَهُوَ مِمَّا عِيبَ عَلَيْهِ فِي تَصْنِيفِهِ
عَلَى مَا جَرَى لَا سِيَّمَا إِسْقَاطُهُ لِذِكْرِ
عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

ہم نے مسلم کی روایت اسلئے پہلے نقل کی ہے
کہ اسنے مکمل حدیث ذکر کی ہے اور بخاری نے
حسب عادت اسکو قطع و برید اور گھٹا کر وارد کیا
ہے جیسا کہ تم انکی عادت جانتے ہو۔ یہی وہ
چیز ہے جسکی بنا پر انکی تصنیفات پر عیب لگایا ہے خصوصاً
عیب کردہ ذکر علی کو ساقط کر دیتے ہیں۔

اسی عادت کا یہ نتیجہ ہے کہ بخاری میں علی کی فضیلت میں مشکل سے دو ڈہائی حدیثیں اصل باب فضائل میں ملینگی اور بعض ٹکڑے غیر متعلقہ ابواب میں سہواً۔

ایک خاص بات اس صحیح میں یہ بھی ہے کہ حتی الامکان احادیث متواترہ کو درج نہیں کیا ہے اور زیادہ احاد ہیں۔

احادیث احاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں اس لئے یقین حاصل نہیں ہوتا اور بخاری وغیرہ میں اس باب میں کوئی فرق نہیں ہے۔	والاحاد تفید الظن علی ما تقرر ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرہما فی ذالک

اس بنا پر صحیحین کی حدیثیں اس قابل نہ ہوئیں کہ اصول و عبادات میں سند ہو سکیں۔ جہاں ظن کافی نہیں ہوتا بلکہ علم و یقین کی ضرورت ہے پس یہی علت ہے کہ صحیح البخاری اصح الکتب سمجھی جاتی ہے کہ اس میں خوارج و نواصب کی روایات بکثرت ہیں اور مومنین صالحین کی نہیں ہیں اور حتی الامکان فضائل علی و آل علی سے کتاب کو مصفےٰ پاک رکھا ہے۔ دیگر تمام صحاح میں فضائل علی و اولاد علی اس سے زیادہ ملتے ہیں اسکے مقابل اگر کوئی کتاب اس باب میں ہے تو تفسیروں میں تفسیر رازی اور تاریخوں میں ابن خلدون۔ اور اہل سنت انہی تین کتابوں کو صحیح اور معتبر جانتے ہیں باقی تصانیف حدیث و تفسیر و تاریخ چونکہ ذکر فضائل اہل بیت میں مطعون ہیں بلکہ ان کے مصنفین پر اسی لئے الزام تشیع عائد کیا جاتا ہے اسلئے ناقابل اعتبار ہیں اور اسپر تمام علمائے اہل سنت کا عمل ہے۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ اس جمع احادیث کی اس صورت نے بھی مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور اکثر احکام قرآن و حدیث صحیح پیغمبری کو منسوخ و مسوخ کرنے میں بڑا کام کیا ہے کہ

صاحبین کی صحیح روایات کو خارج کر دیا اور ایسی صورت میں ان احادیث سے نماز پیغمبری کو معلوم کرنا یقیناً دشوار بلکہ محال ہو گیا ہے اور اسواسطے اہل الحدیث اگرچہ ائمہ اربعہ کے مذاہب اجتہادیہ سے منحرف ہیں لیکن ان چھٹی اور خوارج نواصب دشمنان رسولؐ و آل رسول کی روایات پر عمل کر کے وہ بھی اصل احکام دین اور سنن و آداب و ارکان نماز اسلامی سے دور ہیں اور تمام مذاہب اہل سنت میں جن طرق مختلفہ سے نماز ادا کیجاتی ہے کسی کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے اور کوئی حجت نہیں ہے کہ یہ نماز پیغمبری ہے اور اختلاف خود دلیل مخالفت پیغمبری ہے اگر نماز پیغمبری ہوتی تو یقیناً ایک ہوتی۔ فافهم وتدبر فیه۔

بالخصوص بخاری کے اس طریق جمع احادیث کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دین اسلام عملاً باطل قرار پاتا ہے۔ اور حقانیت اسلامی کو غیر دل میں منہ دکھانیکی جگہ باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ بخاری کی ان احادیث نے نہ خدا کو صاف چھوڑا ہے نہ رسول کو نہ اصحاب رسولؐ و ازواج رسول و آل رسول کو۔ دست تربر سر کس کشیدہ است۔ خدا کی ٹانگیں جہنم میں ہیں تو معاذ اللہ رسول کی باہیں نامحرم حسینوں کی گردن میں۔ اس سے زنا بھی کرا دیا ہے اور شراب بھی پلا دی ہے اور بتوں کا حرام چڑھاوا بھی کھلا دیا ہے۔ جھوٹ بھی بلوایا ہے۔ اور سہو و نسیان میں بھی پھنسایا ہے۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ قرآن بھی سارا بھلا دیا۔ ازواج رسول کی توہین میں دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اکثر اصحاب رسول کو جہنم میں جھونکا ہوا ہے اگر یہ کتاب واقعاً اصح الکتب مانی جائے اور یہ احادیث صحیح واجب العمل تو نہ خدا رہا اور نہ رسول کیونکہ جہنمی جسم والا خدا نہیں ہو سکتا۔ شرابخوار شہوت پرست اور

کاذب رسول کیا مومن بھی نہیں کہلا سکتا اور مرتد ہو جانے والے اصحاب یقیناً شرف صحابیت سے خارج ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور اسی لئے بخاری مفتی مقبول۔

چھٹو۔ اسی عہد جمع احادیث میں متکلمین پیدا ہوئے اور ابوالحسن اشعری نے ان قیاسات و آرا کو جن کے اصل بانی شیخین خصوصاً حضرت عمر ہیں باضابطہ مذہب بنا دیا اور یہ اشعری مذہب کہلایا اور اب بھی علمائے محققین اسلام بجائے سنی کہلانے کے اپنے کو اشعری کہتے ہیں۔ اور یہ اشعریہ و معتزلہ اصولی مذاہب جو ان قیاسات و خود رائی سے قائم ہوئے۔ دراصل سب اہل بیت کے مخالف مذہب امامیہ کے مقابل قائم ہوئے۔ اور اس اعتبار سے اصل قدیم مذاہب اسلام دو ہی ہیں ایک سنی جو صحابہ کی آرا پر چلتے ہیں دوسرے شیعہ پیروان علی جو قانون فطرت اور کتاب و سنت پر چلتے اور اس باب میں صرف اہل بیت رسالت کی پیروی کرتے رہے اور اس سے محققین اہل سنت کو بھی انکار نہیں ہے کہ یہ سنی مذہب حضرات شیخین سے لیا گیا ہے اور خلاف مذہب علی و اولاد علی ہے جو شیعہ مذہب کہلاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اول منافقین نے جھوٹی روایات بنا کر اور بیان کر کے اور اپنی رائے سے خلاف رسول قرآن پاک کی تاویلیں کر کے مسلمانوں میں احکام دین میں اختلاف پیدا کر دیا۔

دوسرے۔ مرتدین سابقین و لاحقین نے یہی کام کیا۔

تیسرے۔ خلفاء اجماعی کی خود رائی و اجتہادات نے۔

چوتھے خصوصیت سے دشمنان دین شاہان اسلام بنی امیہ وغیرہ نے۔

پانچویں ائمہ اربعہ کے اجتہادات و قیاسات و استحسانات نے۔

پچھلے محدثین کے طریق جمع و اخراج میں قیاس آرائی و تقلید مذہبی نے کہ ہر ایک اپنے مطلب کے موافق روایات انتخاب کیں اور دشمنان رسول نے آل رسول رسول کی سوایات کو ترجیح دی اور خوارج کو صادق بنایا اور صالحین کو کاذب جس سے بہت سی صحیح احادیث رسول ضائع اور ساقط ہو گئیں اور آج یہ صورت پیدا ہو گئی کہ توحید سے لیکر تا حدود کوئی عقیدہ اور کوئی مسئلہ اسلامی ایسا نہیں رہا جس میں اختلاف نہ پڑ گیا ہو اور عوام بلکہ خواص خصوصاً غیر کو یہ معلوم کرنا دشوار بلکہ محال ہو گیا ہے کہ اصل دین اسلام احکام اسلام۔ آداب اسلام سنن و فرائض اسلام کیا ہیں اور صحیح نماز اسلامی کیا ہے اور اسی کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ اصل ہیئت نماز اسلامی کیا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات اور بیانات سے اسکی مزید تصدیق ہو گی اور وجہ تسمیہ مذہب اہل سنت بھی معلوم۔

تکملہ نمبر ہفتم۔ اسی دور خلافت عباسیہ میں تصوف کی بنا پڑی سچے صاحبان معرفت اور صاحبدل تو اسلام میں قرن اول ہی سے موجود تھے اور زاہدین کہلاتے تھے۔ زہاد ثمانیہ پیدا ہو چکے تھے لیکن خلیفہ مامون رشید کے زمانے سے جبکہ یونانی کتب عربی میں ترجمہ ہونی شروع ہوئیں خصوصاً یونانی کتب فلسفہ تو یونانی تصوف یونانی حکمت قلب کیطرح مسلمان علماء کے قلوب میں ایمان کی جگہ پا گیا۔ انکے اصول فلسفہ پر ان علماء کو ایسا اعتقاد ہوا کہ اسلامی فلسفہ کو بھلا دیا سینکڑوں آیات قرآنی اور احادیث نبوی انکے عقل نظریوں کے ماتحت تاویل یا تنسیخ کر دی گئیں مثلاً حقیقت زمین آسمان وغیرہ کی آیات خصوصاً معراج جسمانی و معاد جسمانی کے احکام اور حقائق کو بالکل مسخ کر دیا تصوف یونانی کے تحت اسلامی توحید مسخ کر کے

وحدت وجود کا مسئلہ نکالا گیا اور ہمہ دست کی ہمیشہ اور بے ہنگام آواز نے لا الہ الا ہو کو محو کر دیا ہر چیز خدا ہو گئی اور خدا کی شخصیت مفقود اس شرک اور بدترین شرک نے اس توحید خالص کو اسلام سے خارج کر دیا جسپر اسکو ناز تھا۔ خدا صرف ایک صورت ذہنی رہگیا اور صورت تشخص و ہویت فرد خلق کو ملگئی اور وہ توحید ذات جہاں دین اسلام میں صفات کی شرکت بھی ممنوع تھی۔ بشهادة كل صفة انها غير الموصوف وشهادة كل موصوف انه غير الصفة۔ ہر صفت شہادت دیتی ہے کہ وہ موصوف کے علاوہ ہے اور ہر موصوف گواہی دیتا ہے کہ صفت کا غیر ہے اس میں کل مخلوقات شریک ہو گئی۔

عبادات ظاہری ان کے خود ساختہ مذہب میں ایک کھیل ہو گئیں شریعت کی جگہ طریقت جاری ہوئی اور اسکے ورد حقیقت و رکاملین نے شریعت کے حلال و حرام کو گویا کلیتہً منسوخ کر دیا۔ عبادات کے متعلق یہ نظریہ قائم ہوا کہ جبتک یقین حاصل نہو اسوقت تک عبادت کی ضرورت ہے جب یقین حاصل ہو گیا اور حق الیقین کے درجہ پر فائز ہو پھر عبادت لغو حرکت ہے۔ اسکے ثبوت کیلئے آیہ عبادت کو مسخ کر کے یہ تاویل گھڑی کہ "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ"۔ (اپنے رب کی عبادت کر جب تک موت آئے اور اجل یقینی کو پہنچے) عبادت کر اپنے رب کی جب تک یقین حاصل ہو جائے جب اسکے وجود کا یقین حاصل ہو جائے اور معرفت تامہ حاصل تو پھر عبادت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسوقت عبادت لغو ہے (معاذ اللہ) حقیقت کے مرتبہ پہ فائز ہو کر انکا سالک راہ معرفت تمام قید شریعت اور بندش حلال و حرام سے آزاد ہو جاتا ہے اس مسئلہ میں شراب خواری بہترین وسیلہ معرفت سمجھا گیا کہ شراب خود فراموشی بنا دیتی ہے

اور خود فراموشی انکو خدا سے ملا دیتی ہے (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ) معتقدین کو خوش رکھنے کیلئے یہ کرامت گھڑ لی گئی کہ صوفی صاحب کی نظر معرفت پڑتی ہے تو شراب دودھ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ شراب نہیں پیتے بلکہ دودھ پیتے ہیں۔ آجتک یہ رسم جاری ہے۔ اور اکثر معتقدین صوفیہ اور مریدین پیر صاحبان یہی عقیدہ رکھتے ہیں اسلامی نماز کا کھلم کھلا ترک بھی تازہ مریدینکو بدگمان کرسکتا تھا اسلئے نماز اسلامی کے بجائے جو ذکر اللہ ہے اور اوراد کا رواج کئے گئے اور انکو نماز اسلامی سے بہتر عبادت اور ذکر خدا کہا گیا۔ کہیں ذکر معکوس شروع ہوا اور کہیں ذکر ارہ۔ اللہ ذکر الٹے لٹک کر بھی ہونے لگا۔ اور صاف بھان متی کا تماشہ لا الٰہ الا اللہ کی الٹی سیدھی ضربیں لگنے لگیں اور کبھی لا الٰہ کو اڑا کر صرف الا اللہ کی ضربیں۔

ان عارفین سالکین کیلئے خاص عشق الٰہی کا دعوے کیا گیا اور عشق الٰہی کیلئے جس کو عشق حقیقی کہا جاتا ہے اور تو اور سچے مسلمان ضرور عاشق الٰہی ہوتے ہیں عشق مجازی کی منازل طے کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ کہ جب تک دنیا میں یہ عارف سالک کسی امرد لڑکے یا لڑکی سے عشق و محبت پیدا نہ کرے محبت و عشق الٰہی حاصل نہیں کرسکتا اس فریب سے گویا زنا ان کیلئے عام اور مباح ہو گیا بلکہ خلاف وضع فطرت فعل بھی اور ایسے عارفین اسی میں فنا ہو کر رہ گئے۔ یہ عشق مجازی صریح شرک عشق الٰہی ہے اور یہ معشوق پرستی حقیقی بت پرستی اور بلاشبہ ہزاروں صوفیوں کی عمریں اس بت پرستی میں گذری ہیں۔ اور ان بتوں میں سے اکثر فاحشات کامل عارفات اور خدا رسیدہ صاحبدل و صاحب کرامت کہلائیں اور اس طرح بدکاری کی ایسے مسلمانوں سے بالکلیہ نفرت اٹھ گئی۔ اور شراب معرفت میں تبدیل ہو کر طیبات میں داخل طہارت بھی اسی سلسلہ میں

مفقود ہو گئی اور بے غسل و وضو رہنا ہی کمال سمجھا جانے لگا بعض ایسے افراد گذرے ہیں جنہوں نے تمام عمر غسل نہیں کیا اور ہمیشہ نجس محض رہے ہے۔ شاید امام ابو حنیفہ صاحب کی یہ کرامت کہ چالیس سال ایک ہی وضو سے نماز پڑھتے رہے اسی ضمن میں ہو۔ بلکہ یہانتک نوبت پہنچی کہ نجاسات کو طیبات سمجھا جانے لگا۔ بول۔ براز۔ خون اور منی چار چیزیں اصل طاہر قرار پائیں بعض اہل معرفت انکے کھانیکو بھی درست جانتے ہیں بلکہ کھاتے رہے ہیں اور کھاتے ہیں اور اب بھی دنیا میں ایسے انسان ہیں اور انکا بالکل وہی مذہب ہے جو ہندو وام مارگیوں کا۔ زنا کا جبرگ اور نجاسات کی غذا مشرقی بنگال میں ایک فرقہ اسی اصول کا پابند نجاسات خوار فرقہ بھی موجود ہے اہل تحقیق مشاہدہ بھی کرسکتے ہیں ہمارے ایک فاضل مبلغ نے انکے مفصل حالات بھی شائع کئے ہیں اور انسے ملاقات بھی۔ اور دنیائے اسلام میں ایسے وجود ہیں۔ دیوثیت کمال معرفت میں داخل ہو گئی۔ اور عارف کامل اور فنا فی اللہ کے یہ معنے قرار پائے کہ اگر وہ اپنی بیوی کو کسی سے زنا کراتے دیکھے تو اسکو ذرا طیش نہ آئے بدن کا رونگٹا بھی کھڑا نہ ہو۔ اگر وہ اس میں اپنی بیوی کو غیر کے پاس سوتے دیکھکر غیرت آئی طیش آیا۔ غصہ نمودار ہوا تو وہ ناقص ہے۔ کمال معرفت کو نہیں پہنچا (تلبیس ابلیس ابن جوزی)

اس صفت کو کمال حلم شمار کیا گیا ہے اور شان خدا رسی۔ اس بنا پر امیر شام کے اس فعل قبیح کو نہایت استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے اقتضیل کے تماشے کے موقع پر اپنی بیگم کو اجنبی سے اپنے ہی محل میں ہم بستر پایا تو اس کو معاف کر دیا۔ اور گویا نہ کہا استغفر اللہ کتاب مستطرف ملاحظہ ہو اور تفصیل ہماری خلافت الہیہ حصہ سوم میں۔ وقس علیٰ ذالک۔

ہندوستان میں ہندی ویدانت نے بھی اپنا پورا اثر کیا۔ ہندی اہل تصوف اس میں رنگے گئے۔ دم کشی اور مراقبہ کی عبادت انہی کے اثر سے انہیں قائم ہوئی اور غالباً رقص و سرود کی محفلیں بھی اسی ضمن میں آگئیں۔ یا عربی مسلمان دربار بنی امیہ اور بنی عباس سے شراب۔ زنا اور رقص ساتھ ہی لیکر آئے تھے۔ قوالی کی صورت راگ و ساز کی محفل نے عبادت کو حظ نفسی کا وسیلہ بنا دیا جیسا کہ عیسائی ہندو سکھ وغیرہا مذاہب باطلہ کی عبادت میں یہ سب چیزیں شامل ہیں اور زن و مرد یکجا جمع ہو کر لطف اندوز عبادت ہوتے ہیں۔ یہ متصوفہ قرآن پاک کو بھی رقاصہ یا کسی امرد مغنی مطرب ہی کی صورت حسن میں سننا پسند کرتے ہیں اور جوش طرب میں فرماتے ہیں ؎

چہ خوش است از تو قرآں اے دلربا شنیدن
برخت نظارہ کردن سخن خدا شنیدن

ان کی حمد و نعت کی نظموں میں (معاذ اللہ) خدا اور اس کا رسول ایک حسین امرد سے زیادہ شخصیت نہیں رکھتے۔

مریدین و معتقدین سے بیعت خلاف تعلیم اسلامی شروع ہوئی اور خدا پرستی کی جگہ پیر پرستی نے لی۔ رسول کا فرمان ہے اَلْبَیْعَۃُ لِلّٰہِ۔ بیعت صرف خدا ہی کی ہو سکتی ہے کسی مخلوق کی بیعت جائز نہیں یہ شرک خالص ہے۔ رسول بھی جو بیعت لیتا ہے وہ خدا کے لئے لیتا ہے وہ دست خدا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ اور اسی طرح اسلامی خلیفہ امام وقت جو بیعت لیتا ہے در اصل بَیْعَۃُ اللّٰہِ ہی ہے۔

غیر اللہ کی اطاعت بالذات منع ہے تو اسکی بیعت لینی بھی حرام ہے۔ اور اس لئے

اطاعت منحصر ہی اللہ رسول اور ائمہ میں - اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ الآیہ - یہ شرک عام ہوا اور اب تک جاری - اس درجہ بیعت کو حاصل کرکے یہ متصوفہ خود بخود درجہ ولایت پہ فائز ہو گئے اور ایسی کرامات کے مدعی جس سے عظمت و جلالت خدائی کے ساتھ شان رسالت ایسی پست ہو گئی - بلکہ اطاعت رسول سے انکار اور یہ دعوے کہ

پنجہ در پنجۂ خدا دارم   من چہ پروائے مصطفےٰ دارم

بلکہ اکثر حالات میں معجزات نبوی کا دعوےٰ نہیں کیا گیا بلکہ کرشمہ ہائے قدرت کاملہ کا بھی بیمار کو شفا دینا اور مردہ کو زندہ کر دینا اکثر پیر صاحبان یا متصوفہ کیلئے ممکن نہیں واقع قرار پایا - حضرت پیران پیر تو معاذ اللہ رسول سے بھی بڑھ گئے اور آج بھی مانے جاتے ہیں اور اللہ میاں کے دستگیر ہو کر پیر دستگیر بن گئے -

غرض اس دور میں اس باطل تصوف کے اجراء سے توحید و نبوت کے حقائق و معارف کے ساتھ عبادات خصوصاً نماز اسلامی یقیناً بہت کچھ مسخ ہو گئی اور اسکی صورت معنوی بھی اور یہ تصوف گویا دین اسلام کا ایک نقطہ مقابل قائم ہو گیا اور اسی کے حصول پر اس دور کی تفاسیر قرآنی لکھی گئیں اور احادیث معارف حقائق کی دلائل تشریحات اور علمائے اسلام اور صوفیہ میں تصادم ہوا جو آج تک قائم ہے - صوفیہ اپنے اس دین کو حق بتلاتے ہیں اور علماء کو قاصر و مقصر اور باطل پرست کہتے ہیں اور علماء اسلام انکو اور یہاں یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ دنیائے اسلام میں جو ایسے صوفیہ کرام گزرے ہیں جو درحقیقت ان قباحتوں سے پاک معلوم ہوتے ہیں اور خدا و رسول کی صحیح معرفت رکھتے ہیں - حقیقتاً صرف علماء اسلام ہی تھے اور اس خود ساختہ تصوف سے کوئی

تعلق نہ رکھتے تھے اور اس ہمہ اوست کے ہرگز قائل نہ تھے۔ اہل تبلیغ ہیں اس دور میں اسی لباس میں بسر کرتے تھے اور بظاہر صوفیہ کہلاتے تھے شریعت کے پابند تھے۔ طریقت و حقیقت کو اس سے علیحدہ کوئی چیز نہ سمجھتے تھے اور حقیقت ہی اور آنحضرت کی طرف منسوب یہ حدیث مشہور۔ اَلشَّرِیْعَةُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَةُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَةُ حَالِیْ شریعت میرے اقوال کا نام ہے یعنے صورت ظاہری شریعت اور طریقت میرے افعال ہیں یعنی صورت عملی اور حقیقت میرا حال اور کیفیت باطنی اور اسرار نفسانی ہے۔ اور ایسے ہی سچے پیر بھی ہوتے رہے ہیں اور دنیا ان سے خالی نہیں ہے۔ بلکہ ایسے ہی پیروں نے جو حقیقۃً اہل معرفت علماء اسلام تھے تبلیغ اسلام کا کام کیا ہے خصوصاً ہندوستان میں اور وہ ہرگز اپنے لئے بیعت نہ لیتے تھے۔ بلکہ غیر مسلموں کو مسلمان بناتے تھے انکی اولاد میں نہ اسلام کہیں اصلی صورت میں باقی ہے اور وہ محض بزرگ اسلام کہلاتے ہیں اور اس طرح بیعت نہیں لیتے ہیں اور بعض میں اصلی صورت میں باقی نہیں بلکہ باطل صورت میں اور خود ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی بیعت کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی اور یہ صریح شرک رسالت ہے بلکہ شرک توحید۔ اعاذنا اللّٰہ من ذٰلک۔ بہرحال یہ سلسلہ بھی بلاشبہ ایک حد تک مسخ اسلامی نماز اور تغیر احکام کا موجب ہے

مذہب اہل سنت کی تاریخی تشکیل اور علماء کی تحقیق

سب سے پہلے محبین حضرت علی علیہ السلام اور پیروان دشمنان اہلبیت کا نام خلیفہ سوم کے وقت میں عثمانیہ رکھا گیا (تاریخ طبری مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص [illegible]) اس کے بعد [illegible]ھ میں منشائے امیر اس جماعت کا نام جماعت رکھا (سنن ابو داؤد کتاب الفتن) لیکن یہ فرقہ بنام صرف رسمی

بھی اصولی یا فقہی تغیر نہیں ہوا تھا۔ یہ تغیر امام ابو حنیفہ کے وقت میں اور پورا ابوالحسن اشعری کے وقت میں ہوا۔ اور یہ مذہب جاما اور مستقل مذہب بنگیا جس میں مذہب اہل بیت سے بالکل جدائی ملحوظ رکھی گئی اور اسکا نام اہل سنت و الجماعت رکھا گیا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قرۃ العینین ص۱۸۰ چھاپہ مجتبائی دہلی مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں کہ مشہور فرقے تین ہیں حنفی، شافعی، مالکی اور ان تینوں مذہب کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں اور ان تینوں مذہبوں کی بڑی اور معتبر کتابوں میں مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثیں نہیں ہیں مگر تھوڑی۔ پھر ص۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ ترتیب کتاب و سنت اجماع و قیاس کے اصول سب شیخین کے کلام سے لئے گئے۔ اور ص۲۰۹ میں لکھا ہے کہ مالکی حنفی، شافعی کے اصل مذہب کا اعتماد مسائل اجماعیہ فاروق (عمر) پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثوں پر عمل نہیں رکھتے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص۱۳۶ میں لکھتے ہیں کہ ابوالحسن اشعری کے ترتیب دادہ اصول فروع پر علما چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس مذہب کا نام اہل سنت و الجماعت قرار پا گیا۔ الجماعت معاویہ سے لیا گیا اور اہل سنت شیخین کی پیروی سے اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی تکمیل الایمان میں اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین ص۱۵۰ چھاپہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت کے اس مذہب ابوالحسن مذکور ہیں۔ اور شاہ صاحب مذکور شرح مشکوٰۃ فارسی میں لکھتے ہیں کہ لقب اہل سنت و الجماعت حادث (یعنی تازہ) ہے اسی وجہ سے اکثر اہل سنت اپنے کو اشعری مذہب کہتے ہیں کیونکہ ابوالحسن اشعری کے ساختہ پرداختہ دین پر چلتے ہیں ان تفصیلوں سے معلوم ہوا کہ سنی اور شیعہ میں عملی افتراق انہیں نے پیدا کیا اور یہی

لکھتے ہیں کہ یزید نے عام حکم دیا تھا کہ جس دروازہ سے امام حسین کا سر داخل کیا گیا تھا۔ لوگ اس دروازہ سے داخل ہوں لیکن جو لوگ اس دروازہ سے داخل ہوتے تھے وہ سنّی کہے جاتے تھے روضۃ الاحباب ۔ وسیلۃ النجاۃ کرم بخش ۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ تفرقہ بغض حضرت علی علیہ السلام اور اُنکے پیرو یعنی شیعوں کی مخالفت کیلئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بغداد کی جامع مسجدوں میں نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے کہنا اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ علویین مصر یعنی سادات جو بادشاہ مصر گذرے ہیں۔ بلند آواز سے بسم اللہ کہا کرتے تھے لیکن امام احمد بن حنبل کی پیروی کے ارادہ سے نہیں بلکہ علویین مصر کی مخالفت کی غرض سے بسم اللہ کو بلند آواز سے کہنا ترک کر دیا گیا کما بینا ہ۔ تاریخ کامل ابن اثیر جو معتبر ترین کتب تاریخ اہل سنت سے ہے جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ الذکر سنہ ۱ حوادث ۲ امام نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ افضل کون ہے ۔ اور صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا افضل ہے کیونکہ انگوٹھی زینت ہے اور داہنا ہاتھ اشرف و زینت آرائی کا زیادہ حقدار ہے۔ صحیح مسلم جلد ۲ کتاب الزینۃ باب تحریم خاتم ذہب صفحہ ۹۷ حاشیہ سطر ۲ چھاپہ کشوری لیکن صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ چونکہ شیعوں نے داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی عادت کر لی ہے اسلئے اس ہاتھ میں پہننے سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ جامع ترمذی حاشیہ سطر ۱۲ نمبر ۲ چھاپہ اصح المطابع صفحہ ۲۲۶ باب ما جاء فی لبس الخاتم فی الیمین علامہ شیخ ابو الطیب سندی مدنی حنفی محشی جامع ترمذی لکھتے ہیں کہ قہستانی وغیرہ کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ تعجب ہے

ان لوگوں نے دہنے ہاتھ سے کھانے اور بائیں ہاتھ سے آبدست کرنے میں اور سیدھے غسل کرنے میں شیعوں کی مخالفت کیوں نہ کی۔ بائیں ہاتھ سے کھانا کھانے اور داہنے ہاتھ سے آبدست کرتے اور الٹا غسل کرتے وضو کرتے تو مخالفت کر ہی چکے تھے۔

نمبر۳۔ ملا علی قاری صاحب امام ابو حنیفہ کی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ سلام کہنا ان کا تحفہ ہے اور السلام علیہ اور علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں ہے ان دونوں میں سے جو چاہے کہہ سکتا ہے لیکن علی علیہ السلام کہنا چونکہ شیعوں کی عادت میں داخل ہے اسلئے اسطرح کہنا اچھا نہیں ہے شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص ۱۵۴ +

نمبر۴۔ علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان پر درود بھیجنا قرآن سے ثابت ہے لیکن علماء کہتے ہیں کہ صرف اہلبیت رسول پر درود بھیجنا دو وجوں سے مکروہ ہے ایک یہ کہ ہم لوگ صرف حضرت پر درود بھیجتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ صرف اہل بیت پر درود بھیجنا رافضیوں کی عادت ہے۔ اسلئے رافضیوں کی تشبہ سے بچنا چاہیے تفسیر کشاف آخر سورہ احزاب اس قسم کی مخالفتیں بہت ہیں منجملہ انہیں مخالفتوں کے خلاف فطرت انسانی ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی ہے چنانچہ علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ چونکہ روافض کے مذہب میں ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا ہے اسلئے انکی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں دیکھو شرح وقایہ برجندی جلد اول ص ۔۔ سطر ۴ چھاپہ نولکشور کتاب الصلوٰۃ۔ اگرچہ اسلامی دنیا میں اسی دن پھوٹ پڑی اور اختلافات کی تفرقہ پیدا ہوا جس دن قلم دوات اور کاغذ کی فرمائش میں حضرت سرور عالم کے حکم پر اعتنا نہ کیگئی اور آپکی نیت سے خلاف حکم پروردگار استغنا ظاہر کیگئی اور کتاب خدا کی واجب التعمیل آیت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا

الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اللہ اور رسول اور جو تم میں سے صاحب امر ہو اسکی اطاعت
کرو) اور آیۂ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ (اے محمد لوگوں سے کہدو کہ اگر خدا
سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو) کو لائق توجہ نہ سمجھا گیا۔ حسبنا کتاب اللہ
کی نازیبا آواز بلند کیگئی اور کچھ جہالت سے اور کچھ خود غرضی سے خدا و رسول کے
حکم کی مخالفت میں بہت سے شرعی احکام جاری کئے گئے جو آج مخالفت کرنیوالے
یعنی خلیفہ دوم صاحب کیلئے مایۂ ناز فضیلت و افتخار سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ
حسبنا کتاب اللہ کہنے والے درحقیقت کتاب خدا و سنت رسول کے علم سے بالکل
محروم تھے جیسا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۱۶۹ میں لکھتے ہیں
کہ انکی فقہی غلطیاں شمار سے باہر ہیں لیکن بمخالفت صحابہ کی نگاہ میں چنداں وقعت
نہیں رکھتی تھیں۔ خود انکے بیٹے عبد اللہ اکثر انکی رایوں کے مخالف تھے جیسا کہ
اس امر کو میں نے اپنی کتاب مرشد امت میں بہ تفصیل لکھا ہے اور کسی مناسب
مقام میں لکھونگا کہ حی علی خیر العمل اور الصلوۃ خیر من النوم میں وہ انکی
رائے کے مخالف تھے۔ اگرچہ امیر شام نے بصرف زر کثیر چند صحابہ سے جہاں فضائل خلفاء
ثلثہ میں حدیثیں بنوائیں۔ وہاں خلیفہ دوم صاحب کی ذاتی فقہی رایوں کی موید
بھی حدیثیں بنائی گئیں۔ کچھ دنیا پسند صحابہ نے بنایا اور کچھ بے اعتبار راویوں نے
جنکو امام ذہبی نے میزان الاعتدال کی تین جلدوں میں نام بنام ذکر کیا ہے اور
تعداد انکی چار ہزار سے زائد پہنچگئی ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ چودہ ہزار حدیثیں
بنائی گئیں۔ خود عبد الکریم نے اقرار کیا کہ چار ہزار حدیثیں اس نے بنائیں۔ بنانیوالوں
کی وثاقت کی وجہ سے یہ روایتیں مشہور ہو گئیں (سیرت نعمان شبلی صفحہ ۹۳) باوجود

ان کاوشوں کے شیخین کی مخالف کتاب و سنت رائیں مذہبی لباس میں نہیں آئی تھیں یہاں تک کہ تیسری صدی میں شیخ ابوالحسن اشعری نے بقول شاہ ولی اللہ صاحب کے ان مخالفت ایکو مذہب اہل سنت کا جزو قرار دیکر نام اسکا اہلسنت والجماعت رکھا اور اسلام میں کلی تفرقہ پیدا ہوکر مذہب اہل سنت ایک نیا مذہب بنگیا جس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری ہوئے اور علماء اہل سنت اپنی خواہشوں سے شیعوں کی مخالفت میں وقتاً فوقتاً اضافہ بھی کرتے رہے۔ جن میں سے ایک اضافہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا ہے (انوار القرآن)

ان دلائل و بیان تشکیل مذہب اہل سنت و بیانات تغیر احکام اسلامی کی تاریخی حقیقت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بانی مذہب اہل سنت وہ جماعت ہے جو نبوت کیبنٹ کی کی اپوزیشن تھی یہ وہ جماعت جو پیغمبر اسلام کو بادشاہ عرب مانتی تھی نہ نبی اسکا یہ ثبوت لیجیے کہ انکا نظریہ نبوت یہی تھا کہ قوم کا لیڈر نبی کہلاتا تھا۔ یہ جماعت حیات نبوی میں حتی الامکان اسکے احکام کی مخالفت کر بیٹھی تھی یا نبی کے افعال و اعمال پہ اعتراض۔ لا الہ الا اللہ کے اعلان کو خلاف مصلحت جانتی تھی اسکے بعض افراد نماز جنازہ سے نبی کو روک بیٹھے بلکہ گھسیٹ لینے کہ یہ منافق ہے اسکا جنازہ نہ پڑھیے۔ یا انکار سے سخ کرنے پر روکنا تقہ قرطاس بھی اسکی دلیل ہے کہ یہ لوگ پیغمبر عربی کو پیغمبر نہیں بلکہ اپنا جیسا خطا کار ہاشمی بادشاہ سمجھتے تھے ورنہ نبوت کو بادشاہی سے کیا نسبت۔ یہ نہیں کہ غلط فہمی سے ایسا کہ رہے تھے بلکہ یہ بار دانستہ اور اسکا اقرار و اعتراف بھی سقیفہ کی کارروائی بھی اسی کی دلیل ہے کہ انکے نزدیک نبوت سیاسی عہدہ نہ تھا نہ دینی۔ یہ انتخاب میرو کا ٹھیرا قانون سیاست ہی ہیں

ممکن ہو قانون دینی اور شریعت و ناموس الٰہی میں اسکا امکان کہاں؟ اور اسکے بعد پھر اس عہدہ پر فائز دشمنان پیغمبر یا منکر نبوت اور فساق و فجار ہی کا فائز ہونا اور اس جماعت کا انکو اپنا پیشوا کہنا۔ یہ بھی اسی کا ثبوت ہو کہ نبوت ان کے محض دنیاوی حکومت و سیاست تھی اور اہل سنت ایک سیاسی جماعت ہی ہے۔ اسکو دیانت سے دور کی بھی نسبت نہیں۔

رسول ہاشمی تھا اور یہ جماعت بنی ہاشم کی قدیم مخالف۔ اس لئے انکا حسد اس کا مذہب تھا۔ اور چونکہ نبی کی خلافت کے دعویدار و حقدار علی اور اولاد علی تھے انکی عداوت اس جماعت کو لازمی تھی۔ رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی حکومت اسلامی اور خلافت نبوی پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح عداوت آل محمد کی سنت کو جاری رکھا۔ اور اس جماعت کی اس سنت یعنی عداوت آل محمد کی وجہ سے یہ فرقہ اہل سنت کہلایا اور کہلاتا ہے بسنت عداوت علی و آل علی اور اہل سنت مخالفین علی و آل علی۔

معاویہ نے امام حسنؑ کی صلح کے سال کا نام السنۃ والجماعۃ رکھا (تاریخ الخلفاء، حیوٰۃ الحیوان۔ فتح الباری منہج الوصول) اور معاویہ شاہی جماعت اہل السنہ والجماعۃ لیکن چونکہ یہ مذہبی اصطلاح میں ایک مہمل سی اصطلاح تھی رفتہ رفتہ کثرت استعمال میں اہل السنۃ والجماعۃ جماعت سے مراد وہی مخالف جماعت اور سنت سے مراد وہی سنت اصحاب جماعت یعنی مخالفت و معاندت علی و آل علی۔ یزید نے بھی اس جماعت کا نام اہل السنۃ رکھا تھا جس سے دشمنی آل محمد کا خاص مظاہرہ ہوا تھا۔ معاویہ سے شروع ہو کر عمر بن عبدالعزیز

زمانے تک اس سنت کا اظہار اس طرح ہوتا تھا کہ تمام ملک میں علی الاعلان
و علی رؤس الاشہاد نام بنام علیؑ حسنؑ و حسینؑ پر معاذ اللہ لعن کیا جاتا تھا۔
بلا سب و شتم۔ مدارس میں معلم بچوں کو بھی سکھاتے اور درس دیتے تھے خطباء
واعظین بھی وظیفہ ادا کرتے تھے کلبی مورخ نے ستر ہزار دس منبر شمار کیے ہیں
جن پر روز جمعہ بیک وقت علیؑ و آل علیؑ پر سب و شتم و لعن و طعن ہوتا تھا چنانچہ گذرا
عمر بن عبد العزیز نے اسکو توہین و تذلیل اسلام سمجھا اور ایک حکمت عملی سے اسکو
بند کیا اس عزم کے بعد جب اس نے روز جمعہ خطبہ دیا اور اس خطبہ میں اس سنت
جماعت بنی امیہ کو ذکر نہ کیا۔ ترک کر دیا تو تمام مسجد میں شور مچ گیا۔ السنۃ
یا امیر المومنین۔ قد ترکت السنۃ۔ اے خلیفہ سنت سنت کہاں گئی تو نے
سنت کو ترک کر دیا۔ علی پر لعن نہ کیا (طبری خمیس النصائح) یہ سنت تھی اور
اسکے کرنے والے سننے والے اور اس پر خوش ہونے والے اہل سنت کہلاتے تھے اور
وہی نام اب تک چلا آتا ہے۔ ورنہ نہ تو یہ کتاب اللہ اور حدیث رسول کی اصطلاح
ہے اور نہ علماء کی۔ اور اسکی تفصیل ایک دفتر عظیم چاہتی ہے مگر اہل تحقیق و حق
کے لیے اتنا ہی اشارہ اسکے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ اہل سنت و الجماعۃ سیاسی
جماعت ہے اور ہمیشہ کرسی پرستی اسکا اصول۔ جو کرسی حکومت پر بیٹھ گیا وہ
انکا امیر (ڈکٹیٹر) ہو گیا اور انہوں نے السلام علیک یا امیر المومنین کے نعرے لگانے
شروع کر دیئے اور اب بھی یہی عمل اور یہی اصول ہے۔ فتدبر فیہ۔

حل مدعا و صورت رفع اختلاف

رسول اس حقیقت سے
واقف تھا کہ میرے بعد

میرے دین کی صورت اختلاف کیا ہوگی اور اس نے خود خبر دی تھی کہ امت تہتر
فرقوں میں منقسم ہو جائیگی جن میں ایک حق پر ہوگا اور باقی کل باطل پر۔ اور مسلم ہے
کہ رسول ہرگز اسکو گوارا نہیں کرتا ہوگا کہ اسکی امت متفرق اور گمراہ ہو۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ
وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ تمپر حریص ہے اور مومنوں کے ساتھ مہربان اور
رحیم ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ جب اسے یہ معلوم تھا کہ امت میں اختلاف پڑیگا تو اختلاف
کے رفع کی کوئی صورت بتلائیے ورنہ نبی پر الزام آتا ہے اور گمراہ ہونے اور متفرق ہونے
والی امت معذور ہو جاتی ہے اور حجت تمام نہیں ہوتی۔ ضرور اس نے صورت رفع اختلاف
بتلائی تھی اور اس سلسلہ کا پتہ دیا تھا اور اسکا بار بار حکم دیا تھا اور صاف کہدیا
تھا کہ تمسک بالثقلین ہی گمراہی سے بچا سکتا ہے اور اختلاف سے روک سکتا
ہے اسی واسطے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہل بیت جو میری عترت ہیں جبتک انسے
تمسک رکھو گے گمراہ نہ ہوگے۔ اور تمام مسلمانوں میں یہ حقیقت مسلم ہے لیکن اختلاف ہوا جو
بس معلوم ہوا کہ تمسک بالثقلین کو ترک کیا گیا اور رسول کی اس حکم میں اطاعت نہیں
کی بلکہ اسکے خلاف خلافت اجماعی قائم کی گئی اور نعرہ حسبنا کتاب اللہ لگا کر
احد الثقلین عترت رسول کے تمسک سے انکار کیا گیا۔ لہذا رفع سبب اختلاف ہی
موجب ائتلاف و اتفاق ہو سکتا ہے۔ ترک اتباع ثقلین موجب اختلاف ہوا ہے
تو اتباع ثقلین ہی موجب اتفاق ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اور یہ اب بھی ممکن ہے اس وسیلے
سے آج بھی اس مدعا کو حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ کتاب خدا یقیناً جامع ضروریات
دینی و دنیوی ہے۔ کل علم اس میں جمع ہے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ

اور عترت رسول اسکی عالم اسکی تاویل کی عالم۔ اسکی تفسیر کی عالم۔ اسکی تنزیل کی عالم
اور سنت رسول کی عالم اور اس اختلاف احادیث کی عالم اور پھر معصوم خطا و
غلطی سے پاک سہو و نسیان سے مبرا اور پھر ہر زمانے میں قرآن کے ساتھ اس کا وجود
ضروری وہ قرآن کے ساتھ اور قرآن اسکے ساتھ۔ وہ حق کے ساتھ اور حق اسکے ساتھ
اور اسکی پیروی مسلمانوں پر فرض اور اسکی محبت جزو ایمان۔ اور اسکا علم نقص و غلطی
سے پاک علم باطن الہامی ہے اور انہی کی شان میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ کہ وَ
جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ اَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ
وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ (انبیاء) اسکی تصریح رسول
اور خود معصومین سے مروی ہے۔ اور دمیری نے اپنی کتاب حیاۃ الحیوان میں
اوحی الی النحل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان ائمہ اہل البیت کو وحی ہوتی
تھی اور انکا معصوم ہونا خود دلیل ہے کہ یہ صاحب وحی و الہام تھے کیونکہ عصمت و
وحی لازم و ملزوم ہیں اسلئے کہ عصمت روح قدسی کو مقتضی ہے اور روح قدسی کو وحی
لازم ہے روح قدس ہی حامل وحی و ناطق کلام الٰہی ہے۔ کما اشرنا الیہ سابقاً اور
ان حضرات کا معصوم ہونا اکثر منصف مزاج علمائے اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے۔ صاحب
دراسات بھی اسکے قائل ہیں اور صوفیائے کرام تمام انکو صاحب الہام اولیاء اللہ
جانتے ہیں۔ امام غزالی حضرت علی کے صاحب علم لدنی ہونے کی تصریح کرتے ہیں اور
رسول اللہ نے یہ امور انکی طرف منسوب کئے ہیں اور انہیں اوصاف سے انکی خود
گرانی ہوئی اور اسی واسطے انکے اتباع کا حکم دیا ہے۔ اور انکا تالی قرآن ہونا ہی خود
عصمت کی دلیل ہے کہ قرآن یقیناً معصوم ہے پس جو تالی قرآن ہے وہ بھی معصوم ہے

عِتْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ الْاَقْرَبُوْنَ وَاَهْلُ بَيْتِهِ الطَّاهِرُوْنَ الطَّيِّبُوْنَ وَاَحَدُ الثَّقَلَيْنِ الَّذِيْنَ خَلَّفَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ثَانِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (مروج الذہب مسعودی) اس کے لئے کتب مناقب سنی و شیعہ ملاحظہ ہوں مثل مناقب دیلمی مسند احمد ابن حنبل مودۃ القربےٰ ینابیع المودۃ سوانح جناب امیر از حبیب اللہ امرتسری وغیرہ خصوصاً یہ کہ جناب امیر جو اول امام اہلبیت ہیں جملہ علوم قرآنی و اسلامیہ میں کل صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھے صادق تھے امام تھے معصوم تھے۔ طاہر تھے اور اول خلیفہ و وارث علم رسول اللہ۔ اور یہ معلوم ہے کہ زمانہ رسول اور بعد رسول ہر مسئلہ مشکلہ میں بعد رسول تمام صحابہ علی ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ہر ایک مشکل علمی اسی حلال مشکلات سے حل ہوتی تھی حضرت عمر کو انسے ستر مرتبہ ان مشکلات کے حل پر کہنا پڑا لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ معاویہ سا دشمن بھی علی کی اس فضیلت کو مانتا تھا اور سمجھتا تھا۔ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ بَعْدَ اَحْمَدَ حَيْدَرٌ۔ اَلنَّاسُ اَرْضٌ وَالْوَصِيُّ سَمَآءٌ۔ رسول عربی کے بعد ساری مخلوق سے بہتر اور افضل علی ہے۔ تمام انسان مثل زمین ہیں و علی آسمان غیر ذکر علی سے کیا نسبت ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ان تمام امور کو جو ہم نے ان حضرات کی نسبت اشارۃً لکھے ہیں عارفین کاملین اہل اسلام کی اس عبارت سے تصدیق فرمایئے۔

حافظ ابی عبد اللہ محمد بن یوسف الگنجی الشافعی امام حسین کے فضائل میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کتاب المناقب)

قَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ عُلُوْمُ اَهْلِ الْبَيْتِ علماء فرماتے ہیں کہ علوم اہل البیت

لَا تَتَوَقَّفُ عَلَى التَّكْرَارِ وَالتَّدَبُّرِ
وَلَا يَزِيدُ عِلْمُهُمْ فِيهَا عَلَى مَا كَانَ
بِالْأَمْسِ وَلِأَنَّهُمْ مُخَاطَبُونَ فِي
أَسْرَارِهِمْ وَالْمُحَدَّثُونَ فِي النَّفْسِ
فَسَمَاءُ مَعَارِفِهِمْ وَعُلُومِهِمْ بَعِيدَةٌ
عَنِ الْإِدْرَاكِ وَالْحِسِّ وَ
أَرَادَ سَتْرَهَا كَانَ كَمَنْ أَرَادَ
سَتْرَ وَجْهِ الشَّمْسِ وَهٰذَا مِمَّا
يَجِبُ أَنْ يَكُونَ ثَابِتًا مُقَرَّرًا
فِي النَّفْسِ فَهُمْ يَرَوْنَ عَالَمَ الْغَيْبِ
فِي عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَيَقِفُونَ عَلَى
حَقَائِقِ الْمَعَانِي فِي خَلَوَاتِ
الْعِبَادَةِ وَتُنَاجِيهِمْ ثَوَاقِبُ أَفْكَارِهِمْ
فِي أَوْقَاتِ أَذْكَارِهِمْ بِمَا تَنْتَهِي بِهِ
غَايَةُ الشَّرَفِ وَالسِّيَادَةِ وَحَصَلُوا
بِتَوَجُّهِهِمْ إِلَى جَنَابِ الْقُدْسِ مَا بَلَغُوا
بِهِ مُنْتَهَى السُّؤَالِ وَالْإِرَادَةِ فَهُمْ
كَمَا فِي نُفُوسِ أَوْلِيَائِهِمْ وَمُحِبِّيهِمْ
وَزِيَادَةٌ فَمَا تَزِيدُ مَعَارِفُهُمْ فِي

درس و تدریس پر موقوف نہیں اور
نہ کل کی نسبت آج انکے علم میں اضافہ
ہوتا ہے کیونکہ وہ باطناً خطاب الٰہی
سنتے ہیں اور فرشتے ان سے باتیں
کرتے ہیں اور ان کے نفوس ملہم ہیں
پس انکے آسمان علوم و معارف تک
ہمارے ادراک و احساس کی رسائی
نہیں ہو سکتی اور جو ایسے فضائل
اہلبیت کو چھپانا چاہے وہ چہرہ آفتاب
پر خاک ڈالتا ہے اور یہ حقیقت الہامی و
خطاب باطنی اور تحصیل علوم ربانی لازم و
ثابت ہے اور انکے نفوس میں قائم اور ثبت
ہے پس وہ اس عالم شہود میں عالم غیب
کا مطالعہ کرتے ہیں اور خلوت عبادات
میں حقائق معانی پر مطلع ہوتے ہیں اور
انکے نورانی قوائے فکریہ عالم ذکر و فکر میں انسے
باتیں کرتی ہیں جنسے منتہائے شرف و سیادت کو
پہنچ گئے اور جناب قدس الٰہی میں متوجہ ہو کر اس مرتبہ
کو پہنچ گئے کہ جو مانگا اور جو چاہا وہ اس بارگاہ سے

من الولادة وهذه أمور تثبت
لهم بالقياس والنظر ومناقب
واضحة الحجول الغرر ومزايا
تشرق إشراق الشمس في القمر وسجايا
تزين عنوان التواريخ وعنون الآثار
فما سألهم مستفيد ولا ممتحن
فوقفوا ولا أنكر منكر أمراً من
الأمور إلا عرفوا ولا جرى معهم
غيرهم في مضمار شرف إلا سبقوا
وقصر مجاريهم وتخلفوا سنة جرى
عليها الذين سلفوا وأحسن
اتباعها الذين خلفوا وكم عاينوا
في الجدال والجلاد أموراً
فتلقوها بالرأي الأصيل والصبر
الجميل فما استكانوا ولا ضعفوا
ولهذا وأمثاله سموا على الأمثال
وشرفوا نعم الشقاشق إذا هدرت
شقاشقهم وتصغي الأسماع إذا
قال قائلهم ونطق ناطقهم لیف

سے حاصل کر لیا پس وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ
انکو انکے دوست اور شیعہ خیال کرتے ہیں بلکہ
اس سے زیادہ پس انکے معارف علوم بچپن
کی نسبت اکبر سنی میں زیادہ نہیں ہوتے جیسے
بچے ویسے ہی بڑے (النبی نبی ولو کان صبیا
والامام امام ولو کان طفلا) پس یہ تمام
فضائل و مناقب و کمالات ان کے عقل و
فکر سے ثابت ہیں اور یہ روشن اور درخشان
مناقب ہیں اور وہ فضیلتیں ہیں جو آفتاب
ماہتاب کی طرح چمکتی ہیں اور وہ خصائل
حمیدہ ہیں جو عنوانات تواریخ و سیر کو زینت
دیتی ہیں پس کسی سائل یا ممتحن نے ان سے
سوال نہیں کیا جس کے جواب میں انہوں
نے توقف کیا ہو اور کوئی بات ایسی
نہیں جسکو یہ لوگ نہ جانتے ہوں اور
انہوں نے نہ بتلائی ہو اور جو کوئی بھی
میدان شرف میں انکے ساتھ چلا پیچھے رہ گیا
اور انکا مقابلہ کرنیوالا قاصر رہا یہی وہ سنت
ہے جس پر سلف صالحین چلتے رہے اور

الهُدَاةُ اِذْ تَيَسَّرَتْ بِهِ خَلَائِقُهُمْ وَيَقِفُ كُلُّ سَاعٍ عَنْ شَأْوِهِمْ وَلَا يُدْرَكُ غَايَاتُهُمْ وَلَا يُنَالُ طَرَائِقُهُمْ سَجَايَا مَنَحَهُمْ بِهَا خَالِقُهُمْ وَفَازَ بِهَا صَادِقُهُمْ فَتَسَرَّ بِهَا اَوْلِيَاؤُهُمْ وَاَصْفِيَاؤُهُمْ وَحَزِنَ لَهَا مُصَابٌ يُنَبِّئُهُمْ وَمُفَارِقُهُمْ.

اکبرانکی اچھی پیروی اورتاسی بعد میں آنیوالے بزرگوں نے کی ہے اورکس قدران بزرگوں نے جنگ و جدال اور شجاعت و شہامت کے مواقع دیکھے اور سب کا استقلال سے اسکے اور صبر جمیل سے مقابلہ کیا۔ نہ کبھی سستی کا اظہار کیا اور نہ ضعف کا اور ایسے ہی خصائل و مناقب و مزایا و سجایا و خصائل و شمائل سے اپنے اقران و امثال پر شرف لیگئے سب کی بولتی بند ہو جاتی ہے۔ جب اُن کی زبان حق ترجمان بولنے لگے اور سب کے کان ادھر لگ جاتے ہیں۔ جب اُنکا کہنے والا کچھ کہنے لگے کوئی اُنکی گرد کو نہیں پہنچ سکتا اور کوئی ان کے سابق و فائت کو نہیں پکڑ سکتا اور کوئی انکے طریقوں کو نہیں پا سکتا۔ یہ وہ فضائل و کمالات ہیں جو ان صادقین و کاملین نے حاصل کئے اور ان کے خالق نے اُن کو بخشے ہیں اور جن سے اُن کے محب اور پیرو خوش ہوتے ہیں اور ان سے جدا اور دور رہنیوالے سبخ و افسوس کرتے اور اس پر محزون رہتے ہیں کہ ان کی پیروی کیوں نہ کی۔ وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ"

اس تحقیق کے مطابق ائمہ اہل البیت کی پیروی ہر حال میں ہر مسلمان کیلئے موجب نجات و صلاح و فلاح دارین ہے اور اسپرہ ماموریں اور اسی کے ترک سے یہ سارے اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور احکام دین مسخ ہیں۔ انکی پیروی ہی سے صحت عمل رسول معلوم ہو سکتی ہے

اور یہ اختلاف رفع ہو سکتے ہیں اور یہی صرف ایک صورت رفع اختلاف
کی ہے اور یہ اسواسطے محبت آل رسول ہر مسلمان پر فرض ہے اور محبت موجب اتباع و اطاعت
ہے اور جو انکی اطاعت سے باہر ہے وہ دین سے خارج اور صراط مستقیم سے دور ہے۔

صاحب تحفہ فرماتے ہیں "اجماع اہل سنت بر آنکہ محبت اہل بیت بر ہر مسلم و مسلمہ فرض
و لازم و داخل در ارکان ایمان است و باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی این حدیث ثابت است
کہ پیغمبر فرمودہ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ
اَحَدُہُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَہْلُ بَیْتِیْ۔ ترجمہ بیشک من گذاشتم
در شما دو چیز گرانقدر را کہ اگر گرفتید آں ہرگز گمراہ نشوید بعد من یکے ازاں ہر دو بزرگتر است از
دیگر یہ قرآن شریف و دیگر اولاد از اہل بیت من پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی
مارا پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد
در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ
خارج از دین" یعنی باتفاق سنی و شیعہ حدیث ثقلین ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ پیغمبر نے ہمکو اپنے بعد ان دو عظیم القدر چیزوں کے حوالہ کر دیا ہے تمام مقدمات
دینی و امور شرعی میں پس جس مذہب کا عقیدہ اور عمل امور شرعیہ میں ان دو کے مخالف
ہو وہ مذہب باطل و غیر معتبر ہے اور جو شخص ان ثقلین کا انکار کرے وہ گمراہ اور
دین اسلام سے خارج ہے اور اس بیان سے عصمت اہل بیت ثابت ہے اور عصمت
خود دلیل وجوب اطاعت و اتباع ہے اور یہی بزرگ یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ خلفائے
ثلثہ نزد اہل سنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ
سلاطین اسلام تھے امور دینی میں انکی اتباع و اطاعت کسی کے نزدیک لازم نہیں ہے۔

بلکہ اموی دور ہی میں اُنکے زمانۂ حکومت میں بھی اتباع اہل بیت ہی موجب سخت اختلاف دینی تھا
دوسرے الفاظ میں یوں کہیے کہ سنت رسول کی نقل و روایت کے دو سلسلے
مسلمانوں میں بدعت اجماع کی بدولت پیدا ہو گئے۔ ایک سلسلہ تو صحابہ و تابعین و
تبع تابعین کا ہے جس میں مومن بھی ہیں منافق بھی ہیں مرتد بھی ہیں ملحد زندیق
بھی سہو و نسیان کے پتلے بھی اور دین کے دشمن جان بوجھکر احادیث کو غلط اور
مسخ کر کے بیان کرنیوالے بھی عمل رسول کو دیکھنے والے بھی اور نہ دیکھنے والے بھی
سمجھی اور نا سمجھی اور غلط فہمی سے لینے والے بھی کوئی سلسلہ رواۃ عمل و سنت رسول میں
ہر مرتبہ میں یقینی معتبر و ثقہ کہلانیکا مستحق نہیں گو بعض افراد ایسے شامل ہوں لیکن تمام
رواۃ مثلاً صحابی سے لیکر اور محدث بخاری تک سب ہی معتبر ہوں اسکا ثبوت محال ہے
اور جو رجال بخاری سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں
خصوصاً جبکہ دیدہ و دانستہ ایسے ہی رواۃ احادیث لئے گئے ہوں جو خوارج و
نواصب و جاہل و نااہل بلکہ ملحد و زندیق ہوں تو یہ سلسلہ نامعتبر ہو نہیں محتاج ثبوت و
دلیل نہیں دوسری جانب مسلسل تین سو سال تک آل رسول اہل بیت نبوت و رسالت
کا ہے۔ جو عالم ہیں عابد ہیں زاہد ہیں صاحب علم لدنی اور معصوم ہیں اور ہر زمانے
میں ان میں سے کوئی نہ کوئی گروہ عمل رسول کا خود مشاہدہ کرنیوالا موجود ہے مثلاً جناب
رسالتمآب کے زمانے میں پنجتن پاک کا اجتماع ہے علی فاطمہ حسن و حسین حقیقت
علم شریعت کے عالم رسول کی عبادت و طاعت کو خود مشاہدہ کرنیوالے سفر میں حضر میں
گھر میں مسجد میں دن رات غلط فہمی سے پاک غلط بیانی سے معصوم سہو و
نسیان سے مبرہ و منزہ اس دور میں ان چار معصومین نے عمل رسول کو دیکھا حدیث رسول کو سنا

اور اُسپر عمل کیا اور دوسرے کو اسی طرح صحیح پہنچایا۔ کون کہ سکتا ہے کہ جناب فاطمہؑ وہ نماز نہ پڑھتی ہونگی جو انکے والد بزرگوار رسول مختار پڑھتے تھے۔ یا علی رسول کے خلاف عمل کرتے تھے یا حسین اپنے آبا رطاہرین کے طریقہ پر نہ چلتے تھے۔ آیا کوئی مسلمان مسلمان ہوکر یہ دعوئے کرسکتا ہے؟

ان بزرگواروں کے بعد انکی اولاد اسیطرح عالم لدنی اور معصوم انکے قول و عمل کے شاہد یعنی سب میں آخر شہادت پانیوالے حضرت امام حسین ہیں اور روز عاشورہ واقعہ شہادت کے وقت انکے فرزند ارجمند حضرت امام زین العابدینؑ سید الساجدین موجود ہیں جنکی عمر تقریباً ۲۳ سال کی ہے۔ بلکہ اس وقت ان کے فرزند امام محمد باقر بھی موجود ہیں۔ اگرچہ بچہ ہیں۔ اور یہ امام حسینؑ کے آخری عمل تک کا مشاہدہ کرنیوالے ہیں اور یہ بھی عالم علم لدنی اور معصوم ہیں جو رسول نے کیا اس کو حسینؑ نے دیکھا ہے اور کیا ہے اور جو کچھ حسین نے کیا اسکو زین العابدین نے دیکھا ہے اور جو کچھ ان بزرگوں نے کیا اسکو امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا ہے اور کیا اور گویا امام موصوف اسی عمل رسول کے چشم دید شاہد کہے جاسکتے ہیں اور اسیطرح انکے بعد انکی اولاد کے معصوم تا امام حسن العسکری ۲۶۰ھ ہجری تک یہ پاک سلسلہ ذہبیہ ختم ہوتا ہے اور انکے عہد تک تقریباً چارسو کتب احادیث و روایات اہل البیت تصنیف ہوچکی ہیں اور ان کتب اصول سے لیکر اصول اربعہ شیعہ کی بنیاد بھی پڑ چکی ہے یعنی ثقۃ الاسلام الکلینی کی کافی اور ان بزرگ کے عمل کا شاہد عادل معصوم امام مہدیؑ بھی وجود میں آچکا ہے اور اس کی غیبت کبرے ۳۲۹ ہجری میں واقع ہوئی ہے اس پاک سلسلہ ذہبیہ کی روایات و احادیث میں شبہ کرنا اپنی عقل و

ایمان کا ماتم کرنا ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اور داد انصاف دیتے ہوئے ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:۔

وَمَنِ الَّذِیْ یَعُدُّ مِنْ قُرَیْشٍ اَوْ
مِنْ غَیْرِہِمْ مَا یَعُدُّہُ الطَّالِبِیُّوْنَ
عَشَرَۃً فِیْ نَسَقٍ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْہُمْ
عَالِمٌ زَاہِدٌ نَاسِکٌ شُجَاعٌ
جَوَادٌ طَاہِرٌ زَاکٍ فَمِنْہُمْ خُلَفَاءُ
وَمُرَشَّحُوْنَ ابْنٌ ابْنُ ابْنِ ابْنٍ
ھٰکَذَا اِلٰی عَشَرَۃٍ وَہُمُ الْحَسَنُ
ابْنُ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ
ابْنِ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ
ابْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ وَابْنُ
فَاطِمَۃَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ)

کون ہے جو قریش وغیرہ سے اتنے افراد
کا دعویٰ شمار کر سکے جتنے کہ اولاد ابی طالب
اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک سلسلہ میں دس
افراد ان میں سے ہر ایک عالم۔ زاہد۔ عابد
شجاع سخی۔ طاہر اور نیکی میں انمی ہیں
سے خلفاء ہیں اور دس تک ابن ابن ابن
کی نسبت سے مزین و مرشح یعنی الحسن
عسکری ابن علی النقی۔ بن محمد التقی بن
علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر صادق
محمد الباقر بن علی السجاد بن الحسین الشہید
بن علی ابن فاطمہ بنت محمد علیہم السلام

یہ بات عرب و عجم کے کسی اور خاندان کو کبھی نصیب نہیں ہوئی کہ دس پشت
دو سو ساٹھ برس تک علماء ربانی اور رہنمایان دین پیدا ہوتے رہے ہوں۔ ان کے
ساتھ گیارھواں محمد المہدی قائم و باقی)

وَھٰذَا لَمْ یَتَّفِقْ لِبَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ
الْعَرَبِ وَلَا مِنْ بُیُوْتِ الْعَجَمِ۔

یہ پاک اور طاہرین کا سلسلہ اور کسی خاندان
عرب و عجم اور کسی قبیلہ و قوم کو میسر نہیں ہوا

وأين انتم عن علي ابن الحسين	اور تم کہاں دور پڑے ہو علی ابن الحسین
بن علي الذي يقال له علي الخير	سے جس کو علی الخیر علی الاعز
وعلي الاعز وعلي العابد ما اقسم	اور علی العابد (السجاد) کہا جاتا ہے
على الله بشيء الا وابر قسمه و	جس نے جس بات کی قسم اٹھائی اسکو
اين انتم عن موسى بن جعفر	پورا کر کے چھوڑا۔ کہاں چھوٹے
بن محمد وأين انتم عن	ہوئے ہو۔ موسےٰ بن جعفر بن محمد
علي بن محمد الرضا اللابس	کو، اور کیا جانتے ہو علی بن موسیٰ الرضا
الصوف طول عمره مع سعة	کو جو باوجود کثرت اموال و رجائداد
امواله وكثرة ضياعه وغلاته	املاک تمام عمر صوف پوش رہے اور
وجعفر بن محمد الذي	جعفر بن محمد الصادق جس نے اپنے
ملاء الدنيا علمه وفقهه	علم اور فقہ سے دنیا کو پُر کر دیا اور کہا جاتا ہے
ويقال ان اباحنيفة كان من	کہ ابو حنیفہ ان ہی کا شاگرد تھا اور اسی طرح
تلامذته وكذالك	سفیان ثوری اور اس باب میں اتنی ہی ذکا
سفيان الثوري وحسبك	ذکر کافی ہے اس معصوم امام کی فضیلت
في هذا الباب۔	اور جلالت شان ثابت کرنے کیلئے۔

یہ سب خدا سے باتیں کرنیوالے پاک معصوم اور مستجاب الدعوات بندے تھے جو کہہ دیتے تھے وہی ہو جاتا تھا۔ ہر ایک ان میں سے اپنے زمانہ کا قطب تھا۔ (محی الدین عربی) اور تمام اولیا زمانہ انکے تابع اور معتقد اور اُن سے فیض پاتے ہوئے۔ انکی عبادت عین عبادت رسول تھی اور انکا قول عین قول رسول۔ انکی نماز عین نماز رسول

انکو دیکھا ہو اور انسے لو کہ نماز رسول اللہ نے کیسے پڑھی تھی۔ اور اگر یہ سب ہاتھ کھولکر پڑھتے اور تعلیم دیتے ہیں تو بیشک ہاتھ باندھنا بدعت ہے اور یقیناً قول و فعل رسول جو کچھ انکے خلاف مروی ہے وہ موضوع۔ ہر ایک مسئلہ و حکم اسلامی کو انکے مسئلہ و حکم سے مطابق کرو۔ جو موافق نکلے اسکو قبول کرو اور جو انکے خلاف ہو اسکو ترک یہی صورت حل و رفع اختلاف مسلمین ہے۔ وَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ہَدٰىہُمُ اللّٰہُ وَاُولٰٓئِکَ ہُمْ اُولُوا الْاَلْبَاب۔

اگر یہ بھی منظور نہیں کہ اہلبیت رسالت کی پیروی کیجائے کیونکہ یہ حق ہے اور حق سے اکثر کراہیت رکھتے ہیں۔ وَاَکْثَرُہُمْ لِلْحَقِّ کَارِہُوْنَ۔ اور کراہیت حق کی وجہ ہی یہ صورت پیدا ہوئی۔ اور تاسی و اتباع اہل البیت ہی کو چھوڑکر یہ اختلاف پیدا ہوا ہے جو مفصل و مدلل بیان ہوا تو اب کیوں تاسی اہل البیت کرنے لگے ہیں۔ تو یہ دو سلسلے ایکدوسرے کے مقبول ہیں ان دونوں میں جو بات متفق ہو اسکو تسلیم کیا جائے یعنی جس بات کو سلسلہ اصحاب اہل سنت بیان کرتا ہے اور جسکو سلسلہ مذہب اہل البیت و شیعہ علی بیان کرتا ہے ان میں جو باتیں دونوں میں پائی جاتی ہیں اور متفق ہیں وہ قابل عمل سمجھی جائیں اور جو مختلف ہیں وہ ترک کیجائیں اور اس اصول انصاف سے کسی منصف مسلمان کو انحراف نہ ہونا چاہیے اور اس صورت حل و اتفاق میں شیعوں میں ضعف احادیث کے وجود کا شبہ بھی خود بخود اٹھ جاتا ہے اور سوال ہی نہیں رہتا کہ انمیں کچھ روایات ضعیف ہیں کیونکہ جو دونوں میں متفق ہیں لے لیتے ہیں۔ باقی ترک مثلاً اگر دونوں کا سلسلہ روایات متفق ہو کہ نماز میں رسول اللہ ہاتھ باندھا کرتے تھے تو سمجھنا چاہیے کہ یہی فرض ہے اگر اسپر اتفاق ہو کہ رسول اللہ ہاتھ کھلے رکھتے تھے تو یہی حق ہے اور اسی کو قبول کرنا چاہیے۔ وہ اس اصل مسلم و مقبول و منظور شدہ سے یہ اختلاف

نماز بعض مبادی و مقدمات نماز کو جانچتے ہیں اور فیصلہ اہل بصیرت پر چھوڑتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ ہمارے مقدمات اس اختلاف کے رفع کرنے اور مقصود اتحاد اور اتفاق تک بآسانی پہنچنے میں کامل راہنمائی کرینگے۔ بلکہ اہل بصیرت پر انہی مقدمات سے اصل مسئلہ روشن اور راز اختلاف منکشف ہوگا اور ضرور ہونا چاہیے فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (پس جسکو خدا ہدایت کرنا چاہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے)

باب سوم

اختلاف احکام اسلامی نماز

ان اسباب تبدیل و تغییر احکام اسلام کی بنا پر جو مقدمہ میں مذکور ہوئے مسلمانوں کی بہترین عبادت جو رکن دین ہے اور جس کی قبولیت پر قبولیت عبودیت اور نجات یوم الدین موقوف ہے سینکڑوں جزئی و کلی اختلافات کا مرکز بنی ہوئی ہے کچھ ایسے اختلافات ہیں جو سنی اور شیعوں کے درمیان ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو فیمابین مذاہب اہلسنت ہیں بعض وہ ہیں جو ادائے نماز سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض وہ جو اسکے شرائط یا مقدمات میں شامل ہیں ہم انمیں سے بعض کو جو زیادہ اہم ہیں اور جن پر ان فرقوں یا مذاہب میں جنگ برپا رہتی ہے انکو بیان کرتے ہیں اور بعد ازاں انکی صحت و بطلان پر استدلال و احتجاج

مقدمات نماز میں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو وضو سے متعلق ہیں جو شرط

صحت نماز ہے۔ اگر وضو صحیح نہیں ہوا تو نماز باطل ہو گئی اور محنت رائگان گئی۔
چنانچہ اختلافات مقدمات نماز دو وضو یہ ہیں۔
اول! عضو کے اُلٹا یا سیدھا دھونیکا اختلاف کہ اہل سنت خلاف فطرت انسانی و حکم عقلی و شرعی ہاتھوں کو وضو میں مثلاً نیچے سے اوپر کو دھوتے ہیں بلکہ منہ کو بھی اور شیعہ اسکے برعکس موافق فطرت سیدھا دھوتے ہیں اوپر سے نیچے کو۔
دوسرے اختلاف مسح رجلین ہے یعنے پیر دھونے اور مسح کرنے میں اختلاف سنی دھوتے دگر مونزے پر مسح کر لیتے ہیں اور شیعہ مسح کرتے ہیں اور اسی وبا تو نسے سنی شیعہ پہچانے جاتے ہیں
تیسرے تکبیر میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا شیعہ کرتے ہیں سنی بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے۔
چوتھے۔ قرأت سورہ میں بسم اللہ کو آواز بلند کہنا یا نہ کہنا جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا کہ معاویہ نے نماز میں سے چرایا۔ یا اس سے قبل کے حضرات نے۔
پانچویں۔ بعد قرأۃ سورہ حمد آمین کہنا یا نہ کہنا بعض سنی کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے۔ اور شیعہ بدعت جانتے ہیں یا کم سے کم مکروہ سمجھتے ہیں۔
چھٹے مسئلہ ارسال یدین و قبض یدین شیعہ ارسال کرتے ہیں یعنے ہاتھ کھولکر نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور اسکو واجب جانتے ہیں اور اسکے بغیر نماز کو باطل سمجھتے ہیں سنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہیں اور پھر اسکی صورت میں بہت سے اختلافات فیمابین اہل سنت ہیں جو آگے چلکر مفصل مذکور ہونگے۔ اور یہی اختلاف ارسال یدین سب سے اہم ہے اور یہی اس بحث کا موضوع اصلی اور اس مضمون کا عنوان اور اس مقالہ کا اصل مطلب ہے جسکو ہم مفصل لکھینگے اور باقی کو مجمل مختصر اسی طرح دوسری بحث

ہیں قنوت شیعہ لازم سمجھتے ہیں سنی نہیں۔

ساتویں۔ تشہد یا التحیات۔ اصطلاحاً شیعہ دوسری رکعت میں بیٹھ کر تشہد پڑھتے ہیں اور سنی التحیات کہتے ہیں۔

آٹھویں سلام پھیرنے کا طریقہ مختلف ہے۔ اہل سنت سلام دیتے وقت قبلہ سے منہ پھیر لیتے ہیں اور شیعہ اس کو موجب بطلان نماز جانتے ہیں اور وہ صرف اشارہ گوشہ چشم سے سلام پھیرتے ہیں۔

نویں۔ جمع بین الصلوتین کا مسئلہ ہے شیعہ ظہرین و مغربین کو ملا کر پڑھتے ہیں اور سنی ہر ایک علیحدہ علیحدہ۔ اور سنی کہتے ہیں کہ شیعہ بجائے پانچ وقت کے تین وقت نماز پڑھتے ہیں۔

دسویں۔ انکے علاوہ ایک اختلاف اذان نماز اعلان میں ہے کہ سنی حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلْ اذان میں نہیں کہتے ہیں اور ترک کر چکے ہیں جسکی طرف اشارہ بھی گذر چکا اور شیعہ اسکو ضرور کہتے ہیں اور جزو اذان جانتے ہیں اور اسکے بغیر اذان کو ناقص سمجھتے ہیں سنی اذان صبح میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم زیادہ کرتے ہیں شیعہ اسکو تشریع یا بدعت کہتے ہیں اور یہ دسواں اختلاف دراصل اختلافات وضو کے بعد مذکور ہونا چاہئے تھا مگر ہمیں ترتیب مطلوب نہیں فقط مطلوب ہے اور اسلئے ہم پہلے مسئلہ ارسال یدین ہی کو لیتے ہیں۔ جو ہمارا اصل موضوع ہے۔ لہذا اس کے اختلافات فیما بین اہل سنت کے متعلق عبارات ذیل ملاحظہ ہوں۔

اہل سنت میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کے متعلق اختلافات

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ

فی اختلاف الائمہ میں لکھتے ہیں۔

وَاجمعوا علی ان وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ الا فی روایۃ عن مالک وھی المشھورۃ انہ یرسل یدیہ ارسالا وقال الاوزاعی بالتخییر واختلفوا فی محل وضع الیدین فقال ابوحنیفۃ تحت السرۃ وقال مالک والشافعی تحت صدرہ فوق سرۃ وعن احمد روایتان اشھرھما ھی التی اختارھا الخرقی کمذھب ابی حنیفۃ ص۳۶ مطبوعہ مصر

اور اس بات پر اجماع اہل سنت ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے سوائے امام مالک کی ایک روایت کے جو مشہور ہے کہ وہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا رکھتے تھے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ نمازی مختار ہے چاہے باندھے چاہے کھولے اور محل وضع میں اختلاف ہے ابوحنیفہ کہتے ہیں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور مالک و شافعی کہتے ہیں کہ سینے کے اوپر رکھے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں مشہور وہ ہے جسکو خرقی نے اختیار کیا ہے یعنے مذہب ابوحنیفہ کے مطابق۔

اور میزان الکبرے ص۱۲۳ میں لکھا ہے۔

ومن ذالک اتفاق الائمۃ علی استحباب وضع الیمین علی الشمال فی القیام وما قام مقامہ مع قول مالک فی اشھر روایاتہ انہ یرسل یدیہ ارسالا مع قول الاوزاعی انہ یتخیر فالاول مشدد والثانی وما بعدہ مخفف ان تفاوت التخفیف وجہ الاول ان

اور منجملہ مسائل نماز یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قیام نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا مستحب ہے۔ حالانکہ مالک کا قول اشہر ترین روایات میں یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو نماز میں لٹکا کر رکھتے تھے اور پورے طور سے کھلے رکھتے اور اوزاعی کا قول یہ ہے کہ نمازی مختار ہے چاہے کھولکر پڑھے یا باندھکر پڑھے پہلا قول سخت ہے اور دوسرے میں

مدة موقف العبد بين يدي سيده وهو خاص بالأكابر من العلماء الأولياء بخلاف الأصاغر فإن الأولى لهم إرخاء اليدين كما قال به مالك. وإيضاح ذلك أن وضع اليمين على اليسار يحتاج في مراعاته إلى صرف الذهن إليه فيخرج بذلك كمال الإقبال على مناجاة الله عز وجل الذي هي روح الصلاة وحقيقتها بخلاف إرخائهما بجنبيه ثم اختلفوا في محل وضع اليدين فقال أبو حنيفة تحت السرة وقال مالك والشافعي تحت صدره فوق سرته وعن أحمد روايتان أشهرهما نص مذهب أبي حنيفة واختارها الخرقي ووجه الأول خفة كونها تحت السرة على المصلي بخلاف وضعها تحت

تخفیف ہے اگرچہ تخفیف میں تفاوت ہے قول اول یعنی باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ عبد کی صورت اپنے معبود کے سامنے ایسی ہی ہونی چاہیئے اور یہ صورت مخصوص ہے اکابر علماء اولیاء کیلئے بخلاف عام مبتدیین کہ ان کیلئے بہتر یہی ہے کہ ہاتھ کھلے رکھیں جیسا کہ مالک کا مذہب ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے ذہن بٹا رہتا ہے اور توجہ اور اخلاص میں کمی آجاتی ہے حالانکہ اصل روح نماز یہی توجہ الی اللہ یعنی خشوع و خضوع جو نماز کی جان ہے ہاتھ کھلے رکھنے ہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے پھر اس امر میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں رکھے جائیں ابو حنیفہ کا قول ہے کہ زیر ناف رکھے جائیں اور امام مالک اور شافعی کہتے ہیں کہ سینے کے نیچے ناف کے اوپر رکھے جائیں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں مشہور وہ ہے جو امام ابو حنیفہ کے موافق ہے اور اسکو خرقی نے اختیار کیا ہے زیر ناف ہاتھ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہاتھ رکھنے سے نمازی

الصدر فإنه يحتاج إلى
مراعاتها لثقل اليدين
وتدليهما إذا طال الوقوفُ
فرجع الأمر إلى مرتبتي الميزان
فلذلك كان استحبابُ وضع
اليدين تحت الصدر خاصاً
بالأكابر الذين يقدرون
على مراعاةِ الشيئين معاً
في آن واحدٍ دون الأصاغر
وسمعت سيدي علي الخواص يقول
وجه قول من قال بعدم
استحباب وضع اليدين تحت
الصدر مع ورود ذلك من
فعل الشارع كون مراعاة
المصلي لدوامهما تحت الصدر
يشغله غالباً من مراعاة
كمال الإقبال على مناجاة الله
فكان إرسالهما أو جعلهما تحت
السرة أكمل للإقبال على المناجاة

پر بوجھ نہ پڑیگا بخلاف اسکے اگر سینے پر ہاتھ رکھے
جائینگے تو نمازی کو ہر وقت انکے سنبھالنے
کا خیال رہیگا کیونکہ ہاتھ خود بھاری چیز ہے
اور فطرتاً نیچے لٹکنا چاہتا ہے جبکہ دیر تک قیام
رہے تو اب میزان کے دونو طرف رجوع کرنا
پڑا اسلئے سینے کے نیچے ہاتھ رکھنا اکابر علماء و
اولیاء کیلئے مستحب ہے جو دونوں ہاتھونکو سنبھالنے
اور توجہ کو قائم رکھنے کی قدرت رکھتے ہیں ادنیٰ
درجے کے مسلمانوں کیلئے یہ حکم نہیں وہ اسپر قدرت
نہیں رکھتے کہ دونوں باتوں کا لحاظ رکھیں
میں نے سیدی علی الخواص سے سنا ہے وہ فرماتے
تھے کہ جو اس کے قائل ہیں کہ سینے کے نیچے
ہاتھ نہ رکھنے چاہئیں۔ حالانکہ یہ فعل شارع سے
ثابت ہو تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھنے
سے رجوع قلب حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل
رجوع و حضور قلب ہی ہے اسلئے ہاتھونکا کھولدینا
یا ناف کے نیچے رکھنا ہی بہتر ہوا کسی اور
ہیئت سے پس جو شخص توجہ الی اللہ اور ہاتھونکے
سنبھالنے سے عاجز ہو تو اس کیلئے ہاتھونکا

الخضوع معا الله اولى من مراعاة هيئة
من الهيئات فمن عرض من نفسه
العجز عن مراعاة كون يديه تحت
صدره في الصلوة الا مع الغفلة
عن كمال الاقبال على الله عزوجل
فارسال يديه بجنبيه اولى به و
كلام الشافعي في الام فقال ان
ارسلهما ولو يعبث بهما فلا باس و
من عرض من نفسه القدرة على الجمع
بين الشيئين معا في ان احد كان ضعيفه
مقصده اولى وبذالك يحصل الجمع
بين اقوال الائمة رضي الله عنهم

کھولنا ہی مناسب ہے اور بہتر
ہے اور اسی کی شافعی نے کتاب
الام میں تصریح فرمائی ہے اور کہا
ہے اگر ہاتھ کھلے رکھے اور ان سے
بازی نہ کرے تو ہاتھ کھول کر نماز
پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور جو اپنے
اندر دونو باتوں کی قدرت پاتا ہے
کہ ہاتھ باندھے بھی رہیں اور توجہ
بھی قائم رہے تو اس کے لئے
زیر صدر ہاتھ باندھنے ہی بہتر
ہیں اور اس سے اقوال ائمہ میں
صورت جمع پیدا ہو جاتی ہے انتہی۔

ان عبارات سے حسب ذیل مطالب و نتائج اخذ ہوتے ہیں:-

اول۔ یہ کہ تمام علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے فرض نہیں اور مستحب کے یہ معنے اصول فقہ میں مسلم ہیں کہ اس کے کرنے میں ثواب ہے اور ترک کرنے میں عذاب نہیں اور یہ مکروہ کی ضد ہے پس انکے نزدیک اگر ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھی جائے تو علمائے اسلام کے نزدیک نماز صحیح ہے۔ ثواب کم ملیگا۔

دوم۔ امام مالک ہاتھ کھولنے کے قائل ہیں۔ اور ان کا یہ مذہب مشہور ہے اور اسی پر کل مالکیوں کا عمل ہے۔

سوم۔ امام اوزاعی تخییر کے قائل ہیں کہ دونو امر مساوی ہیں اور نمازی کو اختیار ہے خواہ ہاتھ کھول کر پڑھے یا باندھکر کوئی ہرج نہیں۔

چہارم۔ امام شافعی بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

پنجم۔ اس کی تصریح ہے کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے کا طریقہ سخت ہے (اور شریعت محمدی شریعت سہلہ ہے) اور ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے کے طریقہ میں تخفیف رحمت و تکلیف ہے۔ اس لئے وہی مناسب و ممدوح ہے۔

ششم۔ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے میں اقبال قلب اور توجہ میں کمی ہو جاتی ہے اور حضور قلب و خشوع و خضوع باقی نہیں رہتا۔ اور ہاتھ کھولکر پڑھنے میں رجوع قلب حاصل ہوتا ہے۔

ہفتم۔ اسی وجہ مذکورہ پر ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے کا سنتی حکم بڑے کامل اولیاء اور علماء کیلئے ہے جو توجہ کو قائم رکھ سکتے ہیں اور عام مسلمانوں کیلئے ہر حال میں ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھنا لازم ہے (عام مسلمانوں کو خواہ مخواہ ہاتھ باندھنے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے۔)

ہشتم۔ اس طریقہ نماز ادا کرنے پر ان علما کے پاس کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔ جو کہا یا کیا جاتا ہے۔ صرف اپنی قیاس آرائی ہے لیکن جہاں جو دسنت کا دعوے بھی ہے وہاں بھی عمل اپنی رائے پر ہے جیسا کہ سید علی الخواص کے قول میں مذکور ہوا۔ یعنی مسئلہ وضع الیدین تحت الصدر میں۔

نہم۔ ہاتھ باندھنے کی سنت کی علت یہ ظاہر کی گئی ہے کہ جسطرح عبد کا معبود کے سامنے کھڑا ہونا بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبد حقیقی رسول اللہ کے فعل یا قول سے

ماخوذ نہیں صنف اپنے کے نکی لاج میں حسن ظن سے یہ رائے خود ہی قائم کی ہے۔

معبود کو تو بندے کا وہی فعل محبوب ہے جسکو اسکا محبوب پسند کرے اور حکم دے اور ہر ایک آقا اور مالک کے دربار میں حضوری کے ضابطہ و آداب جداگانہ ہیں اور یہی انسانی خود بتلارہی ہے۔ دنیا میں بھی یہی مشاہدہ ہوتا ہے۔ شاہان یورپ کے دربار میں ہاتھ باندھکر حاضر ہونا مذموم ہے۔ ترکی دربار میں بھی یہ ممدوح و مروج نہیں ہے۔ ہندو دربار میں ہاتھ باندھکر ڈنڈوت ہوتی ہے۔ ایران کے مجوسی درباروں میں البتہ سینے پر ہاتھ باندھکر حضوری ہوتی تھی اور شعرا و مداحین بھی اسی شان سے شاہان مجوس کی مدح سرائی کرتے تھے۔ اسی کی طرف شیخ سعدی کا اشارہ ہے ع

ستائش کناں دست بر بر نہند

اگر فطرت انسانی میں یہ ہوتا کہ جب ہمیشہ معبود کے سامنے دست بستہ ہی پیش ہو تو تمام نوع انسانی متفق ہوتی لیکن اختلاف تبلارہا ہے کہ یہ طریقہ عقلی و فطری نہیں ہے بلکہ ہر ایک آقا اور ہر قوم اور ہر مذہب اسکا طریقہ جداگانہ رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اہلسنت میں یہ طریقہ ایرانی مجوسیوں ہی سے لیا گیا ہے۔ انہی کا یہ طریق تھا جب جنگ قادسیہ ہوئی اور ایران کا ایک بڑا حصہ مفتوح اور ایرانی اسیران دل قید ہو کر حضرت عمر کے دربار میں اسی صورت سے پیش ہوئے تو انکو انکی یہ ادا پسند آگئی اور فرمایا کہ کیا اچھا طریقہ ہے اگر ہم بھی اپنے آقا کے دربار میں وقت عبادت اسطرح کھڑے ہوا کریں چنانچہ اس کے متعلق احکام جاری ہو گئے اور اسیوقت سے اس عبادت خدا میں تنسیخ واقع ہوئی۔ جیسا کہ عسکری کی کتاب الاوائل میں اسکی تصریح ہے۔ اور اسکی اس سے بھی تائید ہوتی ہے جو ائمہ معصومین خصوصاً حضرت علیؑ نے فرمایا ہے۔ کہ لا تکفّروا فی الصلوٰۃ فانّہا

طَرِیقُ الْمَجُوسِ" نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ کھڑے ہو کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے اور اسواسطے کہ یہ تشبیہ فعل کفار ہے اور حکم خدا و رسول کے خلاف ہے اسکے ایسے نماز قطعاً باطل سمجھی جاتی ہے اور یہی اہل بیت طاہرین کا مذہب ہے پس یہ صورت نشان عبودیت کیلئے جو نکالی ہے خلاف شان عبودیت ہے عبودیت تو فرمانبرداری میں ہے جو آقا حکم دے اسکی تعمیل بے چون و چرا نہ کی جائے۔ وہ عبد عبد مطیع ہے۔ یاد رکھئے کہ عبادت ہر ایک انسان کرتا ہے اور ہر ایک مذہب کرتا ہے اور ہر ایک شخص جو خدائی ہستی کو ماننے والا ہے ضرور اسکی پرستش کرتا ہے اور اسکا نام جپتا ہے لیکن اسلام ان سب کی عبادات کو باطل اور غلط اور نامقبول و نامنظور خدا جانتا ہے کیوں؟ صرف اسلئے کہ وہ موافق حکم خدا نہیں ہے حکم خدا رسول سے معلوم ہوتا ہے اور وہ رسول کے وجود کے منکر ہیں اسی طرح اگر مسلمان اپنی طرف سے عبادت خدا کریں اور نماز پڑھیں اور وہ حکم خدا و رسول سے ثابت نہ ہو تو اسی طرح غلط و باطل ہے جس طرح غیر مسلمین کی عبادت۔

دہم۔ ان عبارات میں اور اس طرح دیگر علمائے محققین کے کلام میں یہ تصریح ہے کہ امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے اور اوزاعی دونوں طرح جائز جانتے تھے اور شافعی ہاتھ کھولنے کو جائز سمجھتے تھے تو یہ دعوے کہ ائمہ مذاہب کا نماز میں ہاتھ باندھنے کے استحباب پر اجماع یا اتفاق ہے بالکل غلط دعوے بلا دلیل بلکہ کذب صریح ہے بلکہ معاملہ برعکس ہے یعنے اگر اجماع یا اتفاق آراء حاصل ہے تو ہاتھ کھولنے کے جواز پر حاصل ہے کیونکہ تصریح ہے کہ مالک کھولتے ہیں شافعی بھی مانتے ہیں اوزاعی کا قول تخییر بھی ہاتھ کھولنے کے جواز پر صداقت دال ہے اور خود حنفی بھی علامہ عینی کیساتھ سوائے علما و اولیاء ہاتھ کھولنے کو اولیٰ تر جانتے فرماتے ہیں اور تمام ائمہ اہل البیت اور علما مشرق سے مغرب تک اور قرن اول سے

آجتک ہاتھ کھولنے کو نہ صرف جائز بلکہ واجب جانتے ہیں اور مالکیوں کی طرح اس پر عامل ہیں۔ تو اجماع و اتفاق اور کثرت رائے ہاتھ کھولنے پر واضح ہے۔ جب کہ ہاتھ باندھنے کے وجوب کا دنیائے اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں۔

دراصل صرف شیعوں کی ضد میں ہاتھ باندھنے پر بعض اہل سنت کو اصرار ہے جس کی علمائے محققین اہل سنت نے مثلاً علامہ برجاری نے خود تصریح فرمادی ہے جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئیگی۔

یازدھم۔ اس تصریح کے بعد کہ امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے تھے ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ تحت السرہ ہاتھ باندھنے کے قائل تھے صریح تناقض ہے اور تناقض دلیل بطلان ہے۔

دوازدھم۔ ان ہاتھ باندھنے کے مستحب یا سنت کے قائلین میں جو شدید اختلاف ہے اس کی تفصیلی صورت ذیل ہے بعض علماء اعلام کی تحقیق پر بعض دیگر نمازوں کو شامل کر کے مسلمانوں کی نماز کا یہ عبرت خیز و بصیرت افروز نقشہ تیار ہوتا ہے۔

نقشہ اختلافات نماز

پہلا اختلاف ہاتھ باندھنے اور کھولنے میں

نام مفتی	حوالہ کتاب	فتوے
ابو حنیفہ احمد بن حنبل شافعی	شرح کنز الدقائق جلد ۱ صفحہ ۴	ہر شخص ہاتھ باندھ کر پڑھے ملتزماً
ابو حنیفہ۔ شافعی۔	میزان الکبریٰ جلد اول صفحہ ۱۳۸	اگر اور یا باندھیں عوام کسو لیں

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
ہر شخص کھولکر پڑھے۔ دہنا ہاتھ باندھے۔ بایاں کھولے چاہے باندھے چاہے کھولے	میزان کبریٰ صفحہ ۱۳۰ شرح کنز الدقائق شرح وقایہ برجندی کشتوری صفحہ ۱۰۲ میزان کبریٰ صفحہ ۱۳۰ شرح سنن ابو داؤد	امام مالک شافعی میزان کبریٰ صفحہ ۱۳۰ امام ابو یوسف حنفی فقیہ ابو جعفر اوزاعی ابن منذر۔

دوسرا اختلاف کہاں باندھے

ناف کے نیچے باندھے سینہ پر باندھے۔ سینہ کے نیچے ناف کے اوپر	شرح کنز الدقائق جلد ۱ صفحہ ۳۰ شرح کنز الدقائق جلد ۱ صفحہ ۳۱ میزان کبریٰ صفحہ ۱۳۰	ابو حنیفہ احمد بن حنبل میزان کبریٰ صفحہ ۱۳۰ شافعی۔ احمد بن حنبل شافعی۔

تیسرا اختلاف کیونکر باندھے

داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر	شرح وقایہ برجندی صفحہ ۱۰۳	بعض علماء
داہنی ہتھیلی بائیں کلائی سے اوپر	"	"
داہنی ہتھیلی خود بائیں کلائی پر	"	"

چوتھا اختلاف کب باندھے کب کھولے

جس قیام میں کوئی ذکر ہو اس میں باندھے جس میں ذکر نہ ہو اس میں کھولے رہے	شرح وقایہ برجندی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳	ابو حنیفہ۔ ابو یوسف
قرات کے وقت باندھے اور اسکے پہلے کھولے۔	شرح وقایہ برجندی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳	امام محمد۔

فتویٰ	حوالہ کتاب	نام مفتی
تکبیر تحریمہ کے بعد فوراً باندھ لے	شرح وقایہ برجندی	ابو حنیفہ۔ ابو یوسف
تکبیر کے بعد قرأت کے قبل کھولے رہے	"	امام محمد۔
رکوع اور سجدہ کے درمیان باندھے رہے	"	صاحب کتاب ملتقط
رکوع اور سجدہ کے درمیان کھولے رہے	"	ابوبکر بن سعید ابو جعفر ابو اللیث

پانچواں اختلاف باندھنے اور نہ باندھنے میں قنوت وتر و تکبیر عیدین میں

قنوت وتر میں بعض باندھنے کو کہتے ہیں بعض کھولنے کو	شرح وقایہ چلپی جلد ا	جماعت حنفیہ
عیدین کی تکبیروں کے درمیان کھولے رہے	"	صاحب وقایہ وغیرہ
عیدین کی تکبیروں کے درمیان باندھے رہے	"	امام ابو علی وغیرہ

یہ انیس اختلافات ہیں جو صرف ہاتھ باندھنے نہ باندھنے یا باندھنے کی ہیئت صورت کے متعلق ہیں یعنی ایک نماز جسکو پیغمبر اسلام نے تئیس برس شاگردوں کو سکھایا اور جسکے قائم کرنے کی وصیت آخری دم تک کرتا رہا۔ اسکو مسلمان انیس طریق سے ادا کرتے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ صورت نماز اسلامی کیا تھی جو رسول نے سکھائی تھی۔ اور اس رسالہ میں کے اختلافات کے ساتھ کم سے کم وہ اختلاف درشامل کئے جائیں جنکی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے تو عام مسلمانوں میں نماز انتیس طرق سے ادا کی جاتی ہے اور یہ اختلاف اہل سنت قطعاً بطلان عمل کی دلیل ہے اور یہ کہ ان حضرت نے دراصل مذہب کے ساتھ استہزا کر رکھا ہے اور اپنا کھلونا بنایا ہوا ہے۔ مذہب کیا ہے آلہ فاسدہ اور دنیاساز معاملہ کی

فٹ بال ہے۔ جدھر چاہی پھینکدی اور پھر دعوے ہی کہ وہی مسلمان ہیں اور سنت رسول پر چلنے والے اور کوئی نہیں یعنے وہ جو قول و فعل خدا و رسول و عقل و فطرت انسانی پر چلتے ہیں۔ بلکہ ان کو کسی طرح کا بھی اسلام سے تعلق ہی نہیں جس سے صاف ظاہر کہ یہ حضرات دین محمدی کے قائل نہیں ہیں پیغمبر عربی کو حقیقۃً روحانی پیشوا اور فرستادہ خدا نہیں مانتے۔ بلکہ ایک بادشاہ عرب جیسا کہ بیان ہوا اور یہ حقیقت ناقابل انکار ہے اور اسکے خلاف ثبوت محال۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے استحباب پر علماء اہل سنت کی دلیلیں اور انکے جوابات از اہل تشیع

ہمارے مقدمہ اور نیز بیان اختلاف نماز سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ کل اہل سنت کا مذہب قیاس و اجماع ہے اور انکا اصل مرکز و مرجع و مدرک دین قول و فعل شیخین بالخصوص سنت حضرت عمر ہے لیکن چونکہ یہ جانتے ہیں کہ مسلمان کہلاکر ہم اپنے عمل کی حقانیت کا ثبوت محض سنت عمری سے غیر کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ خصم اسکو قبول نہ کریگا کہ یہ خلاف اصول عقل و نقل ہے اور خلاف اصول بحث و نظر ہے اسلئے ضروری ہے کہ اس عمل کی صحت پر کچھ دلیلیں بھی تراشیں چنانچہ وہ اس مطلب کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

پہلی دلیل مسلمانوں کا عمل ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ تین جماعتوں کے علماء اور عوام الناس سب ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں یعنی حنفی شافعی حنبلی اور مسلمانوں کا عمل بغیر کسی دلیل کے نہیں ہو سکتا اسلئے یہ عمل صحیح ہے اور امام مالک

نے بھی مؤطا میں ہاتھ باندھکر پڑھنے کو روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

الجواب اول۔ تو یہاں عین دعوے کو دلیل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اصل بالنزاع یہی ہے کہ آیا مسلمانوں کا یہ عمل صحیح ہے یا غلط ہے اور صحیح ہے تو اس پر دلیل کیا ہے۔ مسلمانوں کے اس فعل پر دلیل مانگی گئی ہے اور اسی فعل کو مجیب مدعی نے دلیل بنا دیا ہے یہ دلیل نہیں اقرار عجز و قصور ہے۔ اور خود اپنے ذات پر غیر معمولی حسن ظن کہ ہم مسلمان ہیں کہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ ٹھیک ہی کر رہے ہیں۔

پھر اس کے جوابات ہمارے علماء نے حسب ذیل دئیے ہیں۔

پہلا جواب مسلمانوں کے اس عمل کی کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے اور جو روایتیں اس کی تائید کیلئے بنائی گئی ہیں وہ سب ناقابل عمل ہیں۔ جن کا آگے ذکر آئیگا اور انکا رد بھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ کل قائلین کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا حکم یا فقہ لے مستحب ہے فرض نہیں ہے اور گفتگو فرض یا واجب ہونے میں ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم بھی صرف علماء اور اولیاء کیلئے ہے۔ نہ عوام و اصاغر الناس کیلئے۔ بلکہ ان کے لئے کھولنا ہی اولیٰ لکھا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اس دعوے کے مدعیوں اور گواہوں کا اختلاف ان کی بے اعتباری کا بین ثبوت ہے۔ لہٰذا یہ دعوے سراسر کمزور اور بے اعتبار ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ عمل وہ معتبر ہے جس کی بناء دین و مذہب کے حکم پر ہو اور سبب اسکا حکم خدا و رسول ہو نہ وہ عمل جس کا دارو مدار ضد، زبردستی، غصہ، تعصب

مخالفت ہو۔ اور علامہ برجندی کا کلام نقل کیا گیا کہ شیعوں کی مخالفت میں یہ عمل سنتی سے
اختیار کیا گیا ہے۔ شروع بحث میں مخالفوں کا بیان ملاحظہ ہو تو یہی امام
مالک کی تحریر آنکھ کھول کر دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اولاً امام مالک نے
اپنا فتوی نہیں لکھا ہے بلکہ روایت لکھی ہے اور علامہ معین لکھتے ہیں کہ اہل علم جانتے
ہیں کہ امام مالک موطا میں ایسی روایتیں بھی ذکر کرتے ہیں جو ان کے مذہب کے
مخالف ہیں جیسے قنوت صبح کے متعلق عبداللہ ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ جائز
نہیں ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ امام مالک کا مذہب قنوت نماز صبح کے جائز
ہونیکے متعلق ثابت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مالک نے اس روایت میں نماز
نافلہ میں ہاتھ باندھنا مراد لیا ہے وہ بھی اس وقت جب ہاتھ لٹکائے ہوئے تھک جائے
جیسا کہ زرقانی نے شرح موطا میں لکھا ہے واجب نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ
جانتے ہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ قاسم نے امام مالک سے ارسال یدین ہی کی روایت
نقل کی ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ محدث عبدالقادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ
جب راوی کا عمل اسکی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے لہٰذا
(جواہر مضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۷ چھاپہ دکن) اور امام مالک کا عمل اس روایت کے مخالف
تھا۔ اسلئے معتبر انکا عمل ہے جیسا کہ بیان حدیث میں آئیگا محشی سنن ابوداؤد
لکھتے ہیں کہ امام ابن منذر[1] نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے
کے متعلق حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ سے کوئی حدیث منقول نہیں
ہوئی (حاشیہ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۶ چھاپہ اصح المطابع لکھنؤ) اور یہی
اصل حقیقت ہے کہ رسول اللہ سے کوئی حدیث صحیح اس باب میں مروی نہیں ہے۔

[1] امام ابن منذر کی جلالت قدر کیلئے یہ بتانا کافی ہے کہ امام بخاری کے استاد حدیث ہیں اور صحیح بخاری کے راوی ہیں
کتاب الجمع بین صحیحین صفحہ ۲

دوسری دلیل روایتیں ہیں ان حدیثوں کو ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ امر واضح ہو کہ روایات ذیل کے بعض راوی ایسے بھی ہیں۔ جن کی کتب رجال میں جرح و تعدیل دونو نقل کی گئی ہیں لیکن علماء حدیث جرح کو تعدیل پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ تعدیل کا دارومدار خلاف شریعت فعل نہ دیکھنے پر ہے اور نہ دیکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ نہ کرتے ہوں اور جرح بغیر دیکھے نہیں کیجاتی۔ اسیواسطے امام علا فخر الاسلام بزدوی کی شرح اصول میں یہ عبارت بصراحت مذکور ہے مسئلہ اذا تعارض الجرح والتعدیل بان اخبر مخبر انہ عدل واخر انہ مجروح یرجح الجارح یعنی جب جرح تعدیل متعارض ہوں۔ اس عنوان سے کہ ایک صفائی کے بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ وہ راوی عادل ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مجروح ہے تو ایسی صورت میں جرح کرنے والے کو ترجیح دیجائیگی (شرح اصول فخر الاسلام بزدوی جلد ۳ صفحہ ۷۸ در بیان معارضہ چھاپہ مصر)

ہاتھ باندھکر پڑھنے کی روایتیں اور جرح علماء

کہتے ہیں کہ قتیبہ نے ابوالاحوص سے اس نے سماک بن حرب سے اس نے قبیصہ بن ہلب سے اس نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ہم لوگوں کی امامت کرتے تھے پس بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے (ترمذی ماجاء فی الیمین صفحہ ۶۴ سطر ۲ صحیح المطابع) اس کے راوی سماک بن حرب کو سفیان ثوری وغیرہ نے غیر معتبر کہا ہے۔ اور جریر ضبی اُن سے حدیث نہیں لیتے تھے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مضطرب الحدیث تھے۔ اور

امام نسائی تنہا ان کی اس حدیث کو جس کی موید کسی دوسرے کی حدیث نہ ہو

غیر معتبر جانتے تھے (میزان الاعتدال بیان سماک بن حرب)

نمبر ۲ محمد بن قدامہ نے ابو بدر سے اس نے ابو طالوت سے اس نے ابن جریر

ضبی سے اس نے اپنے باپ جریر سے روایت کی ہے کہ میں نے علی کو دیکھا کہ وہ

اپنے بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑا کرتے تھے (سنن ابو داؤد باب وضع

الیمین ۱۱۷ سطر ۳ چھاپہ اصح المطابع) اس کے راوی ابو بدر شجاع بن ولید

کو ابو حاتم نے لین الحدیث کہا ہے یعنی ان کی حدیثیں ضعیف ہوتی تھیں اور کہا

ہے کہ یہ آدمی اچھے نہ تھے۔ ان پر اعتبار نہ کرنا چاہئے (میزان الاعتدال

بیان شجاع بن ولید)

نمبر ۳ نصر بن علی نے۔ ابو احمد سے اس نے علا بن صالح سے اس نے زرعہ

بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ہم نے عبد اللہ بن زبیر کو

کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (سنن ابو داؤد

باب وضع الیمنی ۱۱۶) اس کا راوی نصر بن علی متہم ہے اور ابو احمد مجہول ہے اور

ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ اور علاء بن صالح ناپسندیدہ حدیثیں بیان

کرتا تھا اور زرعہ سے لوگ، حدیثیں نہیں لیتے تھے اور اس کی حدیثیں باطل

ہوتی تھیں (میزان الاعتدال) علاوہ اس کے یہ روایت حضرت سرور عالم

صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ کی نہیں ہے بلکہ ابن زبیر کی رائے ہے اور اوپر بیان

کیا گیا ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اس لئے یا تو یہ نسبت ابن

زبیر کی طرف غلط ہے یا روایت چھوڑ دینے کے لائق ہے کیونکہ بسند صحیح ابن

اس مضمون کی روایت گذر چکی ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے
تھے۔ اور علامہ عبدالقادر کی تحریر اوپر ذکر کی گئی۔ کہ جب راوی کا عمل
اس کی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ روایت
(دیکھو جواہر مضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۴ چھاپہ دکن)
نمبر ۴ محمد بن بکار بن ریان نے ہشیم بن بشیر سے اس نے حجاج بن ابی زینب
سے اس نے ابو عثمان ہندی سے روایت کیا ہے کہ کہا اس نے ابن مسعود بایاں
ہاتھ داہنے پر رکھکر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت سرور عالم نے انکا داہنا ہاتھ بائیں
ہاتھ پر رکھ دیا (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد بن بکار مجہول ہے اور
ہشیم بہت تدلیس کیا کرتے تھے سفیان ثوری نے کہا کہ نہ سنی حدیثیں نہ بیچانیں
لوگوں کی طرف غلط نسبت دیکر حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اور حجاج کو امام
احمد بن حنبل اور ابن مدینی اور امام نسائی اور دار قطنی نے غیر معتبر کہا ہے (میزان)
نمبر ۵ محمد بن محبوب نے حفص بن غیاث سے اس نے عبدالرحمن بن اسحاق سے اس
نے زیاد بن زید سے اس نے ابو جحیفہ سے روایت کیا ہے کہ علی نے فرمایا کہ ہاتھ
پر ہاتھ رکھنا سنت ہے (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد محبوب تاریکی
مذہب تھا۔ اور حفص حدیثوں میں غلطی بہت کیا کرتے تھے۔ اور عبدالرحمن بن
اسحاق کو سب نے غیر معتبر کہا ہے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہ تھے انکی حدیثیں
بیہودہ ہوتی تھیں لوگ انسے حدیث نہیں لیتے تھے۔ ان کے غیر معتبر ہونے پر
سب نے اتفاق کیا ہے (میزان و حاشیہ سنن ابن ماجہ صفحہ ۵۹)۔
نمبر ۶ مسدد نے عبدالواحد بن زیاد سے اس نے عبدالرحمن بن اسحاق سے

اس نے سیار ابوالحکم سے اس نے ابو وائل سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہئے۔ (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اسکا راوی مستد (حدیثوں میں بے پروائی کیا کرتا تھا۔ اور عبد الواحد تدلیس کیا کرتا تھا) یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے یعنی بے ثقت ہے اور عبد الرحمن بن اسحاق کی بے اعتباری کا بیان اوپر گذر چکا ہے (میزان الاعتدال) علاوہ اس کے یہ حدیث حضرت سرور عالم کی نہیں ہے۔ بلکہ ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ جو حجت نہیں۔

نمبر۔ ابو توبہ نے ہشیم (ابن حمید) سے اس نے (محمد ابن حمید) سے اس نے ثور سے اس نے سلیمان بن موسیٰ سے انہنے طاؤس سے۔ روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر رکھتے تھے (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کے راوی ہشیم کو خود ابو داؤد نے قدری مذہب کہا ہے اور ابو مسہر غسانی نے قدری اور غیر معتبر کہا ہے اور محمد بن حمید کو امام ابن حجر مکی نے تقریب میں غیر معتبر لکھا ہے اور امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ غیر معتبر اور نہایت درجہ جھوٹے تھے اور حدیثوں میں تصرف کیا کرتے تھے۔ اور حدیثیں چرایا کرتے تھے۔ ان سے بڑھکر جھوٹا کسی کو نہیں پایا (میزان حال محمد بن حمید)

نمبر۔ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے (شرح ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۹۶ جلد چہارم یوسفیہ) اس حدیث کو صاحب ہدایہ نے بغیر سند کے لکھا ہے لیکن مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام نووی نے کہا کہ اسکی بے اعتباری پر کل علماء نے اتفاق کیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ حدیث ... کے مخالف ہے کیونکہ اس میں

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں ناف کے نیچے۔

نمبر۹۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے امام مالک سے اُنہوں نے ابو حازم سے اُنہوں نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں نماز میں اپنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ جہانتک ہم جانتے ہیں اس میں حضرت رسول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ جلد اول صفحہ ۹۵ مصری) یہ روایت ایک تو اس وجہ سے بے اعتبار ہے کہ امام مالک جو اسکے راوی ہیں خود اسکے خلاف عمل کرتے تھے۔ امام علامہ محدث عبدالقادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ جب راوی کا عمل اس روایت کے خلاف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ روایت (جواہر مضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲ چھاپہ دکن) اور بظاہر وجہ اسکی یہ تھی کہ یہ روایت حضرت سرور عالم کی نہیں ہے بلکہ دوسرے کا فتویٰ سہل بن سعد نے بیان کیا ہے۔ اور یہ امر اسکی بے اعتباری کی دوسری وجہ ہے۔ یہی ابو حازم کی حدس و تخمین کہ سہل نے غالباً حضرت سرور عالم کی طرف نسبت دی ہے۔ یہ حدس حجت نہیں ہے کیونکہ ایک تو حدیث کو حسی ہونا چاہئے نہ حدسی۔ دوسرے اس روایت کے حضرت کی طرف اشارہ ہونا بصراحت معلوم نہیں تھا اور اس پر کوئی قرینہ موجود ہے یہی وہ روایتیں ہیں جن پر ہاتھ باندھنے کا دارومدار ہے پس معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھنے کا سبب نہ تو کوئی آیت ہے نہ روایت حضرت سرور عالم بلکہ اصل سبب اسکا مخالفت شیعہ ہے جس کو علامہ برجندی نے شرح وقایہ میں لکھا ہے جو مذکور ہوا اور اس کیلئے یہ جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ قال ابن منذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت عن ذالک شیء فہو مخیر (حاشیہ سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۔۔) یعنی ابن منذر نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے

کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت رسول سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی
اسی لئے نمازی کو اختیار ہے چاہے باندھے چاہے کھلے ہماری غرض
اس کلام کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ حضرت رسول سے اس بارے میں کوئی حدیث
ثابت نہیں ہے. بلکہ یہ سب حدیثیں بنائی ہوئی ہیں

تکملہ۔ ان کے علاوہ بعض متاخرین نے باوجود اس اقرار و ثبوت کے
کہ کتاب یا سنت میں کوئی دلیل ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں نہیں وارد
تصنیف کی ہیں اور بعض آیات بلکہ سورے سے اس کے اثبات یا اسکے استحسان کا
کیا جنکی طرف قدما نے خیال کرتے ہوئے توجہ نہ کی تھی مثلاً بعض مالکیہ نہیں مسموع
یہ روایت سناتے ہیں کہ دراصل پہلے تمام لوگ ہاتھ باندھکر ہی نماز پڑھتے تھے اور اس
صورت میں بعض اصحاب آستینوں میں اپنے بت لیکر ان پر سجدہ کرتے تھے رسول خدا نے
یہ دیکھکر انکے ہاتھ کھلوائے. تو وہ بت انکی آستینوں سے گر پڑے اور وہ رسوا
ہوگئے اسکی رکاکت و بطلان خود واضح ہے. اور کوئی معقول آدمی خواہ سنی ہو
کیوں نہ ہو اسکو قبول نہ کریگا کیونکہ یہ صحیح مانی جائے تو سنیت کا گھروندا خود ہی
بیٹھ جاتا ہے اور سارے یا اکثر اصحاب منافقین مشرک و بت پرست ثابت ہوتے
ہیں اور صحابیت یا اس کی عدالت گئی تو سنیت رخصت ہوئی.

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

لیکن اسکو ہم تسلیم نہیں کرسکتے اول تو ہم اصحاب کرام کی نسبت ہرگز ایسا عقیدہ
نہیں رکھتے بعض اصحاب کی غلطیوں اور خطاؤں کے قائل ہیں لیکن یہ ہرگز ان

بھی یقین نہیں کہ وہ ایسی غلطی کریں بعض منافقین جو تھے وہ اپنے گھر میں تنہائی
میں ایسا کر سکتے ہیں مگر مسجد رسول میں رسول کے پیچھے نماز میں ایسی غلطی بھی نہیں کر سکتے
کیونکہ وہ خطاکار تھے احمق نہ تھے۔ اور یہ مقصد منافقین کے بالکل منافی ہے اسلئے
بالکل لغو اور مہمل اور ایسی جاہل ملاؤں کی گھڑی ہوئی ہے علاوہ ازیں بفرض محال اگر یہ
صحیح ہے تو پھر ہاتھ کھلے ثابت رہے کیونکہ رسول نے اس روایت میں دوبارہ
باندھنے کا حکم نہیں دیا اور جب ہاتھ باندھنے کا یہ عیب رسول پر واضح ہو چکا تو
پھر غلطی کیسے کر سکتا ہے۔ اگر کریگا تو پھر یہی صورت منافقین سے ممکن ہے
معاذ اللہ۔ ایسا کہنے میں رسول کی تحمیق و تسفیہ ہے۔ ولا تکن من الجاہلین
دوسرے بعض عارفین نے کتاب اللہ پر بھی دست درازی کی ہے۔ اسکی عقلی
دلیل و حجت تو نہیں کہہ سکتے ورنہ عقل ماتم کریگی۔ ہاں انکو شطحیات صوفیا زمین
میں شمار کیا جا سکتا ہے شیخ اکبر محی الدین عربی ہاتھ باندھنے کی لطیف علت بیان فرماتے
ہوئے کہتے ہیں۔ خدا کے سامنے متذلل و مسکین کھڑا ہونا آداب توقف میں ہے
اور خداوند جلیل کے آگے ہاتھ باندھنا شغل عبد ذلیل ہے اور اس کے مطابق سنت
بھی وارد ہے (غلط سنت نہیں۔ عادت سرقہ) اور میرے نزدیک یہ بہتر ہے اور
اس کی توضیح یہ ہے کہ خدا نے نماز کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک حصہ اپنے
لئے اور ایک بندے کیلئے اور ایک مشترک سورۂ فاتحہ کا ابتدائی جزو خدا سے مخصوص
ہے اور آخری حصہ بندے سے اور ایاک نعبد و ایاک نستعین عبد و معبود میں
مشترک۔ لہذا بندے کے خدا کے سامنے دونوں ہاتھ جمع کر کے کھڑے ہونے
سے صفت عبودیت کامل ہوتی ہے۔ الخ

الجریدۃ الاحمر فی علوم الشیخ الاحمر بر حاشیہ الیواقیت الجواہر کتاب ہی مکمل قلمی نسخہ جناب خلیفہ یوسف کے کتبخانہ میں موجود ہے

سبحان اللہ کیا استدلال ہے۔ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ کیا استدلالی ہے
ایاک نعبد ایک ہاتھ اور ایاک نستعین دوسرا۔ دونو بندھ گئے۔ قربان ہو جاؤ
دو ہیا نے کی طرح اس استخراج و استدلال و معانی پر شطحیات عمامہ کبھی بات ہو گئی بھلا
اسکی بنیاد ہی باطل ہو۔ یہ کہاں ثابت ہے کہ بندے کا خدا کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا
ہی کمال عبودیت ہے۔ اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے۔ یہ تو جب ثابت ہو جب معبود خود
ایسا فرمائے اور اسکا ثبوت محال ثابت ہو چکا۔ اگر یہی صورت عبودیت واقعی کسی
مطلوب معبود ہوتی تو مرتے وقت مردے مسلمان کے ہاتھ باندھنے کا حکم ہوتا کہ
یہ بندے کی بارگاہ الٰہی میں پیشی کا وقت ہے۔ نیز روز قیامت جب سارے کی انسانوں
کی پیشی ہوگی تو وہاں موقف میں مومنین مطیعین کے دست بستہ کھڑے ہونے کا حکم
دیتا مگر وہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں مومنین کھلے ہاتھ پیش ہو نگے اور
مجرمین ہاتھ بندھے اور گردنیں بھی بندھی ہوئی۔ یہ ہاتھ باندھنے کی سنت پسندیدہ
معبود نہیں ہے۔ بلکہ مبغوض و نامحمود ہے۔ غلت ایدیھم۔ پھر اس پرہاتھ
استدلال قیاس باطل ہے اور قیاسی مذہب کی شان ہے "لکن الدین لا
یصاب بالقیاس"۔ قیاسات سے دین حاصل نہیں ہوتا۔
سوم۔ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" میں وانحر سے ہاتھ باندھنے پر بھی جاہل
علماء استدلال کرتے ہیں لیکن اس کے لغوی معنی میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس
سے اس پر استدلال صحیح ہو سکے یا اسکی طرف ذہن عالم منتقل ہو سکے اگر وانحر کے معنے
ہاتھ باندھنا ہی ہوتے اور یہی اسکا منطوق یا مفہوم ہوتا تو یہ نص صریح قرآنی ہے۔
لہذا اس مسئلہ میں صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہونا چاہئے تھا اور اسیطرح تابعین

اور تبع تابعینؒ میں لیکن اختلاف موجود ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آیت کے یہ معنے نہیں ہیں۔ یا یہ کہئے کہ صحابہ سب معمولی آیات قرآنی کے سمجھنے سے قاصر تھے اور اس کو بھی کوئی تسلیم نہ کریگا۔

دوسرے ثابت یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی تو رسول اللہ نے صریح حکم خدا کے خلاف کیسے کیا؟

تیسرے اگر آیت کے یہ معنے ہوتے تو صحابہ، تابعین، علماء اسپر اتفاق نہ کرتے کہ قرآن سے ہاتھ باندھنے کا کوئی حکم ثابت نہیں اور نص قرآنی اس مسئلہ میں مفقود ہے۔

چوتھے اگر ایسا ہوتا تو ابن منذر جیسے بزرگ یہ نہ کہتے کہ کوئی حدیث اس باب میں نہیں۔ کیونکہ نص قرآنی کے ہوتے ہوئے حدیث رسول کا نہ ہونا بے معنی ہے۔ کیا اس نے تبلیغ نہ فرمائی تھی۔

پانچویں۔ یہ نص ہوتی تو ہاتھ باندھنا مثل اقامتہ نماز واجب ہوتا۔ حالانکہ علماء اہل سنت میں کوئی قائل نہیں ہے کہ ہاتھ باندھنا واجب ہے۔

چھٹے اگر اس آیت کے یہ معنے دست بستن ثابت ہوتے تو پھر ہاتھ گردن پر باندھے جاتے کیونکہ قطعی طور پر نحر بالائے حصہ صدر متصل بحلق ہی یعنی جائے گلوبند یعنی جانور کے ذبح کا مقام نحر ہے۔ اور اسی واسطے نحر کرنے کے معنے ذبح کرنے اور قربانی کے ہیں۔ اس لئے یہ بھی غلط ہے کہ بعض لغات میں اس کے یہ معنے پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ لغوی معنے تو وہ ہیں جو قبل ظہور اصطلاحات شرعیہ قرآنیہ قوم عرب میں بلفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہو اور یہ ہرگز نہیں ہوا۔ عرب ہرگز نحر کو نماز

میں ہاتھ باندھنے یا ہاتھ سینے پر رکھنے کے معنے میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور نہ کر سکتے تھے کیونکہ ان کے یہاں قبل اسلام یہ صورت نماز ہی نہ تھی۔ پھر اس معنی میں یہ لفظ کیسے استعمال ہو سکتا تھا۔ وہ کیونکر نماز کے مسئلے یا نماز کی ہیئت بیان کرتے۔ لہذا بعد ظہور اسلام جن مفسرین یا اہل لغت نے اس لفظ کو اس معنی میں استعمال کر دیا تو وہ ان کی عادت مذہبی اور عقیدہ کی بنا پر ہوا جب ہاتھ کھول کر نماز شروع ہو گئی تو جس طرح اس کے جواز کیلئے روایتیں بنا لیں اسی طرح یہ معنے بھی بنا لئے۔ ہرگز ہرگز اس کے یہ لغوی معنی نہیں۔ عرب نے کبھی اسکو اس معنی میں استعمال نہیں کیا۔ اس لئے یہ استدلال غلط محض ہے۔

ساتویں۔ یہ قطعاً مسلم ہے کہ اہل بیت نبوت نے ہمیشہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھی ہے اور تعلیم دی ہے۔ اور وہ بہترین ماہر کلام عرب اور عالم کتاب اللہ تھے جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کیسے ممکن ہے کہ علی اور اولاد علی قرآن کے معنے نہ سمجھے یا عمداً حکم قرآن کے خلاف کرے۔ حالانکہ انکی عصمت بھی ثابت ہے۔ بلا شبہ اس آیت سے یہ بے جا اور نہ استدلال ہے اور اسلئے علمائے سلف نے کبھی اسکا ذکر نہیں کیا کیونکہ ان کو شرم مانع تھی کہ ایسی مہمل بات کہیں۔ آجکل یہ جوہر چونکہ مفقود ہو رہا ہے ایسی باتیں کہی جاتی ہیں ورنہ صاف ظاہر ہے کہ وانحر کے معنے قربانی کرنے کے ہے۔ اور آیت کے دونوں معنوں کی تعمیل عید اضحیٰ کے دن ہو جاتی ہے۔ نماز پڑھی جاتی ہے اور قربانی دی جاتی ہے اور یوم عید الاضحیٰ یوم النحر کہلاتا ہے۔ اور عید النحر بھی کہتے ہیں۔

ایک لطف بات یہاں پر یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر حضرت علیؑ کی طرف بعض جہال منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ... رکھنے ہیں وضع الیمین علی الشمال

فی الصلوٰۃ لیکن جب یہ ثابت ہو گیا کہ لغت میں اس کے یہ معنے ہی نہیں ہو سکتے اور اس پر سات دلیلیں ہم نے بیان کیں تو یہ بات خود بخود باطل ہو گئی حضرت پر یہ تہمت ہے۔ وہ ایسی لغویات معاذ اللہ کیسے کہہ سکتے تھے۔ اور اسی طرح یہ کہ علی نے فرمایا ہے کہ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ۔ ناف کے نیچے ہتھیلیوں پہ ہتھیلیاں رکھنا۔" وھذا بھتان عظیم۔" علماء اسلام نے خود اسکی تردید فرمائی ہے اور اس کے رواۃ کی تنقید و تخریج کی ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمن بن اسحاق ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے متروک الحدیث ہے لاشئے ہے منکر الحدیث ہے زیلعی شعبی۔ ابو داؤد۔ نووی۔ ابن حجر۔ اس روایت میں زیاد بن زید ہے جس کو بخاری نے بالکل غیر معروف لکھا ہے اور تقریب التہذیب میں مجہول کہا گیا ہے۔

ایسے مجہول کی بات کو جاہل ہی مان سکتا ہے علماء میں سے کسی نے اسکو تسلیم نہیں کیا بلکہ صحیح روایات و احادیث سے یہی ثابت کیا ہے کہ علی کا مذہب ارسال الیدین و رفع الیدین تھا۔ اور یہی ابتک ان کی اولاد کا مذہب اور یہی ان کے پیروؤں کا اور یہ روایات تبض بین جھوٹی۔ ان ھذا الا اختلاق۔

نماز میں ہاتھ کھلے رکھنے کی دلیلیں اور علمائے شیعہ کی تحقیقات

جب یہ بخوبی ثابت ہو گیا کہ ہاتھ باندھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے

نہ فطرت انسانی ہیں۔ نہ کتاب میں نہ سنت میں نہ قیاس سے نہ اجماع سے بلکہ
بعض مسلمانوں کی عادت ہے اور وہ بھی شیعوں کی ضد میں اور وہ بھی بعض اکابر کیلئے
سنت و فرض کیا گیا ہے نہ عامہ مومنین کیلئے انکے لئے سب کے نزدیک ہاتھ کھولنا ہی
فرض ہے۔ تو پھر خود بخود ثابت ہو گیا کہ نماز میں ہاتھ کھولنا ہی اصل حکم اسلامی
ہے۔ کیونکہ انہی دو شقوں میں دائر ہے اور اصل اختلاف یہی ہے کہ ہاتھ
کھولنا واجب ہے یا باندھنا واجب ہے جب ایک شق باطل ہو گئی تو از روئے قانون
منطق دوسری شق ثابت ہو گئی کہ رفع نقیضین محال ہے اور قول ثالث مفقود اور ہم
مقدمہ ہی میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ صورت صلوٰۃ بگاڑی ہوئی اور مسخ کردہ اور بدعت
ہے تو اسی سے خود ثابت ہو گیا کہ اصل صورت نماز اسلامی شق ثانی ہی ہے یعنی ہاتھ
کھولنا وھو المطلوب لیکن اس خیال سے کہ مبادا یہ صورت استدلال عقلی عجز استدلال
پر محمول کیجائے اور عوام کو اس سے دھوکہ دیا جا سکے ہم اس بحث پر براہین نقلی
استدلالات علماء شیعہ بیان کرتے ہیں۔ وھی ھذہ۔

پہلی دلیل۔ فطرت کا تقاضا ہے حکیم علی الاطلاق نے اشرف المخلوقات یعنی
انسان کے ہاتھ کو لٹکا ہوا پیدا کیا اور بغیر کسی خاص صورت کے لٹکا رہنا قانون فطرت کے
مطابق ہے۔ اس کیلئے قانون فطرت خود دلیل ہے کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔
دو پاؤں پہ چلنے والے سے دلیل طلب کرنا مضحکہ خیز ہے۔ اور ایک پاؤں پر چلنے والے
سے سبب پوچھنا مقتضائے عقل اور ثبوت بمہ ردی ہے اور مذہبی اعمال بجالانے
کے وقت خلاف اقتضائے فطرت ہاتھوں کو اٹھانے یا باندھنے کیلئے شرعی دلیل کی
ضرورت ہے۔ اگر کوئی ثبوت نہ ہو تو عقلاً قبیح اور مخالف فطرت اور

شرعاً بدعت سمجھا جاتا ہے۔ اگر اذان یا تکبیر کہنے کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے پر دلیل ہوتی تو ہم اس میں بھی نہ اٹھاتے۔ رکوع کے وقت تک جھک کر کھڑے ہونے میں چونکہ کمر پر بوجھ پڑتا ہے۔ اور باختلاف حالات کسی کو کم کسی کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور کسی کو مطلق تکلیف نہیں ہوتی۔ اسلئے تکلیف اٹھانیوالے آسانی اور رفع تکلیف کیلئے فطرۃً گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ تو شریعت نے بھی اسکی اجازت دیدی بلکہ اسواسطے کہ آرام پاکر خضوع و خشوع اور اسکی طرف توجہ اور حضور قلب حاصل ہو گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا مستحب قرار دیا۔ اور چونکہ بعض لوگ بے زحمت جھک سکتے ہیں انکو ہاتھ نہ رکھنے کی بھی اجازت دیدی۔ اور رکھنے کو واجب نہیں کیا۔ اگر فطرت نہ چاہتی اور شارع حکیم تجویز نہ کرتا تو ہم ہرگز نہ رکھتے جیسے کھڑے ہونیکی حالت میں کسی عضو پر نہیں رکھتے۔ اسیطرح بیٹھنے کی حالت میں چونکہ کوئی زحمت نہیں ہوتی لیکن ہاتھ انکو کہیں رکھنا چاہئے اور بہتر طریقہ زانو پر رکھنا ہے۔ اسلئے شرعاً کسی خاص جگہ پر رکھنا لازم نہیں کیا گیا بلکہ زانو پر رکھنا مستحب کیا گیا۔ جو فطرت کا حکم ہے۔ اور چونکہ گردن کمر سے بھی زیادہ نازک ہے اور سجدہ میں اسپر بوجھ زیادہ پڑتا ہے جس سے حضور قلب اور توجہ میں خلل پڑتا ہے اور عبادت میں توجہ ضروری چیز ہے اسلئے سجدہ کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھنے کو ضروری سمجھکر شرع میں لازم قرار دیا گیا۔ جو قانون فطرت کے مطابق ہے۔ اگر ہاتھ باندھنا خضوع و خشوع کی دلیل ہے تو ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی اسکی دلیل ہے تو کیا ہاتھ باندھنے والے حضرات اسکو اختیار کر لیں گے خلاصہ یہ کہ مخالف فطرت امر کے لئے ثبوت و دلیل کی ضرورت ہے۔ اور علاوہ اس کے کہ نماز میں ہاتھ کھولے رہنے پر قانون فطرت بہتر دلیل ہے متعدد

دلیلیں شرعی بھی موجود ہیں۔ ہاتھ باندھنے پر کوئی دلیل اعتبار کے لائق پائی نہیں جاتی جیسا کہ مذکور ہوا اور مخالف فطرت امر پر جب تک کوئی ثبوت نہ ہو اسکو اختیار کرنا عقل پسند نہیں کرتی۔ کیا بے ضرورت اپنے ہاتھوں کو باہم باندھے رہنا کوئی عاقل پسند کریگا ایسے باندھنے والے کو عقلا کس زمرے میں داخل سمجھینگے۔

لہذا دوسری دلیل اجماع مسلمین ہے۔ جہاں یہ معلوم ہے کہ شیعہ کل باتباع پیشوایان دین یعنی ائمہ طاہرین علیہم السلام ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے ہیں تو ہاں یہ بھی لائق انکار نہیں ہے کہ مالکی بھی ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھتے ہیں۔ میزان کبرے امام شعرانی باب صفۃ الصلوٰۃ ص۱۳۵ جلد ا و شرح کنز الدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ ص۱۳۱ جلد ا و رحمۃ الامۃ برحاشیہ میزان کبرے جلد ا ص۱۴۱ اور علامہ محمد معین لاہوری جو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے اپنی کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ سب کے سب ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے اور اجماع اہل مدینہ حجت ہے اور امام مالک کی دلیل یہی اجماع ہے (دراسات ص۲۲۳) پھر لکھتے ہیں کہ مقابل اہل مدینہ کے غیر اہل مدینہ کی صحیح حدیثیں چھوڑ دیجائینگی۔ کیونکہ انکا عمل بتاتا ہے کہ ان حدیثوں سے زیادہ قوی حدیثیں انکے پاس موجود ہیں اسوجہ سے وہ ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتے۔ ورنہ ان حدیثوں کو وہ ہرگز نہ چھوڑتے اور امام شافعی بھی انکے عمل کو غیروں کی حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے (دراسات اللبیب ص۲۲۴) بلکہ امام شافعی نے بھی اپنی کتاب الام میں ہاتھ کھولکر پڑھنے کو جائز لکھا ہے (میزان کبرے جلد ا ص۱۳۵) اور باتفاق جملہ ائمہ مذہب بعض علما و اولیاء کیلئے ہاتھ باندھنا

۱؎ آئندہ معلوم ہوگا کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں کل غیر معتبر ہیں۔

مستحب ہے (واجب ہرگز نہیں ہے) اور عام لوگوں کے لئے ہاتھ کھول کر پڑھنا ہر حال میں اولیٰ و انسب ہے (میزان کبریٰ جلد ۱ ص ۱۳۵)۔ اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ کل شیعہ اور کل مالکی اور اہل مدینہ علما (غیر علما (غیر اولیاء سب کے سب نماز ہاتھ کھول کر پڑھنے کے وجوب کا فتویٰ بھی دیتے ہیں اور خود اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ امام مالک کے علاوہ کل ائمہ علما (غیر اولیاء) کے لئے ہاتھ کھول کر ہی پڑھنے کو اولیٰ و انسب جانتے ہیں رہے علما و اولیاء تو ان کے لئے بھی ہاتھ باندھنے کو واجب نہیں جانتے بلکہ مستحب جانتے ہیں اور مستحب اس کو کہتے ہیں جس کو چھوڑنا جائز ہے۔ اس لئے ہاتھ کھلے رہنے کے جواز پر دنیا کے کل مسلمانوں کا اجماع حاصل ہو گیا ہے پھر باوجود اس کے حنفی حضرات ہاتھ باندھنے پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اسکی وجہ پر علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علما نے کہا ہے۔ کہ چونکہ روافض شیعہ شروع سے ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے اُن کے خلاف عمل سنت ہے (شرح وقایہ برجندی جلد ۱ ص ۱۳۰ سطر ۱۴ چھاپہ نولکشور)

تیسری دلیل۔ کتاب خدا ہے۔ خداوند عالم نے یہودیوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتان (سورۂ مائدہ پارہ ۶ آیت ۶۹ رکوع ۱۳) یعنی ان کا ہاتھ بندھے اور ان پر لعنت ہو بسبب اس جرم کے کہ انہوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا کہا۔ بلکہ خدا کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ امام بیضاوی اور علامہ زمخشری اپنی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں خدا نے یہودیوں کے حق میں بددعا کی ہے

کرانے جرم کی سزا میں ان کے ہاتھ بندھے ہیں۔ دنیا میں قیدی ہو کر اور آخرت میں جہنم میں جانے کے وقت اور ماضی کا صیغہ قرب زمانہ سزا کی طرف اشارہ کے لئے لایا گیا ہے جیسے دعا میں کہتے ہیں رحمک اللہ رزقک اللہ۔ یعنے خدا تم پر جلد رحم کرے۔ خدا تم کو جلد رزق عطا کرے۔ بیان استدلال یہ ہے کہ ہاتھ کھلا رہنا خدا کے نزدیک عزت کی حالت ہے۔ اور کھلا رہنے کی حالت میں ہر امر پر قدرت حاصل رہتی ہے اور بندھا رہنا ذلت کی حالت ہے اور ہر امر کے انجام دینے سے مجبوری ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ سزا ہے جو مجرموں کے لئے تجویز کیجاتی ہے۔ جیسا کہ خدا نے یہودیوں کے جرم کی سزا میں تجویز کیا اور یہ سزا قرآن میں کئی جگہ تجویز کیگئی ہے منجملہ ان کے ایک سورہ الحاقہ پارہ ۲۹ آیت ۳۰ لغایت ۳۲ میں خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ یعنے پکڑو اسکو اور اسکو باندھ دو اور دوسرے سورہ دہر سے پارہ ۲۹ میں انا اعتدنا للکٰفرین سلٰسلا واغلٰلا وسعیرا ہم نے کافروں کیلئے زنجیر اور بیڑی اور جہنم مہیا کر دیا ہے اور خداوند عالم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح ذلت کی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا چنانچہ خود فرماتا ہے اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ پارہ ۲۹ سورہ قلم آیت ۳۵ یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔ کیا ہو گیا ہے تمکو کیسی بات کہتے ہو اور نماز پڑھنا خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری اور بھلائی اور کار خیر ہے۔ نہ کہ نافرمانی اور گناہ اور برا کام۔ چنانچہ خود اس نے ارشاد فرمایا ہے بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورہ بقر پارہ آیت ۱۱۲) اسلم فعل ماضی ہے مصدر اس کا اسلام اور اسم فاعل اسکا

مسلم ہے اور جمع مسلم کی مسلمون اور مسلمین ہے اور یہاں پر اسلام کا معنی پھیر دینا ہے یعنی آیت یہ ہوئے کہ ہاں جو شخص پھیر دے اپنے منہ کو خدا کی طرف ایسی حالت میں کہ وہ اچھا کام کرنے والا ہو تو اس کا اجر و ثواب اُس کے پروردگار کے پاس ہے اور ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے والا خدا کا مطیع و فرمانبردار بندہ اور مستحق عزت ہے نہ کہ مجرم اور مستحق ذلت اور چونکہ ہاتھ بندھا ہونا ذلت کی حالت ہے۔ اسلئے اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے وہ اسکو پسند نہ کر کے ارشاد فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین۔ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔

خداوند عالم نے قرآن پاک میں نماز کا حکم اکثر جگہ اقیموا الصلوٰۃ، اقم الصلوٰۃ، یقیمون الصلوٰۃ (نماز کو قائم کر۔ نماز کیلئے سیدھا کھڑا ہو۔ سیدھا کھڑا ہو کر نماز پڑھ نماز کو سیدھے کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں۔ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں) سے دیا ہے اور سیدھا کھڑا ہونا بغیر کسی حکم ہاتھ کھلے ہی کھڑا ہوتا ہے اور اسلئے یہ کہنا لغو اور بے معنی ہوتا کہ نماز میں ہاتھ کھول کر کھڑے ہو۔ اگر انسان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس کی فطرت ہوتی تو پھر یہ حکم دیا جا سکتا تھا کہ ہاتھ کھول کر کھڑے ہو۔ کھلے ہوئے ہاتھوں کو پہلے کھولنے کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ سیدھا کھڑا ہونے میں یہ حکم صریح موجود ہے۔ اگر نماز میں خلاف فطرت ہاتھ بندھوانے منظور ہوتے تو کہتا کہ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو۔ اور یہ کہنا واجب ہوتا لیکن ایسا نہیں کہا اور یقیناً نہیں کہا گیا ورنہ کہہ سکتا تھا۔ لہذا قرآن پاک میں جتنی آیات ہیں اقامۃ الصلوٰۃ کا ذکر ہے وہ آیتیں صاف دال ہیں کہ نماز میں ہاتھ کھولنا واجب ہے نہ کہ باندھنا یعنی ستائیس جگہ قرآن میں نماز ہاتھ کھول کر پڑھنے کا حکم ہے صرف دو جگہ اپنے

رسول کو صلوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ اور رسول نے اسکی تعمیل اسطرح کی کہ سیدھا کھڑا ہو کر نماز ادا کی اور فرمایا صَلُّوا کَمَا رَأَیْتُمُونِی اُصَلِّی "جس طرح مجھکو نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسی طرح نماز ادا کرو" ان آیات اور ان احکام کے سوا اور کوئی آیت اس مسئلہ میں قرآن پاک میں نہیں ہے تاویلات سے قرآن کو مسخ کرکے حکم نکالے جاتے ہیں۔

چوتھی دلیل۔ حدیثیں ہیں۔ نمبر ۱۔ ابن ابی شیبہ ہیثم سے ہیثم یونس سے وہ معزہ اور ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں نماز میں ہاتھ لٹکا کر کھلا رکھتے تھے۔

نمبر ۲۔ ابن ابی شیبہ غصان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن زبیر[1] ہاتھ کھولکر نماز پڑھا کرتے تھے اور علامہ زمان اور بحر العلوم اور صحابی مشہور یعنی عبداللہ بن عباس چچازاد بھائی حضرت سرور عالم کے بیان کرتے ہیں کہ اگر تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن زبیر کی نماز کو دیکھ لو (تیسیر الوصول جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ باب خامس بیان کیفیت نماز) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سرور عالم بھی ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

نمبر ۳۔ ابن ابی شیبہ ابن علیہ سے وہ ابن عون سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ اس نے ہاتھ باندھکر نماز پڑھی تو انہوں نے جواب دیا کہ اس نے خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے وقت عام طور پر ہاتھ کھولکر نماز پڑھی جاتی تھی اسیلئے سائل کو مسئول عنہ کے ہاتھ باندھکر پڑھنے سے تعجب ہوا۔ اور ابن سیرین سے جو فقیہ وقت تھے۔ اس کا حکم پوچھا اور انہوں نے عذر بیان کیا۔

[1] عبداللہ بن زبیر جو صحابی ابن صحابی کے بیٹے اور خلیفہ اول کے نواسے تھے بی بی عائشہ کی گود میں پالے تھے۔

نمبر۴۔ ابن ابی شیبہ عمر بن ہارون سے وہ عبداللہ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن مسیب کو کبھی ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بلکہ وہ ہاتھ کھولکر پڑھا کرتے تھے۔

نمبر۵۔ ابن ابی شیبہ یحیی بن سعید سے وہ عبداللہ بن غراب سے نقل کرتے ہیں کہ ہم سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ گئے اور اس کے ہاتھوں کو جدا کر کے واپس آ گئے۔ ان کل حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے اپنی سند سے لکھا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابو بکر عثمان ابن ابی شیبہ کوفی ثقہ اور حافظ تھے اور سنہ ۲۳۵ھ میں مرے (تقریب التہذیب)۔ پہلی حدیث میں ہیثم بغدادی معتبر ثقہ تھے۔ ۸۰ سالہ ہو کر سنہ ۱۸۳ھ میں مرے اور یونس بن خباب کوفی ثقہ تھے سنہ ۱۰۰ھ کے بعد مرے اور ابراہیم بن محمد کوفی ثقہ تھے سنہ ۲۰۰ھ کے بعد مرے اور حسن بصری مشہور امام اہل سنت تھے۔ عمر ۹۰ سال سنہ ۱۱۰ھ میں مرے اور لفظ حسن جب بے قید بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں اور حسن کے بعد اگرچہ روایت میں مصرہ لکھا ہوا ہے لیکن یہ لفظ غلط ہے کیونکہ کتابوں میں اس نام کا نہ کوئی راوی ہے نہ عالم یہ نام درحقیقت مغیرہ ہے جو بگاڑ کر مصرہ لکھا گیا ہے اور طبقہ کی مطابقت بتاتی ہے کہ یہ مغیرہ بن شبل کوفی ہے اور سنہ ۱۰۰ھ کے بعد مرے اور اگر صحیح مصرہ

بقیہ صفحہ ۲۴۴) اور مشہور عابد زاہد تھے حضرت رسول اور اپنے باپ دادا کی نمازیں دیکھے ہوئے تھے۔ زہد و عبادت کی بابت حکم خدا و رسول سے روکنے والی چیز تھی یہی وجہ ہے ابن عباس نے انکی نماز کو حضرت رسول کی نماز کا فوٹو قرار دیا ہے اسلئے یہی ایک حدیث ہمارے مدعا کیلئے کافی ہے۔

ہی موجب کبھی ان کی جہالت نزد ظاہر ہے۔ کیونکہ ایسے ہی جلیل القدر تھے کہ ان کے
عمل کو حسن بصری جیسے بزرگ نے مذہبی حکم کی سند قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث
میں غصان بصری ثقہ تھے سنہ ۲۱۹ھ کے تھوڑا ہی بعد مرے۔ اور یزید بن ابراہیم بصری
ثقہ ہیں سنہ ۱۶۳ھ میں مرے۔ اور عمرو بن دینار مکی ثقہ ہیں۔ عمر ۸۰ سے زائد سنہ ۱۲۹ھ
میں مرے۔ اور عبداللہ بن زبیر صحابی جلیل ہیں سنہ ۷۳ھ میں مرے تیسری حدیث
میں ابن عبد یعنے اسمعیل بن ابراہیم بن قصم ثقہ حافظ تھے۔ عمر ۸۳ سال سنہ ۱۹۳ھ
میں مرے۔ اور ابن عون فقیہ مشہور ثقہ اور جلیل القدر تھے سنہ ۱۵۰ ہجری
میں مرے اور محمد بن سیرین مشہور امام زمانہ اور تابعی شاگرد اور جلیل القدر تھے سنہ ۱۱۰ھ
میں مرے۔ چوتھی روایت میں عمر بن ہارون حافظ اور بزرگان اہل سنت سے تھے۔
سنہ ۱۹۴ھ میں مرے۔ اور عبداللہ بن یزید مقری استاد امام بخاری ثقہ فاضل
تھے سنہ ۲۱۳ھ میں مرے۔ اور سعید بن مسیب امام زمانہ پیشوائے اہل سنت
تابعی مشہور شاگرد صحابہ تھے سنہ ۹۳ھ میں مرے۔

پانچویں حدیث میں یحییٰ بن سعید بن فروخ ثقہ اور پیشوائے اہل سنت سے
تھے سنہ ۱۹۸ھ میں مرے۔ اور عبداللہ بن غرار یا عرار یا عزار کسی نام سے کوئی راوی
کتابوں میں نہیں ہے۔ یہ نام غلط لکھا گیا ہے۔ صحیح عبداللہ بن عیسیٰ ہے کیونکہ
سعید بن جبیر سے یہی روایت کرتے ہیں اور یہ ثقہ تھے سنہ ۱۳۰ھ میں مرے اور
سعید بن جبیر تابعی مشہور اور شاگرد صحابہ اور فقیہ اور پیشوائے اہل سنت تھے
سنہ ۹۵ھ میں مرے۔ ان روایتوں میں ایک صحابی یعنے عبداللہ بن زبیر اور
پانچ تابعی یعنے حسن بصری اور معمر یا مغیرہ اور محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب

اور سعید بن جبیر کا عمل ذکر کیا گیا (تقریب التہذیب)

ضمیمہ ان احادیث کی تائید اور توثیق میں یہ اقوال و روایات اور ملاحظہ طلب ہیں:۔

نمبر۱۔ قال العینی فی شرح کنز الدقائق قال مالک العزیمة فی الارسال والرخصة فی الوضع والاخذ لان النبی کان یفعل کذالک وکذا اصحابه حتی تنزل الدم من رؤس اصابعهم۔

اور عینی شرح کنز الدقائق میں ہے کہ امام مالک کہتے تھے کہ حکم تو ہاتھ کھولنے کا ہے اور ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ نبی اسی طرح ہاتھ کھولکر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح آپ کے اصحاب کرام یہاں تک کہ ہاتھ لٹکے لٹکے انگلیوں کی پوروں میں خون اتر آتا تھا۔ یعنے رسول اور اصحاب ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھتے تھے۔

نمبر۲۔ وفی روضة الندیه ص۶۵ اما ما روی عن الارسال عن بعض التابعین من نحو الحسن المتوفی ۱۱۰ھ و ابراهیم و ابن المسیب و ابن سیرین المتوفی ۹۵ھ کما اخرجه ابن ابی شیبه فان بلغ عندهم حدیث الوضع فحمل علی انهم لم یحسبوه سنة من سنن الهدی بل حسبوه عادتاً من العادات

الروضہ الندیہ میں مرقوم ہے کہ بعض تابعین مثل الحسن و ابراہیم و ابن المسیب و ابن سیرین سے جو ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا مروی ہے جیسا کہ اس کو ابن ابی شیبہ نے اخراج کیا ہے تو اگر ان کو ہاتھ باندھنے کی روایت ملی تھی تو انہوں نے اسکو سنت رسول نہیں سمجھا بلکہ اسکو بعض لوگوں کی عادت خیال کیا تو وہ ہاتھ کھولنے کی طرف مائل رہے۔ کیونکہ یہ اصل ہے کو باندھنا

فمالوا الی الارسال لاصالته
مع جواز الوضع فمالوا بالارسال
بناءً علی الاصل اذ الوضع
امر جدید یحتاج الی
الدلیل۔

نمبر۳۔ وفی تنویر العینین ویحکی
انه ان الامام مالک حکم بالارسال
مع انه کان مشهورًا فی قرن
الاول واتفق علیه اکثر العلماء
فی القرون الاخر وقالوا ایضاً
ان هذا الفعل فی هذه البلاد
تشبیه بالروافض حیث ترک
سوی المذهب الحنفی فلم
یبق فاعلوه غیر الشیعة
وقد قال النبی اتقوا مواضع
التهم۔

جائز ہے پس انہوں نے اصل پر بنا رکھ کر ہاتھ
کھولنے ہی پر عمل کیا کیونکہ باندھنا خارج
نظر آتا ہے اور امر جدید ہے اس کیلئے دلیل کی
ضرورت ہے اور دلیل کتاب سنت میں ہاتھ باندھنے
پر موجود نہیں لہذا اصل حکم یعنی کھولنے پر عمل لازم ہوا

تنویر العینین میں مرقوم ہے کہ بیان کیا
جاتا ہے کہ امام مالک ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے
تھے حالانکہ وہ قرن اول کے مشہور امام تھے
اور اکثر علماء نے دوسرے قرون اور صدیوں
میں اس پر اتفاق کیا ہے اور انہوں نے یہ
بھی کہا ہے کہ یہ ہاتھ کھولنے کا عمل
ان ملکوں میں اب روافض سے مشابہ ہے۔
جبکہ سوائے مذہب حنفی والے سب ترک کر چکے تھے
اور سوائے شیعوں کے اس پر عمل کرنے والا
کوئی نہیں رہا تھا الگ والے مفقود ہو گئے
تھے اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تہمت کے موقع
سے بچنا چاہئے پس اسوقت اگر ہاتھ کھولنے کے فریضہ پر عمل کیا جاتا تو شیعیت میں متہم ہو جاتے

اسمیں یہ تصریح ہے کہ اصل حکم نماز میں ہاتھ کھولنے ہی کا ہے لیکن شیعوں کی مشابہت
کی تہمت سے بچنے کیلئے اس کو عمداً ترک کیا گیا ہے۔ ہاتھ باندھنے کا حکم

دراصل کوئی نہیں ہے اور حقیقت میں یہ بھی غلط ہے۔ کہ یہ عمل شیعوں ہی سے مخصوص تھا بلکہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن چونکہ شیعہ بھی کرتے تھے اور اپنے مشابہت غیر سے بچنی تھی خواہ اتباع حق ہی میں ہو۔ لہذا ہاتھ باندھ لئے گئے چنانچہ مولانا وحید الزمان خان ہدیۃ المہدی جلد ا صفحہ ۱۲۶ میں فرماتے ہیں۔

فمن جعل الارسال من شعائر الروافض فقد اخطاء۔	یعنی جو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا شیعوں ہی کا شعار ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اس

رائے میں خطاکار ہے شیعوں ہی کا نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا یہی عمل ہے خصوصاً زمانہ نبی میں کل اصحاب اسی پر عامل تھے اور ہاتھ باندھنے کا کہیں پتہ بھی نہ تھا اور اب بھی اکثریت ہاتھ کھولنے والوں کی ہی ہے یعنی کل دنیا کے امامیہ کل کے کل ہاتھ کھولکر پڑھتے ہیں۔ شافعی ہاتھ کھولنے ہی کو بہتر سمجھتے ہیں پانچ مذاہب اسلامیہ میں سے تین ہاتھ کھولنے والے ہوئے اور دو حنبلی اور حنفی باندھنے والے لیکن حنفیوں کا فتویٰ عوام کیلئے ہاتھ کھولنے ہی کا ہے۔ باندھنے کا صرف اکابر علماء کے لئے اور وہ بھی سنت لہذا قطعی طور پر اکثریت کا اور عمل دنیائے اسلام میں اب بھی کھولنے پر ہے اور اسی کو اجماع سمجھ لیجئے۔

پانچویں دلیل سیرت صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک صحابی ابن زبیر اور پانچ تابعین کا عمل بیان کیا جا چکا اور بیان اجماع میں ذکر کیا گیا کہ کل اہل مدینہ ہاتھ کھولکر پڑھتے تھے جو امام مالک سے پہلے گذرے اور ان کے زمانہ میں موجود تھے جن کے فعل اور اجماع کو یہ اپنی دلیل قرار دیتے تھے اور یہ خود اور ان کے ہم عصر تبع تابعین تھے جو تابعین کے عمل کو اپنے عمل کا شاہد قرار دیتے تھے۔ اسلئے یہ معلوم ہوا کہ تابعین بھی ہاتھ کھولکر پڑھا

کرتے تھے اور تابعین نے عمل کو صحابہ سے لیا تھا اس واسطے ضرور ہوا کہ صحابہ کا عمل بھی ایسا ہی رہا ہے چنانچہ علامہ لاہوری کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ کل اہل مدینہ کا ہاتھ کھولکر پڑھنے پر اجماع ہے جن میں صحابہ بھی یقیناً داخل ہیں علاوہ اسکے کہ تابعی اپنے بزرگان دین اور استادوں یعنے صحابہ کی پوری پیروی کرتے تھے اسلئے کہ باعتقاد اہل سنت صحابہ دیدہ و دانستہ حضرت رسول کے قول یا فعل میں مخالفت نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ کا عمل و اجماع بے دغدغہ حجت سمجھا جاتا ہے جیسا کہ علامہ محمد معین صاحب نے لکھا ہے اس لئے ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے پر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت و اجماع سے قوی تر سمجھی جاتی ہے چہ جائیکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت جو عام مسلمانوں سے یقیناً کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ اور ان کی جلالت قدر میں مسلمانوں کو کوئی کلام نہیں ہے۔

چھٹی دلیل۔ خاص اجماع اہل المدینہ۔ ثابت کرنے کے بعد کہ اکثر مسلمانوں میں ہاتھ کھولنے والو نکی ہی اندریں گویا اجماع امت ہے اور اجماع نزد اہل سنت بیں حجت اور حق ہے اور اسی پر بنیاد مذہب قائم ہے اور اسکی تصریح ہو چکی ہے مذہب اہل سنت اجماع صحابہ ہی سے لیا گیا ہے نہ کتاب و سنت سے۔ تو خاص اہل مدینہ کا مسئلہ ارسال یدین میں اجماع و اتفاق بذات خود ایک خاص حجت ہے کیونکہ رسول نے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ میری سنت سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ جو حضوری انہیں حاصل رہی ہے وہ دوسرے کو نہیں ہی ہے اسلئے علماء اہل سنت کا یہ مذہب ہو گیا ہے کہ اگر کوئی حدیث اجماع و اجتماع اہل مدینہ کے خلاف ہو تو وہ قبول نہ کی

جائیگی بلکہ اس حدیث پر عمل اہل مدینہ کو مقدم رکھا جائیگا۔ ملا محمد معین لاہوری اپنی مشہور کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں:-

وثانيهما ان عمل اهل المدينة المقدسة على ساكنها افضل الصلوات والتسليمات من اقوى حجج الدين عندنا وفي الامر فيما طريقه النقل من ذالك على ما يرى مالك ابن انس الاصبحي من ان اجتماع اهل المدينة المطهرة حجة حتى انه عولت علماء مذهبه في ارسال اليدين حالة القيام في الصلوة على عمل اهلها مع وجود المرفوع في قبض اليمنى على اليسرى فحملوه على الحاجة عند طول القيام وخصصوه بها بدليل عمل اهلها كما يخص الحديث الصحيح بحديث آخر مثله. الخ

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک عمل اہل مدینہ قوی ترین حجت ہے اور میری اس باب میں کہ حدیث مقدم ہے یا عمل اہل مدینہ وہ رائے ہے جو مالک بن انس اصبحی کی ہے کہ اجتماع اہل مدینہ حجت ہے اور اسی بنا پر اسکے مذہب کے علماء نے اعتماد کیا ہے نماز میں حالت قیام میں ہاتھ کھولنے کے مسئلہ میں باوجودیکہ حدیث مرفوع جسکا حال اوپر مذکور ہوچکا اس باب میں موجود ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنا چاہئے اور انہوں نے اسکو طول قیام کی صورت میں ضرورت پر محمول کیا ہے یعنی اگر ہاتھ کھولے ہوئے دیر تک کھڑا رہنے سے تھک جائے تو ہاتھ اوپر رکھ لے اور اس حدیث کی عمومیت کو مخصص کردیا ہے جسطرح بعض صحیح حدیثیں بعض کی مخصص ہوا کرتی ہیں اسیطرح عمل اہل مدینہ یہاں مخصص حدیث مرفوع ہوا۔ الخ

اگر ہاتھ کھولنے کے متعلق کوئی حدیث و روایت بھی موجود نہ ہوتی تب بھی اس اصل مسلم کے مطابق یہی اجماع اہل مدینہ ہی ارسال یدین کے ثبوت میں کافی تھا چہ جائیکہ احادیث

بھی موجود ہیں جیسا کہ بیان ہوئیں۔ تو پھر یہ مسئلہ مسلم ہو گیا کہ اصل حکم نماز میں ہاتھ کھولکر کھڑے ہونیکا ہے۔ اسی کی تائید میں یہی بزرگ پھر لکھتے ہیں:۔

والعجب كل العجب من شيخ الدهلوي حيث ينفي في شرح السفر الدليل للارسال مطلقاً رفعاً واثراً الخ۔

شیخ دہلوی سے سخت تعجب ہے جبکہ وہ شرح سفر میں ارسال یدین کی دلیل سے قطعاً منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ مینے حجاز میں علماء مالکیہ سے دریافت کیا تو وہ اپنی نماز میں ہاتھ کھولنے کے مسئلہ پر کوئی ایسی دلیل نہ پیش کر سکے جو قابل قبول ہو حالانکہ عمل اہل مدینہ معظمہ اس ہی میں مالکیوں کے نزدیک خود تواتراً تابعین و صحابہ سے ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک اور اسکے اصحاب عمل اہل مدینہ کی بنا پر احادیث صحیحہ کی تاویل کر لیتے تھے اور اسکی وجہ سے آثار صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے اور یہی مذہب شافعیؒ کا بھی ہے کہ عمل اہل مدینہ دوسروں پر مقدم و مرجح ہے۔ حیث یقول۔

كل حديث جاء من اهل العراق وليس له اصل في الحجاز فلا تقبله ان كان صحيحاً ومع هذا ان عمل اهل المدينة المقدم يترك به الاحاديث الصحيحة

ہر ایک حدیث جو اہل عراق سے مروی ہو اور حجاز میں اسکی اصل نہ ہو تو اسکو قبول نہ کرو اگرچہ وہ صحیح ہو اور اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ عمل اہل مدینہ سے حدیث صحیح بھی ترک کیجا سکتی ہے

ساتویں دلیل اجماع اہل بیتؑ ۔ جو اصل مسلم و معیار رفع اختلاف ہے شرح بخاری تسہیل القاری میں ہاتھ باندھنے کے واجب نہ ہونیکے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ اگر نماز میں ہاتھ باندھنا واجب ہوتا تو اہل بیت نبی علی و آل علی اس کو ترک نہ کرتے پس یہ انکا باندھنے ترک کرنا دلیل ہے کہ ہاتھ باندھنا واجب نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ امام مالک امام

محمد باقر و ابراہیم نخعی استاد ابو حنیفہ عبد اللہ بن زبیر و حسن بصری لیث بن سعد و اوزاعی وغیرہ سب ارسال الیدین کے قائل و عامل تھے۔

عن زرارہ عن ابی جعفر علیه السلام انه قال اذا قمت الی الصلٰوة فعلیك بالاقبال علی صلوتك فانما یحسب لك ما اقبلت علیه ولا تعبث فیها بیدك ولا برأسك ولا بلحیتك ولا تحدث نفسك ولا تثاءب ولا تتمخط ولا تكفر فانما یفعل ذالك المجوس۔ الی آخرہ۔

زرارہ محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا جب تو نماز میں کھڑا ہو تو نماز پر پورا پورا متوجہ ہو کیونکہ تیرے لئے اسی توجہ اور رجوع کا ثواب لکھا جائیگا اور نماز کی حالت میں ہاتھ سر داڑھی سے نہ کھیل۔ نہ دل میں باتیں کر نہ جمائی لے اور نہ ناک سنک اور نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کہ یہ کام مجوسی کرتے ہیں ہاتھ باندھ کر طاعت خدا عبادت میں کھڑا ہونا مجوسیوں کا فعل ہے مسلمانوں کا عمل ہاتھ کھولکر کھڑا ہونا ہے۔ لہذا اسی طرح کھڑا ہو اور یہی زرارہ اسی جناب سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اذا قمت فی الصلوٰة فلا تلصق قدمك بالاخری ودع بینهما فصلاً اصبعاً اقل ذالك الی شبر اكثره واسدل منكبیك واسدل یدیك۔

جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے پیر کو دوسرے سے نہ ملا۔ اور دونوں کے درمیان کم سے کم ایک انگشت اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت فاصلہ رکھ اور کندھے ڈھیلے رکھ اور دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکائے

اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے حماد بن عیسیٰ صورت نماز بیان کرتا ہے فارسل یدیه جمیعا علی فخذیه (حبل المتین ص۲۱۱-۲۱۲) یہی مضمون

فروع الکافی صـ۱۹۸ پر ہے اور ارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالۃ رکبتیک - دونوں ہاتھ نماز میں لٹکا دے اور پنجہ میں پنجہ نہ ڈال اور اچھا ہے کہ دونوں ہاتھ تیرے دونوں زانو پر گھٹنوں کے مقابل لٹکے ہوئے ہوں
یہی مضمون تہذیب الاحکام میں ہے۔ اور شرائع الاسلام میں نماز کے بیان میں ہے۔ الثانی لا یبطلھا الا عمداً وھو وضع الیمین علی الشمال دوسری قسم مبطلات نماز کی وہ ہے جن کے عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے داہنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا۔ اور اسی کی شرح میں صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے علماء میں یہی مشہور ہے اور سید مرتضیٰ اس پر اجماع کا دعوے رکھتے ہیں وبیشک اجماع ہی اس پر محمد بن مسلم کی روایت بھی دال ہے جو احد الصادقین سے روایت کرتا ہے کہ میں نے کہا اگر آدمی نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے تو فرمایا۔ ذالک التکفیر فلا تفعل یہی تکفیر ہے جو فعل مجوس ہے ایسا مت کر یہی مذہب علیؑ سے لیکر تا حضرت امام مہدی جنکی نسبت علمائے اہل سنت متفق ہیں کہ وہ صاحب وحی ہیں (مقدمہ ہدایہ و نسیم الریاض وغیرہا) سب متفق ہیں اور اجماع اہل البیت اہل سنت کیلئے بھی حجت ہے ملا محمد معین اس بابت میں فرماتے ہیں۔ ومما اعتقدہ حجۃ اجماع اھل البیت النبوۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وعملھم وھو عندی وعند کل منصف اقوی من عمل المدینۃ الخ اور میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اجماع واجتماع اہل بیت نبوت ورسالت اور انکا عمل مسلمانوں کیلئے حجت ہے اور وہ میرے نزدیک اور ہر منصف مزاج مسلمان کے نزدیک عمل اہل مدینہ سے

قوی تر ہے الخ. کیونکہ عام اہل مدینہ کا عمل اسی لئے مسند و حجت ہے کہ وہ اباً عن جدٍ گویا عمل رسول کو نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے جو دیکھا اور سنا ہے وہی عمل اور نقل کیا ہے لیکن اہل البیت عمل رسول کے دیکھنے والے بھی ہیں اور سننے والے بھی۔

بالجملہ ان تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ نماز ہاتھ کھولکر پڑھنے کے جواز پر نو دلیلیں قائم ہیں۔

اول. فطرت انسان یہی ہے کہ ہاتھ کھلے رہیں۔ اور باندھنا امر جدید محتاج دلیل ہے۔

دوم۔ اکثریت مسلمانوں کی اسی پر ہے۔

سوم. کتاب اللہ سے ہاتھ کھولنا ہی واجب ثابت ہوتا ہے یہی نفخ ہے اسطرح پیدا ہوتا ہے۔ اور اسطرح چلنے پھرنے بیٹھنے میں رہتا ہے مرنیکے وقت بھی یہی حالت ہوتی ہے اور یہی قیامت میں اور ہاتھ باندھنے کے متعلق کوئی اشارہ کتاب اللہ میں نہیں ہے لہذا حکم واجب در اصل یہی ارسال یدین ہوا۔

چہارم۔ سنت نبوی۔

پنجم سیرت صحابہ تابعین و تبع تابعین کہ یہ خود بھی اہلسنت کے نزدیک حجت و سند ہے۔

ششم۔ اجماع اہل مدینہ حجت ہے۔

ہفتم اجماع اہل البیت کہ سب سے قوی حجت و سند ہے۔

ہشتم۔ یہ کہ امام ابو حنیفہ اور شافعی دونوں اس بات کو تجویز کرتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا خاص علماء اور اولیاء کیلئے مستحب ہے۔ عام مسلمانوں کیلئے یہ حکم نہیں،

اُن کیلئے ہاتھ کھولکر ہی پڑھنا اولیٰ و انسب ہے۔

نہم۔ تمام ائمہ کے نزدیک جو ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔ یہ فعل مستحب ہے واجب یا فرض نہیں جسکے یہ معنے ہوئے کہ اسکے ترک کرنیسے نماز باطل نہیں ہوگی یعنی جن علماء دلیا کے لیے ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ اگر ہاتھ باندھکر پڑھیں تو ثواب زیادہ ملیگا اور کھولکر پڑھنے سے کم لیکن نماز صحیح ہوگی باطل نہوگی اور جو لوگ ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے ہیں انکے نزدیک چونکہ کھولنا واجب ہے اور ترک حرام اسلئے ترک کرنیسے انکی نماز باطل جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک ہاتھ کھولکر پڑھنے سے امام مالک وغیرہ کی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ صحیح رہتی ہے صرف ثواب کم ملتا ہے اور امام مالک و شیعہ ائمہ اہلبیت کے نزدیک امام ابو حنیفہ وغیرہ کی کھولکر پڑھنے سے یا تو ثواب پورا پورا ملیگا یا کم لیکن نماز باطل ہرگز نہ ہوگی اور ایسے موقعہ پر حکم عقل اور قاعدہ اصول فقہ یہ ہے کہ جس صورت میں نماز باطل ہونیکا شبہ ہو اسکو چھوڑ دے اور وہ صورت ہاتھ باندھکر پڑھنا ہے جسکو امام ابو حنیفہ کہتے ہیں اور جس صورت میں نماز کی صحت بے شبہ ہو اسکو اختیار کرے اور وہ صورت ہاتھ کھولکر پڑھنا ہے جسکو شیعہ اور امام مالک کہتے ہیں اور ہاتھ باندھنے پر صرف دو دلیلیں دی جاتی ہیں اور دونوں کمزور۔ ایک مسلمانوں کا عمل تعصب آمیز۔ دوسرے غیر معتبر حدیثیں جو مذکور ہوئیں۔ علاوہ ان دو دلیلوں کی کمزوری کے ہاتھ باندھنے کے بے اعتباری کے وجوہ اور بھی ہیں ایک ہاتھ باندھنے کے دعویداروں میں اختلاف شدید۔ دوسرے اکثر صحابہ و تابعین اور تبع تابعین و علماء و فقہا بلکہ خود ہاتھ باندھنے کے دعویداروں کا فتوے کہ عام مسلمانوں کو ہاتھ کھولکر پڑھنا چاہیئے۔ تیسرے اس باب میں صحیح حدیث کا موجود نہ ہونا۔ چوتھے یہ کہ تو خدا نے نماز ونکو اختیار کیا ہی

چاہے کھولیں چاہے باندھیں جیسا کہ امام اوزاعی اور امام ابراہیم بن منذر کہتے ہیں تو اس صورت میں شیعوں اور امام مالک کا ہاتھ کھولنا نہ تو فعل حرام ہے نہ مکروہ بلکہ جائز ہے۔ یا خدا نے ہاتھ باندھنے کو مستحب کیا ہے جیسا کہ باندھنے والے کہتے ہیں۔ جب بھی کھولنا جائز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ثواب کم ملیگا لیکن نماز صحیح رہیگی۔ یا ہاتھ کھولنے کو خدا نے واجب کیا ہے اور ہاتھ باندھنے کو حرام جیسا کہ شیعہ اور امام مالک اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ کا فتویٰ ہے اور عمل ہے تو اس صورت میں ہاتھ باندھنے والوں کی نماز باطل ہو گی اور یہی اصل حقیقت ہے عقلاء اس میں غور کریں۔

الحاصل دلیل عقل و نقل (کتاب و سنت) اور قیاس و اجماع اور اجماع اہل بیت و اجماع اہل بیت نبوت و رسالت سے نماز میں ہاتھ کھولنا ہی اصل حکم ثابت ہوا اور ہمارے استدلال مقدمات کی شرط پوری ہو گئی یعنی اصل مسلم و مبرہن یہ قرار دی تھی کہ جو عمل کتاب اور عترت رسول اللہ کے موافق ہو وہ صحیح تصور کرنا چاہیے بحکم حدیث ثقلین اور یہاں ایسا ہی ثابت ہوا اور کم سے کم ہم نے معیار ثبوت قبولیت عمل اسلامی یہ قرار دیا تھا کہ اگر معاند مجادل اسکو بھی نہ مانے اور اتباع عترت سے گریز کرے تو جو عمل سلسلہ صحابہ اور سلسلہ آل میں متفق ہو وہ واجب العمل سمجھا جائے اور جس کا ثبوت ایک سلسلہ میں ملے دوسرے میں نہ ملے وہ ترک کیا جائے۔ چنانچہ ان بیانات و دلائل سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہاتھ کھولنے پر اصحاب رسول و آل رسول کا اتفاق ہے اور دونوں سلسلوں میں اسکا ثبوت موجود ہے بخلاف اسکے ہاتھ باندھنے کا ثبوت اہل بیت کے سلسلہ میں بالکل مفقود ہے بعض اصحاب کے یہاں ملتا ہے۔ اسلئے وہ دونوں فریق کیلئے قابل قبول اور اتباع نہ رہا کیونکہ

یہ مسلم متفق علیہ یقینی نہیں ہے اور یہ جو ثبوت موجود ہے۔ وہ مجروح ہے اور اسکا بطلان ثابت اور وہ فطرت انسانی و نص قرآن کے خلاف لہذا قطعی طور پر نماز میں حکم ارسال یدین صحیح فریضہ مسلمین ہوا جس طرح کہ شیعہ کہتے اور انکے ائمہ طاہرین معصومین نے تعلیم دیا ہے اور عمل کیا ہے اور صورت نماز اسلامی یہی ہے۔

حماد بن عیسٰی بیان کرتا ہے کہ امام جعفر صادق آل محمد نے اس سے فرمایا اے حماد کیا نماز درست پڑھ سکتا ہے عرض کیا۔ اے مولا میں تو نماز میں کتاب حریز حفظ رکھتا ہوں۔ فرمایا کوئی صحیح نہیں تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ حماد کہتا ہے کہ میں نماز کیلئے قبلہ رو کھڑا ہوا۔ نماز شروع کی اور رکوع و سجود بجا لایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے حماد تو نے نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کیا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگوں کی ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس کی عمر ہو جاتی ہے اور نماز درست نہیں پڑھ سکتے اور اسکے حدود احکام و ارکان کو پورے طور سے ادا نہیں کرتے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس بات سے میں دل میں بہت شرمندہ ہوا اور ذلت کا احساس کیا۔ اور میں نے عرض کیا میں آپ پہ فدا ہوں۔ آپ مجھے نماز تعلیم فرمائیں۔

فقام ابو عبد الله عليه السلام مستقبل القبلة منتصبا فارسل يديه جميعا على فخذيه قد ضم اصابعه وقرب بين قدميه حتى كان بينهما قدر ثلاث اصابع منفرجات واستقبل باصابع رجليه

تب حضرت صادق آل محمد سیدھے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پہ بالکل لٹکا دیئے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملا لیں اور دونوں پیروں کو نزدیک کر لیا کہ انہیں کوئی تین انگل کا فاصلہ رکھا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی طرف

جميعاً القبلة لم يحرفها عن القبلة
فقال بخشوع الله اكبر ثم قرأ الحمد
بترتيل وقل هو الله احد
ثم صبر هنيئة بقدر ما يتنفس
وهو قائم ثم رفع يديه حيال
وجهه وقال الله اكبر وهو قائم
ثم ركع وملأ كفيه من ركبتيه
مفرجات ورد ركبتيه الى خلفه حتى
استوى ظهره حتى لو صب عليه
قطرة من ماء او دهن لم يزل لاستواء
ظهره ومد عنقه وغمض عينيه
ثم سبح ثلاثاً بترتيل فقال
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ثم
استوى قائماً فلما استمكن من القيام
قال سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثم كبّر
وهو قائم ورفع يديه حيال وجهه
ثم سجد وبسط كفيه مضمومتي الاصابع
بين يدي ركبتيه حيال وجهه فقال
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

کر دیا۔ اور پھر خشوع و خضوع کے ساتھ
تکبیر کہی (اللہ اکبر) پھر سورہ حمد ترتیل کے ساتھ
قرأت فرمائی اور بعد ازاں سورہ قل ھو اللہ
احد۔ پھر سانس بھر توقف کیا اور سیدھے
کھڑے رہے پھر دونوں ہاتھوں کو منہ کے مقابل
بلند کر کے اللہ اکبر کہا اور ابھی تک سیدھے تھے پھر
اسی قیام متصل پر رکوع کے بعد رکوع میں گئے
اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا
کہ انگلیاں کھلی ہوئی تھیں اور دونوں گھٹنوں کو
پیچھے کی طرف دبایا کہ آپ کی پشت مبارک بالکل
سیدھی ہو گئی۔ کہ اگر پانی وغیرہ کا قطرہ گرے
تو حرکت نہ کرے وہیں ٹھہرا رہے کہ پشت
بالکل برابر تھی۔ گردن کو سیدھا کر کے آنکھوں کو
جھکا لیا۔ پھر تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ
وَبِحَمْدِهٖ کہا پھر سیدھے کھڑے ہو گئے جب
اچھی طرح کھڑے ہو گئے تب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ
کہا اور کھڑے کھڑے تکبیر کہی اور ہاتھوں کو کانوں تک
بلند کیا پھر سجدے میں گئے اور دونوں ہتھیلیوں کی انگلیاں
ملا کر گھٹنوں کے سامنے منہ کے مقابل رکھا اور فرمایا

ثلاث مرات ولم یضع شیئا
من جسده علی شیء منه و
سجد علی ثمانیة اعضاء الکفین
والرکبتین وانامل ابهامی
الرجلین والجبهة والانف فقال
سبعة منها فرض یسجد علیها و
هی التی ذکرها الله تعالی فی
کتابه فقال ان المسجد لله فلا تدعوا
مع الله احدا وهی الجبهة والکفان
والرکبتان والابهامان ووضع
الانف علی الارض سنة ثم
رفع راسه من السجود
فلما استوی جالسا قال الله
اکبر ثم قعد علی فخذه الایسر
وقد وضع ظاهر قدمه الایمن
علی بطن قدمه الایسر وقال
استغفر الله ربی واتوب الیه
ثم کبر وهو جالس فسجد السجدة
الثانیة وقال کما قال فی الاولی

سبحان ربی الاعلی کہا تین بار
اور بدن کا کوئی حصہ دوسرے پر نہ رکھا اور
آٹھ اعضا پر سجدہ کیا دونو ہتھیلیاں
دونو گھٹنے اور پیروں کے دونو
انگوٹھے پیشانی اور ناک اور یہ
فرمایا ہے کہ سات اعضا پر سجدہ
فرض ہے جس کا ذکر خدا نے اس
آیت میں کیا ہے۔ وان المسجد
لله۔ الآیہ۔ یعنے پیشانی دونو
ہتھیلیاں۔ دونو گھٹنے۔ دونو
پاؤں کے انگوٹھے اور ناک کا خاک
پر رکھنا سنت ہے)
پھر سجدہ سے سر اٹھایا اور جب سیدھے
بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا پھر بائیں ران پر
بیٹھے اور دائیں پیر کی پشت بائیں تلوے کے
اوپر رکھی اور فرمایا استغفر اللہ ربی واتوب
الیہ پھر بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور دوسرا
سجدہ بجا لائے اور اس میں بھی وہ دعا
پڑھی جو پہلے میں پڑھی تھی اور اسیطرح کہا

ولم یضع شیئاً من بدنه علی شیئٍ منه فی رکوعٍ ولا سجودٍ و کان متجنحاً ولم یضع ذراعیه علی الارض فصلی رکعتین علی هذا ویداه مضمومتی الاصابع وهو جالس فی التشهد وسلم فقال یا حماد هٰکذا صلِّ۔

(حبل المتین ص۲۱۱ وکافی ص۱۸۱)

اور بدن کا کوئی حصہ دوسرے سے نہیں لگنے دیا۔ نہ حالت رکوع میں اور نہ حالت سجود میں اور دونو ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے اور کہنیں کو زمین سے نہیں لگنے دیا اور اس طرح سے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور آپکے ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی تھیں اور بیٹھکر تشہد ادا کیا جب تشہد سے فارغ ہوئے تو سلام پھیرا اور بعد فراغ فرمایا اے حماد اسطرح نماز پڑھ

یہ ہے اصل صورت نماز اسلامی کی جو رسول اسلام نے پڑھی اور پڑھائی اور اپنی اولاد و امت کو سکھلائی) یہ نماز بعد رسول اللہ مسلمانوں نے بھلادی۔ بلکہ بدلدی بہت سے احکام چھوڑ دیئے یہی وہ نماز ہے جو علی کے پیچھے ایک مرتبہ مطرف و عمران بن حصین نے پڑھی تو عمران نے حصین سے کہا تھا آج اس شخص نے رسول اللہ کی نماز یاد دلائی اسکی تعلیم آل رسول نے تا مدت دی اور بہت سے احکام تحریر فرما کر اصحاب کو دیئے یہی نماز شیعہ ادا کرتے ہیں اور یہی سب کو کرنی چاہیئے اس میں قیام تکبیر قرأت ترتیل قیام متصل بہ رکوع۔ رکوع و سجود تام۔ قومہ۔ جلسہ۔ طمانیت۔ اور ذکر رکوع و سجود و تشہد سب مکمل ہیں جو مسلمانوں کی خصوصاً حنفیوں کی نماز میں مفقود ہوتے ہیں یا ناقص مولانا وحید الزمان خانصاحب انوار اللغۃ میں فرماتے ہیں آنحضرت کی نماز میں رکوع اور رکوع کے بعد قومہ اور سجدہ اور دونو سجدوں کے درمیان جلسہ یہ سب برابر ہوتے تھے افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے خصوصاً حنفیوں

اور شافعیوں نے اس سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ کیا کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد قومہ
و دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ بہت خفیف کرتے ہیں بعض جو شافعی تو رکوع کرکے
سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے اور مقتدی کو ربنا لک الحمد حمداً کثیرا مبارکا
فیہ کہنے کی بھی مہلت نہیں دیتے کہ سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ نماز کیا پڑھتے
ہیں مرغ کی سی ٹھونگیں مارتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ در اصل
یہ ان حضرات کی وہی مسخ شدہ صورت نماز ہے جسکی ہیئت کذائی قفال مروزی نے
سلطان محمود کے سامنے پیش کی (کما نقلناہ سابقاً) یہ نماز اسلامی
نہیں۔ نماز بے جسکی ایک مثال صادق آل محمد نے قائم کی خدا سب نمازیوں کو
توفیق عطا فرمائے کہ وہ نماز اسلامی ادا کرکے سنت رسول کا احیا کریں۔
اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ یہی نماز پیغمبری پڑھو ورنہ
مشرک کہلاؤ گے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بیانات و استدلالات و براہین اسلامی نماز
کی حقیقت سمجھنے اور صورت اصلی معلوم کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اس سے زیادہ
بھی ضرورت ہو تو پھر کتب مطولہ مطالعہ کیجائیں جنکی طرف ہم نے مقدمہ میں
اشارہ کیا ہے۔ لہذا اب ہم ان بقیہ اختلافات نماز اسلامی کا بھی ذکر کرتے
ہیں۔ جنکی طرف اشارہ اور جن کا وعدہ کیا ہے اور بہت اختصار کے ساتھ
کیونکہ اس رسالہ میں طول کی گنجائش نہیں۔

خاتمہ

بعض دیگر اختلافات نماز

نمبر (ا) یہ حدیث صحیح و متفق علیہ ہے۔ کہ انما الاعمال بالنیات اور
بغیر نیت عبادت صحیح نہیں۔ وضو شرط صحت عبادت (نماز) ہے۔ لہذا اس
میں بھی نیت لازم ہے اور یہ مسلمہ اہل اسلام ہے ذیل الاوطار میزان
الکبریٰ رحمۃ الامۃ۔ امامیہ مذہب کا یہ اجماعی مسئلہ ہے اور ائمہ اہل البیت سے یہ
بلا اختلاف مروی ہے۔ شرح لمعہ شرائع الاسلام حبل المتین) پس وضو میں نیت
کا ترک جائز نہیں۔ جو ابی حنیفہ کا مذہب ہے۔

(ب) ترتیب اعضاء وضو میں واجب ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے یعنی پہلے منہ دھونا
پھر دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ۔ پھر مسح سر پھر مسح پا۔ اس کے برعکس درست
نہیں جسکی بابت قفال مروذی نے اپنی نماز میں اشارہ کیا ہے غسل اعضاء
میں فطرت کے اصول کی پابندی لازم ہے یعنے اوپر سے نیچے کو دھونا۔
نیچے سے اوپر کو دھونا خلاف فطرت ہے۔ اور اس طریق فطری پر کل نوع
انسانی کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ نے ایسا ہی کیا ائمہ ہدایٰ نے ایسا ہی کیا
ہے (حبل المتین ص۱) اگر منہ یا ہاتھ الٹے دھونے کا حکم ہے تو پھر چاہیے کہ ایسا
کرنے والے غسل بھی الٹا کریں۔ یعنے ٹانگیں اوپر کرکے اور سر نیچے کرکے بلکہ
طہارت و استنجا بھی اسیطرح کیا کریں۔ بائیں سے ہاتھ منہ دھونا بھی خلاف فطرت

خلاف حکم اسلامی ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ یُمْنَاكَ لِعُلْيَاكَ وَ يُسْرَاكَ لِسُفْلَاكَ۔ تیرا دایاں ہاتھ منہ کیلئے ہے اور بایاں نیچے طہارت وغیرہ کیلئے۔ دنیا کا عمل یہی ہے۔ رسول اللہ کا عمل یہی تھا۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَغْسِلُ وَجْهَهُ بِيُمْنَاهُ۔ رسول اللہ دائیں ہاتھ سے منہ دھویا کرتے تھے (کنز العمال)۔ وَيُسْتَحَبُّ اَنْ يَبْدَءَ فِي غَسْلِ وَجْهِهِ بِاَعْلَاهُ لِكَوْنِهِ الْاَشْرَفَ۔ مستحب ہے کہ منہ پہلے اوپر سے دھویا جائے کیونکہ وہ حصہ اشرف ہے اور موافق فطرت ہے (نووی شرح مسلم صفحہ ۱۲۳) لفظ "اِلَى الْمَرَافِقِ" سے الٹا دھونا ثابت نہیں۔ یہ عقل کا پھیر ہے بیشک ہاتھ کہنی تک دھلنے چاہئیں۔ لیکن یہ اس کے معنے نہیں کہ ابتدا نیچے سے کی جائے اور انتہا کہنی تک ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کہنی تک ہاتھ فطرت کے موافق دھلے اور کہنی مغسول ہو۔ اسی واسطے مفسرین نے الی بمعنے مع لیا ہے یعنی فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ مَعَ الْمَرَافِقِ (جلالین) اور فتح الباری نے بھی یہی ثابت کیا ہے کہ الی بمعنے مع ہے۔ اور یہی احادیث نبوی سے ثابت ہے اور یہی ائمہ اہل اہل البیت سے (تہذیب الاحکام وحبل المتین)

نمبر۲ مسح پا وضو میں منصوص ہے۔ فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور یہاں بھی الی بمعنے مع ہے۔ آیت میں صاف حکم ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے وضو کر لو اور اپنے منہوں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے پیروں کا کعب تک مسح کرو۔ لفظ ارجل کو خواہ مجرور پڑھا جائے یا منصوب ہر حال میں وہ فَامْسَحُوْا کا مفعول بہ ہے۔ اور حکم مسح میں قطعاً

داخل. باءِ جارہ جو اس پر داخل ہے۔ وہ باتفاق علماء تبعیضیہ ہے یعنی کل نہیں بلکہ بعض حصۂ سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ قال النووی والاوزاعی واللیث یجزی مسح بعض الراس وبہ مسح المقدم وھو قول احمد و زید بن علی والناصر والباقرؑ والصادقؑ۔ یعنی نووی۔ اوزاعی اور لیث نے کہا ہے۔ سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنا کافی ہے اور چاہیئے کہ سر کے اگلے حصہ کا مسح کرے اور احمد و زید بن علی و ناصر اور امام محمد باقر و جعفر صادقؑ کا بھی یہی قول ہے۔ یہی تمام معصومین سے مروی ہے اور انکا مسلک ہے اور اسی پر تمام دنیا کے شیعہ عامل ہیں یہی مضمون کتاب کافی استبصار اور حبل المتین وغیرہ میں ہے۔ اور یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے پس اَرْجُلَكُمْ میں اَرْجُل کے جر یا نصب یا جر جوار سے اصل معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر حال میں یہ مفعول فامسحوا ہوا اور پیر یقیناً حکم مسح میں داخل ہیں اور مسح پا اس حکم سے واجب ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ الامر للوجوب۔ اَرْجُلَكُمْ کو فَامْسَحُوْا کے حکم معمولیت سے خارج کر کے فَاغْسِلُوْا کا مفعول و معمول بنانا معاذ اللہ خدا کو کلام عرب بلکہ مطلق متکلم سے جاہل ثابت کرنا ہے اگر کوئی کہے مارو زید اور عمر کو اور انعام دو بکر اور زفر کو اور مطلب وہ یہ لے کہ مارو زید و عمر اور زفر کو تو کیا یہ عند العقلاء ثانی معمل ہوگا۔ اور کوئی ذی فہم اس کلام سے یہ سمجھ سکیگا فعل و فاعل و مفعول کے درمیان فاصلہ ہو سکتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ایک فعل کے مفعول اول ذکر کئے جائیں۔ پھر دوسرے فعل کے اور پھر اسی فعل سابق کے یہ کلام کسی فصیح کا نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہوگا اور جاہل کا کلام سمجھا جائیگا

کیونکہ مقصود متکلم پر دال نہیں ہے۔ معمولی انسان بھی ایسا غلط کلام نہیں کر سکتا
چہ جائیکہ خدائے علیم ازلی اور پیغمبر حکیم عربی۔ یہ اس سے بھی بڑھکر جہالت کا
مظاہرہ ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ خدا پہلے غسل پا کا حکم دینا بھول گیا پھر یاد
آگیا تو کہا۔ ہاں اور پیر بھی دھولیا کرو جیسا کہ مولوی نذیر احمد خانصاحب
مرحوم دہلوی اپنے ترجمہ قرآن میں ارقام فرماتے ہیں اپنے خود ساختہ پیشوا کی
رائے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے خدا و رسول سب کو خطا کار و غلط کار ثابت کیا
جاتا ہے اور کلام اللہ کو مسخ۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا ہے۔ قفال نے
اپنی تفسیر میں ابن عباس انس بن مالک عکرمہ شعبی اور امام جعفر صادق سے
نقل کیا ہے کہ مسح پا واجب ہے اور یہی مذہب شیعہ امامیہ ہے۔ ثعلبی میں عامر سے
مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ جبرئیل محض پاؤں کا مسح لیکر اترا ہے کیا تو نہیں دیکھتا
کہ جن اعضاء کو دھونا ہے۔ انہی پر تیمم کا حکم ہے اور جن پر مسح کا حکم ہے انکو
تیمم میں چھوڑ دیا ہے۔ اگر پیروں کے دھونیکا حکم ہوتا تو تیمم میں انپر مسح واجب
ہوتا۔ ابن جریر اور ابن کثیر نے بھی ان صحابہ کا یہی عقیدہ لکھا ہے۔ مسند احمد بن
حنبل میں حضرت عثمان سے یہی مسح پا بروایت ورہیت مروی ومرقوم ہے۔
اور اسی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے وضو کیا اور پشت قدم پر مسح
کیا اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ کو اسی طرح کرتے نہ دیکھا ہوتا تو پشت پا کی
نسبت تلوؤں کا مسح مقدم ہوتا۔ اگر دین میں قیاس نہیں ہے پس جیسے خدا نے بتلایا
اور رسول نے سکھلایا ہے۔ اسیطرح کرنا واجب ہے۔ اور وہ مسح پشت پا ہی ایسا ہی

حضرت علی کا عمل بخاری اور فتح الباری میں منقول ہے۔ اور یہ مذہب اہل بیت متفق علیہ و مسلم ہے۔ (حبل المتین۔ تہذیب الاحکام۔ کافی۔ استبصار وغیرہ)

تبصرہ

امام فخر الدین رازی کے بیان میں جن احادیث و روایات و عمل حضرت علی و حضرت عثمان وغیرہما کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ہیں:-

نمبر۱۔ حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا محمد بن جعفر حدثنا سعيد عن قتادة عن مسلم بن يسار عن حمران بن ابان عن عثمان انّه دعا بماءٍ فتوضّأ فمضمض واستنشق ثمّ غسل وجهه ثلثا ويديه ثلاثا ومسح براسه وظهر قدميه ثمّ ضحك فقال لاصحابه الا تسألوني عمّا اضحكني فقالوا ممّ ضحكت يا امير المؤمنين قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلّم دعا بماءٍ قريبا من هذه البقعة فتوضّأ كما

ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اور اُس نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن جعفر نے اور اُس سے سعید نے اور اس سے قتادہ نے اور اس سے مسلم بن یسار نے اور اس سے حمران بن ابان نے اس حدیث کو بیان کیا کہ حضرت عثمان نے وضو کیلئے پانی منگایا۔ کلی کی، ناک میں پانی ڈالا۔ تین دفعہ منہ دھویا تین دفعہ ہاتھ دھوئے۔ اور سر اور پشت پا کا مسح کیا اور پھر ہنسے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم مجھ سے ہنسنے کا سبب کیوں نہیں پوچھتے تب عرض کیا۔ اے الٰہی خلیفۃ المسلمین آپ کیوں ہنسے۔ فرمایا میں نے رسول اللہ کو دیکھا

تَوَضَّأْتُ ثُمَّ ضَحِكْتُ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُونِي
مَا أَضْحَكَنِي فَقَالُوا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ
اللّٰهِ فَقَالَ أَلَا تَسْأَلُونِي مَا أَضْحَكَنِي
فَقَالُوا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ
فَقَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا دَعَا
بِوَضُوءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهُ حَطَّ اللّٰهُ
عَنْهُ كُلَّ خَطِيئَةٍ اَحْدَثَهَا
بِوَجْهِهِ فَإِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ
كَانَ كَذَالِكَ وَإِنْ مَسَحَ
بِرَأْسِهِ كَانَ كَذَالِكَ
وَإِذَا مَسَحَ ظَهْرَ قَدَمَيْهِ
كَانَ كَذَالِكَ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۵۹ مطبوعہ مصر)

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا
ابن الاشجعي حدثنا ابي عن سفيان
عن سالم ابي النضر عن بسر بن سعيد
قال اتى عثمان المقاعد فدعا بوضوء
فمضمض واستنشق ثم غسل
وجهه ثلاثا ويديه ثلاثا ثلاثا

کہ قریب قریب اسی جگہ انہوں نے وضو کیلئے پانی
طلب فرمایا۔ اور اسیطرح وضو کیا جسطرح میں نے
کیا ہے اور حضرت ہنسے اور فرمایا۔ کہ تم لوگ ہنسنے
کا سبب کیوں دریافت نہیں کرتے تو اصحاب نے
نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے اس ہنسی
کا سبب کیا ہے۔ فرمایا جب بندۂ مومن وضو کے
لئے پانی طلب کرتا ہے پھر منہہ دھوتا ہے
تو خدا اس کے وہ تمام گناہ محو کر دیتا ہے
جو اس نے منہہ سے کئے ہوں اور جب
ہاتھ دھوتا ہے تو اسیطرح ہاتھوں کے گناہ جھڑ
جاتے ہیں اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے
اور جب پیروں کا مسح کرتا ہے تو پیروں سے جو
گناہ کئے جاتے ہیں گر جاتے ہیں۔

بسر بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت
عثمان وضو کی جگہ بیٹھے۔ اور پانی
منگایا۔ کلی کی ناک میں پانی ڈالا
تین تین دفعہ۔ منہہ ہاتھ دھوئے
اور سر اور پیروں کا مسح کیا اور
فرمایا۔ اے لوگو میں نے اس طرح

ثم مسح برأسه ورجليه ثلاثا ثلاثا ثم قال رأيت رسول الله هكذا يتوضأ يا هؤلاء أكذلك قالوا نعم لنفر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عنده

رسول اللہ کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ اور بہت سے اصحاب رسول آپ کے پاس تھے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عبد الله بن الوليد حدثنا سفيان حدثني سالم أبو النضر عن بسر بن سعيد عن عثمان بن عفان أنه دعا بماء فتوضأ عند المقاعد فتوضأ ثلاثا ثلاثا ثم قال لأصحاب رسول الله هل رأيتم رسول الله يفعل هذا

تیسری روایت نیز بسر بن سعید سے مروی ہے کہ عثمان نے وضو کیلئے پانی طلب کیا۔ تین تین مرتبہ منہ ہاتھ دھو کر اور تین تین دفعہ سر پیر کا مسح کر کے وضو کیا اور اصحاب رسول سے کہا کیا تم نے رسول اللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے؟

حدثنا عبد الله. حدثني وكيع الأعمش عن أبي إسحق عن عبد خير عن علي قال كنت أرى أن باطن القدمين أحق بالمسح من ظاهرهما حتى رأيت رسول الله يمسح ظاهرهما مسند احمد ص ۹۵

عن عبد خیر عن علی میری رائے میں پیروں کے تلووں کا مسح پشت سے بہتر ہے لیکن رسول اللہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پشت پا ہی پہ مسح کرتے تھے نیز مروی ہے کہ باطن قدمین ضرور ہیں مسح کے زیادہ حقدار ہیں مگر رسول اللہ ظاہر قدمین ہی پہ مسح فرماتے تھے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا إسحق بن إسمعيل ثنا وكيع ثنا الأعمش عن أبي إسحق عن عبد

عن عبد خیر عن علی میرے رائے میں پیروں کے تلووں کا مسح زیادہ پشت سے بہتر ہے لیکن رسول اللہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پشت

خير عن علي قال كنت أرى أن باطن
القدمين أحق بالمسح من ظاهرهما حتى
رأيت رسول الله ﷺ يمسح ظاهرهما (١٢)

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا إسحق
بن يوسف عن شريك عن السدي
عن عبد خير قال رأيت عليا دعا بماء
ليتوضأ فتمسح به تمسحا ومسح على
ظهر قدميه ثم قال هذا وضوء من لم
يحدث ثم قال لولا أني رأيت رسول الله ﷺ
مسح على ظهر قدميه رأيت أن بطونهما
أحق ثم شرب فضل وضوئه وهو قائم
ثم قال أين الذين يزعمون أنه لا ينبغي
لأحد أن يشرب قائما (١١)

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا ابن
نمير ثنا أبي عن سفيان عن السدي
عن عبد خير عن علي أنه دعا بكوز
من ماء ثم قال أين هؤلاء الذين
يزعمون أنهم يكرهون الشرب قائما قال فأخذه فشربه وهو قائم ثم توضأ وضوءا
خفيفا ومسح على نعليه ثم قال هكذا وضوء رسول الله ﷺ للطاهر ما لم يحدث (١٢)

پا ہی پر مسح کرتے تھے نیز مروی ہے کہ باطن
قدمین وضو میں مسح کے زیادہ حقدار ہیں مگر
رسول اللہ ﷺ ظاہر قدمین ہی پر مسح فرماتے تھے۔
نیز انہی بزرگ سے مروی ہے کہ دیکھا علیؓ کو کہ انہوں
نے وضو کیلئے پانی منگایا وضو کیا اور پشت
پر مسح کیا اور فرمایا یہی وضو ہے غیر جنب
کا۔ پھر فرمایا کہ اگر میں رسول اللہ کو نہ
دیکھتا کہ پشت پا پر مسح کرتے تھے تو میری
رائے میں تلوؤں کا مسح کرنا مناسب ہوتا
لیکن دین میں رائے و قیاس پر عمل نہیں
ہو سکتا ہے پھر وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے
کھڑے نوش فرمایا اور فرمایا کہاں ہیں وہ لوگ جو
کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز نہیں۔
یہی مضمون سدی کی روایت میں ہے مگر فرق
یہ ہے کہ اس میں اول پانی پینا پھر وضو کرنا
مذکور ہے۔ اور پھر فرمایا کہ یہی وضو ہے
طاہر کا جبتک جنب نہ ہو۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا اسحق بن اسمعيل وابو خيثمة قال ثنا وكيع ثنا الاعمش عن ابي اسحق عن عبد خير عن علي قال كنت ارى ان باطن القدمين احق بالمسح من ظاهرهما حتى رأيت رسول الله يمسح ظاهرهما (ر ١٣٦)

ابو اسحاق کی روایت میں بھی علی سے یہی مضمون مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں تو باطن قدمین مسح کے زیادہ مستحق ہیں لیکن رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ ظاہر قدمین ہی پہ مسح کرتے تھے۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا اسحق ثنا سفيان مرة اخرى قال رأيت عليا توضأ فمسح ظهورهما (ر ١٣٧)

سفیان سے بھی یہی مضمون علی سے مروی ہے۔ اور سفیان راوی کا ایک قول کا واحد

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا بهز ثنا شعبة عن عبد الملك بن ميسرة قال سمعت النزال بن سبرة قال رأيت عليا صلى الظهر ثم قعد لحوائج الناس فلما حضرت العصر اتي بتور من ماء فاخذ منه كفا فمسح وجهه وذراعيه ورأسه ورجليه ثم اخذ فضله فشرب قائما وقال ان ناسا يكرهون هذا وقد رأيت رسول الله يفعله وهذا وضوء من لم يحدث (ر ١٥٣)

میسرہ بیان کرتا ہے کہ میں نے نزال بن سبرہ کو کہتے سنا ہے کہ میں نے علی کو دیکھا کہ آپ نے اول ظہر کی نماز ادا کی اور پھر لوگوں کی ضروریات تعدادت سوالات طے کئے پھر جب عصر کا وقت آیا تو پانی کا لگن منگایا۔ پہلے میں پانی لے کر منہ ہاتھ دھوئے اور سر پیر کا مسح کیا اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا لیکن بعض لوگ اسکو مکروہ سمجھتے ہیں اور میں نے رسول اللہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ اور یہی وضو ہے غیر محدث کا۔

وفي سنن الدارقطني حدثنا الحسين
بن اسمعيل حدثنا يوسف بن موسى
حدثنا هشام بن عبد الملك والحجاج
بن المنهال واللفظ لابي الوليد قال حدثنا
همام حدثنا اسحق بن عبد الله
بن ابي طلحة عن علي بن يحيى بن خلاد
عن ابيه عن عمه رفاعة بن رافع وكان بدريين
وهما بدريان قال بينما نحن جلوس
عند رسول الله اذ رسول الله جالس ونحن
حوله اذ دخل رجل فاستقبل القبلة
وصلى فلما قضى الصلوة جاء فسلم
على رسول الله وعلى القوم فقال
له رسول الله وعليك ارجع
فصل فانك لم تصل فجعل الرجل
يصلي ونحن نرمق صلوته لا ندري
ما يعيب منها فلما صلى جاء فسلم
على النبي صلعم وعلى القوم فقال له
النبي صلعم وعليك ارجع فصل
فانك لم تصل قال همام فلا ادري

دارقطنی میں ہے کہ میں نے حسین بن اسمعیل
سے اُس نے یوسف بن موسیٰ سے اُس نے
ہشام بن عبدالملک سے اور حجاج بن
منہال سے۔ اور الفاظ حدیث ابی الولید کے ہیں۔
اُنہوں نے اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے
اُس نے علی بن یحییٰ بن خلاد سے اس نے اپنے
باپ و چچا سے حدیث سُنی ہے جو دونو اہل
بدر تھے کہ ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے
تھے کہ ایک شخص آیا اور قبلہ رو ہو کر نماز
پڑھنے لگا۔ جب نماز پڑھ چکا تو رسول
اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور
سلام کیا۔ اور سب اصحاب رسول
کو سلام کیا۔ رسول اللہ نے جواب سلام
دیا اور فرمایا۔ جا پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز
صحیح ادا نہیں کی۔ وہ پھر نماز پڑھنے لگا
اور ہم دیکھتے رہے ہم نہیں سمجھتے تھے کہ اس
میں کیا عیب ہے۔ جب وہ پڑھ چکا تو حاضر
خدمت ہوا اور سلام کیا۔ رسول اللہ نے
جواب سلام دیا اور پھر فرمایا۔ واپس جا پھر

أَمَرَهُ بِذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ الرَّجُلُ مَا أَدْرِي فَلَا أَدْرِي مَا عِيبَ عَلَيَّ مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا لَا تَتِمُّ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُسْبِغَ الْوُضُوءَ كَمَا أَمَرَهُ اللهُ فَيَغْسِلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَيَمْسَحَ بِرَأْسِهِ وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

نماز پڑھ کہ تو نے نماز ادا نہیں کی بہام کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دو دفعہ ایسا ہوا یا تین دفعہ۔ اس شخص نے کہا میں نہیں جانتا میری نماز میں کیا نقص عیب رہ گیا ہے تب رسول اللہ نے فرمایا تمہاری کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی جبتک کہ وضو صحیح اور کامل نہ ہو جس طرح کہ خدا نے حکم دیا ہے پس چاہئے کہ نمازی وضو میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور سر کا مسح پیروں کا کعبین تک مسح کرے۔

٢٩

حدثنا عبد الله حدثني أبي قرأت على عبد الرحمن عن عبد الله بن يزيد أبو عبد الرحمن المقرئ قال ثنا سعيد يعني ابن أبي أيوب قال حدثني أبو الأسود عن عباد بن تميم المازني عن أبيه أنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يتوضأ ويمسح بالماء على رجليه

عباد بن تمیم المازنی کی روایت میں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو پانی سے دونوں پیروں کا مسح کیا۔

(مسند صفحہ ۴۰ جلد ۴)

رواه البخاري في تاريخه وأحمد وابن أبي شيبة وابن أبي عمر والبغوي والطبراني و

یہی روایت اسی سند سے بعینہ بخاری نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے

البادردی وغیرهم کلهم من طریق ابی الاسود عن عباد بن تمیم المازنی عن ابیه قال رأیت رسول الله یتوضأ و یمسح بالماء علی رجلیه۔ رجاله ثقات (ص ۲۷۵ جلد اول)

کہ تمیم مازنی نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور پانی سے دونوں پیروں کا مسح کیا۔

قال صاحب الاصابہ جابر بن عوف الثقفی ذکرہ سعید بن یعقوب و اورد له من طریق یعلی بن عطاء عن ابیه عن اوس بن اوس اسمه جابر بن عوف ان النبی صلی و مسح علی قدمیه انتهی مختصراً (ص ۲۳۹ جلد اول)

یہی مضمون الاصابہ میں جابر بن عوف سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے نماز ادا کی اور وضو میں قدمین پر مسح کیا۔

ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

اول۔ رسول اللہ وضو میں پیروں کا مسح کرتے تھے۔

دوم۔ حضرت عثمان پیروں کا مسح کرتے تھے۔

سوم۔ حضرت علی پیروں پر مسح کرتے تھے۔

چہارم۔ اصحاب نے رسول اللہ کو، علی کو اور عثمان کو اسی طرح مسح کرتے دیکھا ہے۔

پنجم۔ عثمان نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ اسی طرح عمل فرماتے تھے اور بہت سے اصحاب کو اپنا شاہد بنایا ہے۔

ششم۔ علی نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ اسی طرح عمل کرتے تھے اور اگر

عمل رسول نہ ہوتا اور صاف صاف یہ ہوتا تو بجائے پشت پا کے باطن پا کا مسح کرتے

ہفتم ان روایات سے صاف واضح ہے کہ حکم وضو میں مسح ہی کا ہے لیکن عثمان اور علی کے زمانے میں اس میں اختلاف پڑ چکا تھا۔ اور اسی واسطے یہ دونو صاحب اصحاب سے شہادت لیتے اور اپنی چشم دید شہادت وضوء رسول میں مسح پا کی دیتے تھے اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عثمان سے قبل اختلاف پیدا ہوا تھا اور وہ اغلب ہے کہ حضرت عمر ہی کے زمانے میں انہی کے حکم یا فعل سے پیدا ہوا اور اس کی تائید آئندہ کی روایات اور بیانات سے بھی ہوگی۔

واخرج البیہقی فی سننہ عن رفاعۃ بن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للمسیئ صلاتہ انہا لا تتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ یغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح براسہ ورجلیہ الی الکعبین۔

بیہقی نے اپنی سنن میں رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ایک غلط نماز ادا کرنے والے سے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز درست نہ ہوگی جب تک وہ وضو درست نہ کرے جس طرح کہ خدا نے حکم دیا ہے منہ دھوئے کہنیوں تک ہاتھ دھوئے سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پیروں کا مسح کرے

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ وامسحوا برءوسکم وارجلکم قال ھو المسح۔

ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے آیہ وضو کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ حکم آیت میں مسح کا ہے۔

واخرج عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ عن ابن عباس قال ابی الناس الا الغسل ولا اجد فی

عبدالرزاق ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ لوگ تو پیر دھونے لگے ہیں اور میں کتاب اللہ میں مسح پا کے

كتاب الله إلا المسح۔

سوا حکم نہیں پاتا۔

وأخرج عبد الرزاق وابن جرير
عن ابن عباس قال الوضوء غسلتان
ومسحتان۔ وأخرج ابن أبي شيبة
عن عكرمة مثله۔

عبدالرزاق اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابن
عباس نے کہا وضو دو غسل اور دو مسح ہیں یعنی منہ
ہاتھ کا دھونا اور سر و پیر کا مسح کرنا یہی ابن ابی
شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے

وأخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد
عن ابن عباس قال افترض الله
غسلتين ومسحتين ألا ترى أنه ذكر التيمم
فجعل مكان الغسلتين
المسحتين۔

عبدالرزاق اور عبد بن حمید نے بھی عبداللہ بن عباس
سے روایت کیا ہے کہ خدا نے دو چیزوں کے دھونیکا
حکم دیا ہے اور دو کے مسح کرنیکا کیا تم نہیں دیکھتے
کہ ذکر تیمم میں انہی اعضا کے مسح کا حکم ہے جن کے
دھونیکا وضو میں حکم ہے

وأخرج ابن جرير وابن المنذر
عن قتادة مثله۔

ابن جریر اور ابن منذر نے قتادہ سے یہی روایت
لکھی ہے۔

وأخرج سعيد بن منصور وابن أبي
شيبة وابن جرير عن أنس أنه قيل له
إن الحجاج خطبنا فقال اغسلوا
وجوهكم وأيديكم وامسحوا برؤوسكم
وأرجلكم وأنه ليس شيء من ابن
آدم أقرب إلى الخبث من قدميه فاغسلوا
بطونهما وظهورهما وعراقيبهما

سعید بن منصور و ابن ابی شیبہ و ابن جریر نے انس
بن مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ
حجاج نے خطبہ پڑھا اور اس میں کہا اپنے منہ
اور ہاتھ دھوؤ اور سر پیر کا مسح کرو ان پیروں سے
زیادہ انسان کی کوئی چیز پلید نہیں ہوتی پس وضو
میں پیروں کو خوب اوپر نیچے سے۔ اور
ایڑیوں تک کو دھوؤ۔ تو انس نے

فقال انس صدق الله وكذب الحجاج قال الله وامسحوا برؤسكم وارجلكم وكان انس اذا مسح قدميه بلّهما۔

کہا، اللہ نے سچ کہا ہے اور حجاج جھوٹ بولتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ مسح کرو سر اور پیروں کا اور انس جب پیروں کا مسح کرتے تھے تو انکو تر کر دیتے تھے۔

واخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبه وعبد بن حمید وابن جریر عن الشعبی قال نزل جبریل بالمسح علی القدمین الا ترى ان التیمم ان یمسح ما کان غسلاً ویلغی ما کان مسحاً۔

عبد الرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ شعبی کہتا تھا کہ جبرئیل آسمان سے مسح پاؤں کا حکم لیکر اترا کیا تم نہیں دیکھتے کہ تیمم کرنیوالا انہی اعضاء کو مسح بالتراب کرتا ہے جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں اور جنپر وضو میں مسح ہے وہ تیمم میں چھوڑ دئے جاتے ہیں۔

واخرج عبد بن حمید عن الاعمش والنحاس عن الشعبی قال نزل القرآن بالمسح وجرت السنة بالغسل

عبد بن حمید وغیرہ نے شعبی ہی سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں تو حکم مسح ہی کا ہے لیکن لوگوں کی سنت پیروں کا دھونا ہو گئی ہے

واخرج عبد بن حمید عن الاعمش قال كانوا يقرؤنها برؤسكم وارجلكم بالخفض وكانوا يغسلون

عبد بن حمید اعمش سے روایت کرتا ہے لوگ ارجلکم کو زیر سے پڑھتے تھے مگر پھر بھی دھوتے تھے۔

واخرج ابن جریر عن انس قال نزل القرآن بالمسح والسنة بالغسل

ابن جریر نے انس سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں حکم مسح پا کا ہے اور لوگوں میں سنت غسل پا جاری ہو گئی ہے۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن البراء

براء بن عازب یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

بن عازب ان رسول الله لم یزل
یمسح علی الخفین قبل نزول المائدة
وبعدها حتی قبضه الله عز وجل۔

واخرج الطبرانی فی الاوسط عن
ابن عباس انه قال ذکر المسح
علی القدمین عند عمر وسعد
وعبدالله بن عمر فقال عمر سعد
افقه منك فقال عمر یا سعد انا
لا ننکر ان رسول الله مسح ولکن
هل مسح منذ انزلت سورة المائدة
فانها احکمت کل شیئ وکانت آخر
سورة نزلت من القرآن الا براءة قال
فلم یتکلم احد (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۶۲ تا ۲۶۳)

خفین پر مسح فرماتے تھے سورہ مائدہ
کے نزول سے قبل بھی اور بعد بھی یہاں
تک کہ انتقال فرمایا۔

طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے
عمر سعد اور ابن عمر کے سامنے مسح
پا کا ذکر ہوا تو عمر نے کہا۔ سعد تجھ سے
زیادہ فقیہ ہے۔ اے سعد ہم اس کا
انکار نہیں کرتے۔ کہ رسول اللہ نے ضرور
پیروں کا مسح کیا لیکن کیا سورہ
مائدہ کے نزول کے بعد کیا۔ یا قبل نزول
کیونکہ اس نے ہر حکم کو مستحکم کر دیا ہے
وہ برات کے سوا سب سے آخری سورت
ہے تو پھر کسی نے کچھ نہ کہا۔

بخاری باب شرب القائماً میں روایت نزال بن سبرۃ اور ذکر وضو کو نقل کرتے ہیں اور یہ تصریح کہ علی نے پیروں کا مسح ہی کیا تھا۔

صاحب ازالۃ الخفا سے نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کا یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک دن لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو اس میں فرمایا کہ دین میں رائے پر عمل کرنے والے سنت کے دشمن ہیں (لاریب فیہ) حدیثوں کے یاد کرنے سے عاجز رہے اور انہیں محفوظ نہ رکھ سکے اور لوگوں کے سوالات پر یہ کہنا موجب شرم معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ

ہم نہیں جانتے تو اپنی رائے سے سنن پیغمبری کا مقابلہ کرنے لگے۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ خدا کی قسم رسول اللہ نے اپنی وفات اور انقطاع وحی سے پہلے تکمیل دین فرما کر لوگوں کو دین میں رائے زنی سے مستغنی کر دیا تھا۔ اگر دین میں رائے کو دخل ہوتا تو یقیناً ظاہر قدمین کی نسبت باطن قدمین مسح کے زیادہ مستحق ہوتے پس تم ان لوگوں سے پرہیز کرو۔ جو دین میں اپنے رائے زنی کرتے ہیں حضرت عمر کی اس لیکچر نما تقریر میں جہاں اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ مسائل دین میں عام انسانی رائے کو دخل نہ ہونا چاہیے جسکو ہم مفصل لکھتے رہے ہیں وہاں یہ بھی واضح ہو کہ حضرت عمر بھی ابتداء میں مسح ہی کے قائل تھے بعد ازاں کسی مصلحت سے غسل پا کے عامل بنے اور پھر خود ہی مسئلہ کی تاویلیں شروع کیں کہ یہ حکم مسح قبل نزول سورۂ مائدہ تھا۔ حالانکہ ثابت ہو چکا ہے اور حضرت عمر خود بھی جانتے تھے کہ آیہ وضو جو سورۂ مائدہ میں ہے صاف مسح پڑ دال ہے غسل کا وہاں پر شبہ بھی نہیں۔ یہ سب تاویلات ہیں جو اسکے خلاف عمل ہو جانے کے بعد کی گئی ہیں اور روایات بھی اس عمل کے بعد ہی بنائی گئی ہیں۔ اعراب "اَرْجُلَكُمْ" کے نصب اور جر کی بحث بھی بعد ہی کی ہے ورنہ پہلے جر ہی پڑھا جاتا تھا جیسا کہ تفسیر درمنثور میں تشریح ہے (جلد ۲ صفحہ ۲۶۳) جر جوار بھی اس خیال و عمل کے بعد تراشا گیا ہے ورنہ کتاب اللہ میں ایسی مہملات کا کیا کام اور پھر وہ بھی بے محل جہال عرب اگر اس کو استعمال بھی کر گئے ہیں تو وہاں جہاں معنی میں اشتباہ پیدا نہ ہوتا ہو جیسے مثلاً "جُحْرُ ضَبٍّ خَرِبٍ" میں نہ وہاں جہاں نہ اشتباہ بلکہ یقیناً معنی میں تغیر پیدا ہوا ور وہ بھی جائز و ناجائز میں۔ یہاں جر جوار کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے۔

اس تبصرہ میں اول جو تیرہ احادیث منقول ہیں وہ مسند احمد بن حنبل کی لیگئی

اور ان میں سے بعض کی تائید و تاکید بعض دوسری احادیث سے بھی کی گئی ہے
جو بعد میں مذکور ہوئی ہیں اور امام احمد بن حنبل کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے
کہ وہ امام بخاری و مسلم دونوں کے استاد ہیں اور ان دونوں میں ان کی روایات ہیں
اور اسحٰق بن احمد انکو حجت خدا سمجھتے ہیں اور خلفا ثلثہ کا ہم پایہ مانا گیا ہے بلکہ
حضرت ابو بکر سے افضل (اسمار الرجال ذہبی) اور علم و فضل میں حضرت صدیق
سے افضل ہوئے ہیں کسی عالم با بصیرت کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی جو چند روایات
مفسرین و محدثین ہیں جو مسح پا کو واضح و ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ وضو میں مسح
پا فرماتے تھے اور یہی حکم مطابق کتاب اللہ دیتے تھے اس کے بغیر وضو غلط اور
نماز باطل اصحاب رسول مثل حضرت علی و حضرت عثمان و انس بن مالک و سعد
بن ابی وقاص و عبد اللہ بن عمر و غیرہم کی بھی یہی تصریح و توضیح ہے عکرمہ قتادہ
شعبی وغیرہ تابعین کا بھی یہی حکم و عمل تھا۔ امام ابو حنیفہ علقمہ۔ مجاہد۔ جابر بن
زید وغیرہ تبع تابعین کا بھی یہی عمل تھا۔ ائمہ اہل بیت بلا اختلاف سب یہی عمل رکھتے
تھے۔ وفیہ تذکرۃ و تبصرۃ لاولی الابصار و الالباب۔

غرض حکم مسح پا کتاب اللہ و سنت رسول و سیرۃ صحابہ و اجماع اہل البیت سے
قطعاً ثابت ہے لیکن حضرت عمر نے دیگر اکثر احکام شریعت کی طرح اس حکم کو بھی اپنی رائے
سے نسخ اور صورت وضو کو مسخ کر دیا ہے اور خود علمار اہل سنت اسکے قائل ہیں
اور اسکی تصریح کرتے ہیں مسئلہ وضو میں پاؤں دھونے اور مسئلہ متعہ میں مجتہدین نے
عمر کی متابعت کی ہے یعنی قرآن سے مسح پا اور مسئلہ متعہ ثابت ہیں لیکن
حضرت عمر نے انکے خلاف کیا ہے اور حرام قرار دے دیا ہے۔ اور سنی مجتہدین

حضرت عمرہی کی پیروی کرتے ہیں۔ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ و تمسک اہل البیت کو چھوڑ دیا ہے اور اس غلطی نے نماز ہی باطل کر دی ہو کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کسی کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے وضو کو مکمل نہ کرے جس طرح کہ اللہ نے اس کو حکم دیا ہے۔

مسئلہ۔ تکبیرۃ الاحرام اور ہر تکبیر کے وقت رفع یدین (کانوں تک ہاتھ اٹھانا) سنت رسول اللہ و سنت اصحاب و تابعین و تبع تابعین ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے امام مالک و شافعی جو نسبتاً اتباع سنت نبوی کی کوشش کرتے ہیں ابو حنیفہ اور امام احمد سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی کے عامل ہوتے ہیں۔ کتاب الاذان باب رفع یدین میں ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَ کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَہُمَا کَذٰلِکَ اَیْضًا وَ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔	کہ رسول اللہ جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے تھے اور ہاتھ دونوں کندھوں کے مقابل بلند کرتے تھے اور اسی طرح جب رکوع میں جاتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے اور رفع یدین فرماتے اور رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے

اور باب رفع الیدین میں بھی یہی مروی و مرقوم ہے۔ عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ دونو کندھوں کے مقابل بلند کئے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو اسیطرح رفع یدین کرتے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فرماتے تھے صحابہ بھی ایسا

ہی کرتے تھے اور یہ مسلم ہے کہ آل رسول کا بھی عمل تھا جو رسول کا جیسا کہ مفصل حماد بن عیسی کی روایت امام جعفر صادق کی صورت نماز میں گذرا اور ضرورت عادۂ نہیں یہ مسئلہ مذہب امامیہ میں اجماعی ہے۔ اور چونکہ احادیث روایات متعلق اس سنت رسول و سیرت اصحاب رسول بکثرت ہیں اسلئے اہل حدیث بھی اسی پر عامل ہیں لیکن ابوحنیفہ خلاف رسول اللہ اس کی مخالفت میں فتوے دیتے ہیں حنفیوں کو بھی اس اصل مسلم کے ماتحت اسی سنت رسول رفع یدین پر عامل ہونا چاہیئے مخالف سنت رسول اطاعت و اتباع مجتہد قطعاً حرام ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔

نمبر ۲۔ یہ پہلے مقدمہ ہی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کا ترک و الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ حضرت عمر نے کیا ہے سنت رسول اللہ و سنت اصحاب تابعین و تبع تابعین یہی ہے کہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل اذان میں ضرور کہا جائے کہ نصول نماز میں مثل حَیَّ عَلَی الْفَلَاح شامل ہے۔ حضرت عمر نے جس طرح اذان سنن نبوی ترک کیں اور اپنی طرف سے اضافہ یہ بھی کیا جیسا کہ تراویح بھی انہیں کی ایجاد ہے ملاحظہ ہو تاریخ الخلفا و غیرہ رسول اللہ نے کبھی تراویح نہیں پڑھیں بلکہ صرف نوافل شب زوالی پڑھتے تھے۔ موطا میں حضرت عائشہ سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور دیگر کتب اس سے پر بلکہ حضور انور نے نوافل میں جماعت کو منع فرمایا ہے۔

بہرحال جس طرح یہ چیزیں ایجاد حضرت عمر ہیں اسیطرح خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم اور ترک حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل جس کی تصریح کلام قوشجی میں آچکی ہے اور اس سے

زیادہ یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے پہلا شخص جس نے حضرت کے زمانہ میں اس کی ماتحتی میں الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا شروع کیا۔ وہ سعد ہے۔ اور بلال ہمیشہ اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کہتے تھے۔ اور اس لئے انہوں نے حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں مسجد میں اذان دینی بھی چھوڑ دی (تفسیر تنویر البیان و کنز العمال وغیرہا) ائمہ اہل البیت کا اس پر اجماع ہے اور تسہیل القاری میں ہے کہ امام زین العابدین علی ابن الحسینؑ کا یہی عمل تھا۔ اور یہی آج تک مذہب امامیہ ہے اور مجمع علیہ و متفق علیہ ہے (حبل المتین صفحہ ۲۰۲ کما فی تہذیب الاحکام وغیرہ)

غرض سنت رسول اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل اور اسی پر کل کا اتفاق ثابت ہوا۔ اور بااصل مسلم اس کا اتباع کل مسلمانوں پر لازم ہوا۔ جملہ الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کیسا ہی اچھا اور پسندیدۂ حضرت عمر ہو یا اہل دنیا اور کبھی اس مضمون یا جملہ کو پسند کرتے ہوں لیکن اس میں ذرا تو کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔ دوسرے اذان ذکر عبادت حقہ ہمارا اللہ کا نام ہے۔ یہ جملہ نہ اسم اللہ ہے نہ ذکر اللہ تو اس کو اذان میں کہنا موجب بطلان عمل ہے۔ تیسرے۔ نماز تو ہر چیز سے بہتر ہے بلکہ دیگر تمام عبادات سے بھی بہتر ہے۔ اس کو صرف نوم سے بہتر کہنا اس کی شان کی تنقیص ہے نہ کہ تعظیم۔ چوتھے۔ سونے والوں کو سونے کی مذمت سنانا بے معنی ہے اور اگر جگانا مقصود ہے تو وہ اول فصول اذان ہی سے جاگ سکتے ہیں۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کہنے سے کیوں بیدار نہیں ہو سکتے۔ جو الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم سے بیدار کئے جاتے ہیں۔ پانچویں۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل خود اس مضمون کو شامل ہے جو طہارت وغیرہ عبادات کو بھی جب کہ دیا گیا کہ بہترین عمل نماز کی طرف آؤ تو یہ بھی تو اسی میں کہہ دیا گیا کہ سونے سے بھی بہتر ہے

کیونکہ جب سب اعمال سے بہتر الوضو خیر ہے تو سوتے سے بھی بدرجہا بہتر ہوا نہ بدرجہا بہتر ہی یہ فقرہ محض لغو ہوا۔
بہر حال اس میں کوئی خاص خوبی نہیں ہے اور یہ محض سنیہ ہی نہیں بلکہ صاف عبادت خدائی سے استہزا اور دین الٰہی سے لہو و لعب ہے اور یقیناً ہے اور اسی لئے یہ فقرہ کہا گیا۔ وَلَا يَخْفٰى عَلَى الْعَاقِلِ الْبَصِيْرِ۔ خدا تمام مسلمانوں کو اس بدعت سے بچائے جو موجب نقص یا ابطال عبادت ہے اور سب کو خیر عمل کی توفیق دے۔ وَمَنِ اهْتَدٰى فَزَادَهُمْ اَنْهُدٰى۔

نمبر۵ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو ہر نماز میں بآواز بلند پڑھنا۔ سنت رسول اللہ ہے۔ امام فخر رازی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ہر نماز میں وقت قرأت بسم اللہ کو بآواز بلند پڑھتے تھے اور حضرات شیخین نے اسکو ترک کیا پھر حضرت علی نے اسکو شائع کیا۔ پھر معاویہ نے اسکو چرایا جیسا کہ مقدمہ میں گذرا (دراسات اللبیب صہ ۸۶) اور بعد میں سنیوں نے شیعیان مصر کی ضد میں ترک کیا اور آجتک حنفیوں میں متروک ہے اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے اور امام احمد اور شافعی کے نزدیک یہ جزو سورہ ہے اور پڑھنا اسکا واجب ہے اسیطرح بآواز بلند پڑھنا کہ ماموین یا سامع والے سن سکیں۔ طریق اہل البیت بھی یہی تھا اور یہی جو طریق رسول اللہ ہے اور معصوم نے مومن کی پانچ علامتیں بتائی ہیں۔ اَلْجَهْرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلتَّعْفِيْرُ لِلْجَبِيْنِ اَلتَّخَتُّمُ بِالْيَمِيْنِ۔ اَلصَّلٰوةُ بِاِحْدٰى وَخَمْسِيْنَ۔ وَزِيَارَةُ الْاَرْبَعِيْنَ یعنی بسم اللہ کو بآواز بلند پڑھنا پیشانی جبین خاک پر ملنا۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا اور روزانہ اکیاون رکعت نماز پڑھنا ۱۷ فرض اور ۳۴ نفل اور امام حسین کے چہلم کے دن زیارت کرنا یا پڑھنا۔ یہ تمام چیزیں مسلمانوں سے متروک ہیں۔ اور یہ تمام ان کے نزد مسائل

اسلامیہ میں سے ہیں۔ جو حضرات شیخین نے متغیر و متبدل کئے خصوصاً حضرت عمر نے مسلمانوں کو سنت رسول پر عمل چاہیے یا سنت رسول پر سنت شیخین کو ترجیح دینا اسلام سے بیزاری کا مظاہرہ ہے۔

وَقَالَ الْبَیْہَقِی۔ اِجْتَمَعَ آلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَوْ اَجْمَعَ آلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْجَھْرِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ہمارے اصول متفقہ کے موافق بسم اللہ کو باآواز بلند پڑھنا حکم خدا و رسول ہے کیونکہ جہر کو ترک کرنے کی روایت آل رسول میں کوئی نہیں اور اکثر صحابہ تابعین و تبع تابعین کا بھی یہ قول و فعل تھا۔ جیسے کہ ابن عمر ابن زبیر ابن عباس عمار بلکہ شروع اسلام میں شیخین بھی اسی کے عامل تھے بمتابعت رسول بعد میں ترک فرمادیا و عثمان بھی ابی بن کعب۔ ابو قتادہ ابو سعید۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن ابی شداد بن اوس۔ و عبداللہ بن جعفر و حسین بن علیؑ وغیرہم غرض یہ سنت مسلمہ ہے۔ وَالْعَمَلُ بِہٖ وَاجِبٌ وَالتَّفْصِیْلُ فِی الْمُطَوَّلَاتِ۔

تمام فرق قرات میں بعد ختم قرأت سورہ حمد ماموم کا آمین کہنا مختلف فیہ ہے اس پر بعض فرق اسلامی لڑتے رہتے ہیں اور خوب مجادلہ ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کلمہ آمین کلمہ قرآنی نہیں ہے اور کلام زائد ہے۔ اور نماز میں کلام زائد موجب بطلان صلوٰۃ ہے۔ لہٰذا یہ نہ کہنا چاہیے نیل الاوطار میں ہے کہ امام مالک کہتے ہیں کہ جہریہ نماز میں امام آمین نہ کہے اور نہ ماموم، اور ایک روایت یہ ہے کہ نماز جہری یا سری کسی میں آمین نہ کہی جائے۔ اور ابو حنیفہ اور اہل کوفہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام مالک مدنی ہونے کی وجہ سے سنت رسول کے زیادہ واقف مانے گئے ہیں کیونکہ رسول نے خود فرمایا ہے کہ اہل مدینہ میری سنت کے زیادہ واقف ہیں اور مالک دہیں کے رہتے ہیں

جو اہل مدینہ کرتے تھے اور عمل اہل مدینہ غیر اہل مدینہ کی حدیث پر بھی مقدم ہے۔ اور
اجماع اہل مدینہ حجت قاطعہ ہے۔ لہذا آمین کہنا بدعت ہوا۔ اور یہی اہل بیت نبوت و
رسالت کا عمل ہے اور یہی یعنی اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ حضرت صادق علیہ
السلام فرماتے ہیں۔ اِذَا كُنْتَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَرَءَ اَلْحَمْدُ وَ فَرَغَ مِنْ قِرَأَتِهَا
فَقُلْ اَنْتَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صـ ۱۱۲ جلد ۱۔ تہذیب صـ ۱۴۵ جلد ۱۔
جب تم جماعت سے نماز پڑھو اور امام قرأت حمد سے فارغ ہو تو تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہو اور آمین نہ کہو۔ یہ بدعت ہے رسول نے کبھی نہیں کہی! در شرائع الاسلام صـ ۳۳
پر ہے۔ لَا یَجُوْزُ قَوْلُ اٰمِیْن فِیْ اٰخِرِ الْحَمْد۔ حمد کے آخر میں آمین کہنا جائز نہیں ہے
هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ بَیْنَ الْاَصْحَابِ بَلْ كَادَ اَنْ یَكُوْنَ اِجْمَاعًا۔ علماء شیعہ میں
یہ حقیقت مسلم معروف و مشہور ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر کل علماء کا اتفاق ہے۔
نمبر ۲۔ قنوت در نماز۔ قنوت سنت رسول و اصحاب رسول ہے بلکہ صریح نص
قرآنی "حَافِظُوْا عَلَی الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ" جملہ قُوْمُوْا
لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ تمام نماز ول صلوٰۃ اور صلوٰۃ وسطیٰ سب سے متعلق اور یہی متبادر ہے۔ اور
مقتضائے حقیقت اطلاق لفظ حضرات اسکو صرف صلوٰۃ الوسطیٰ سے متعلق کرتے
ہیں اور صرف نماز صبح میں قنوت پڑھتے ہیں بعض کسی میں بھی نہیں پڑھتے۔ حالانکہ اس صورت
میں بھی قنوت صبح سے متعلق نہ ہو گا بلکہ عصر سے ہو گا کیونکہ صلوٰۃ وسطیٰ حقیقۃً نماز عصر ہے۔ امام
مالک کی نسبت بھی یہی مروی ہے کہ وہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے! و بعض روایات میں ہے وہ ہر ایک
نماز میں پڑھتے تھے بہ سند ایک نماز ہی میں ہے۔ بخاری میں باب قنوت وتر کے علاوہ دیگر نمازوں
کے قنوت کا بھی بیان ہے۔ عبدالرحمٰن نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ

صَلٰوۃَ النَّبِیِّ وَکَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ یَقْنُتُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوۃِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَیَدْعُوْا لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَلْعَنُ الْکُفَّارَ وَفٖ[۲] یعنی ابوہریرہ نے کہا میں تم سے نماز رسول کو قریب کردوں گا اور وہ نماز ظہر و عشاء اور نماز صبح کی دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے اور یہ فعل رسول تھا اور مومنین کیلئے دعا کرتے تھے اور کافرین کیلئے لعنت اور انس[۱] کہتے ہیں کَانَ اَلْقُنُوْتُ فِی الْمَغْرِبِ وَ الْفَجْرِ نماز مغرب اور نماز صبح میں بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ چار ہی نہیں بلکہ پانچوں نمازوں میں اسطرح قنوت پڑھا جاتا تھا۔ رسول خدا نے کبھی ترک نہیں کیا اور دعائے قنوت اسطرح ہوتی تھی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور ائمہ اہل بیت دعائے قنوت نمازوں میں پڑھتے تھے اور یہی مذہب امامیہ ہے۔

علمائے شیعہ کہتے ہیں:۔

الثَّانِی۔ اَلْقُنُوْتُ وَھُوَ فِیْ کُلِّ ثُنَائِیَّۃٍ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَبَعْدَ الْقِرَاءَۃِ ... وَفِی الْجُمُعَۃِ قُنُوْتَانِ فِی الْاُوْلٰی قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَفِی الثَّانِیَۃِ بَعْدَ الرُّکُوْعِ۔

شرائع الاسلام صفحہ[۳] قنوت ہر دو رکعتی نماز میں یا دوسری رکعت میں رکوع کے قبل اور بعد قرات پڑھا جاتا ہے اور نماز جمعہ میں دو قنوت ہوتے ہیں پہلی رکعت میں قبل رکوع اور دوسری میں بعد رکوع اکثر مستحب ہونیکے قائل ہیں اور بعض واجب جانتے ہیں اور آیۂ قُوْمُوْا لِلّٰہِ بظاہر وجوب کی موہم ہے اور جب رسول خدا نے کسی نماز میں ترک نہیں کیا تو یہ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو کبھی متروک نہ ہونا چاہئے اور اہل حق سے ترک نہیں ہوتی اور سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ذَھَبَ الْاَکْثَرُ اِلَی الْاِسْتِحْبَابِ وَقَالَ

بن بابویہ فی کتابہ وَالْقُنُوتُ سُنَّةٌ وَاجِبَةٌ مَنْ تَرَكَهُ عَمَدًا اَعَادَ وَنَحْوُهُ قَالَ ابْنُ عَقِيلٍ وَالْمُعْتَمِلُ الْاَوَّلُ (مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام)

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ اَلْقُنُوتُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ وَعَنْ صَفْوَانَ الْجَمَّالِ صَلَّيْتُ خَلْفَ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيَّامًا وَكَانَ يَقْنُتُ فِي كُلِّ صَلٰوةٍ يَجْهَرُ بِهَا اَوْ لَا يَجْهَرُ صفوان جمال کہتا ہے میں نے مدت تک حضرت امام جعفر صادقؑ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ خواہ جہری یا سری ہو۔

تشہد۔ تشہد بعد ختم رکعت دوم و آخر نماز قبل سلام واجب ہے۔ امام ابو حنیفہ سنت کہتے ہیں اور شافعی ایک سنت دوسرا واجب جانتے ہیں اور احمد بن حنبل دونو واجب اور فتح الباری میں ہے کہ تشہد کی عبارت الفاظ تقریباً ۲۰ سے زائد طرق سے مروی ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ جسطرح بھی پڑھا جائے جائز ہے اور اصل تشہد شہادتین اور درود بر محمد و آل محمد ہے۔ اور اسی مشکوٰۃ میں نسائی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ہمکو تشہد کی اسی طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح کہ سورۂ قرآنی تعلیم دیتے تھے۔ اور اکثر ابتدا یوں ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ بیل الاوطار میں ہے سب سے بہتر وہ ہے جس کو زید بن علی نے علی سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ۔ بعض نے اس میں اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ کا اضافہ کیا ہے۔ اور نووی کہتے ہیں علماء ان سب کے جواز پر متفق ہیں۔ اور کنز العمال میں ہے کہ زہری نے کہا ہے کہ میں نے امام حسینؑ سے اس تشہد علی کی بابت دریافت

کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ وہ تشہد رسول اللہ کا ہے۔ اس کے متعلق روایات فریقین بیشمار ہیں۔ شیعی روایات اصول احادیث و کتب فقہ میں اس طرح ہیں۔ اور طریق اہل البیت یہی ہے مثلاً حضرت باقر العلوم سے زرارہ نے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت سے سوال کیا کہ دوسری رکعت میں تشہد کس طرح پڑھا جائے فرمایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور شرائع الاسلام میں یہ ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ بعض میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ۔ اور کنز العمال میں حضرت عمر سے یہی تشہد مروی ہے۔ اَلتَّشَهُّدُ وَاجِبٌ فِيْ كُلِّ ثُنَائِيَّةٍ مَرَّةً وَفِي الثُّلَاثِيَّةِ وَالرُّبَاعِيَّةِ مَرَّتَيْنِ شرائع ص ۳۲

ماحصل یہ ہے کہ تشہد ہر نماز میں واجب ہے۔ قول و فعل رسولؐ ہے۔ سیرت صحابہؓ و تابعین و تبع تابعین ہے۔ اجماع اہل البیت ہے۔ اور اقل درجہ تشہد مختصر شہادتین اور درود محمد و آل محمد پر ہے

عبارات اس مضمون کی بہت ہیں اور بعض میں الفاظ التحیات و الصلوات شامل و داخل ہیں اور کتب فقہ شیعہ میں یہ الفاظ سنت ہیں۔ پڑھے تو ضرور ثواب ہے اور ہمارے علماء و صالحین پڑھتے ہیں۔ مگر کم کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں معصوم سے مروی ہے۔ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فَتَشَهَّدْ جب دوسری رکعت سے سر اٹھاؤ تو تشہد پڑھو اور کہو بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ
يَدَيِ السَّاعَةِ۔ ثُمَّ قَالَ۔ اِذَا صَلَّيْتَ الرَّكْعَةَ الرَّابِعَةَ تَشَهَّدْ جب چوتھی
رکعت پڑھ چکے تو تشہد پڑھا اور کہہ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ
الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا
شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَ
دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ اَلتَّحِيَّاتُ
لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ الطَّيِّبٰتُ الطَّاهِرَاتُ الزَّاكِيَاتُ النَّاعِمَاتُ
الْغَادِيَاتُ الرَّائِحَاتُ الْمُبَارَكَاتُ الْحَسَنَاتُ لِلّٰهِ مَا طَابَ وَطَهُرَ وَ
زَكٰى وَخَلَصَ وَنَمٰى فَلِلّٰهِ وَمَا خَبُثَ فَلِغَيْرِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَاَشْهَدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ
النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ
وَاَشْهَدُ اَنَّ رَبِّيْ نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَاَشْهَدُ مَا
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ہے۔ اسکے بعد سلام ہے اور وہ اسطرح
اس روایت میں ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (ان آخر دونوں سے ایک فرض ہے۔ دوسرا سنت اور امام
فرماتے ہیں۔ يُجْزِيْكَ فِي التَّشَهُّدِ شَهَادَتَانِ وَهٰذِهٖ اَفْضَلُ لِاَنَّهَا
عِبَادَةٌ ثُمَّ تُسَلِّمُ وَاَنْتَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ وَتُمِيْلُ بِعَيْنَيْكَ اِلٰى يَمِيْنِكَ

وَفِیْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ وَالْمَسْنُوْنُ مِنْ هٰذِہٖ اَنْ یُّسَلِّمَ الْمُنْفَرِدُ اِلَی الْقِبْلَۃِ تَسْلِیْمَۃً وَّاحِدَۃً وَّیُوْمِیْ بِمُؤَخِّرِ عَیْنَیْہِ اِلٰی یَمِیْنِہٖ وَ الْاِمَامُ بِصَفْحَۃِ وَجْھِہٖ وَکَذَا الْمَامُوْمُ ثُمَّ اِنْ کَانَ عَلٰی یَسَارِہٖ غَیْرُہٗ اَوْمٰی بِتَسْلِیْمَۃٍ اُخْرٰی بِصَفْحَۃِ وَجْھِہٖ اَیْضًا (شرائع الاسلام بشرح لمعہ من لا یحضرہ کافی)

یہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کا طولاً فی تشہد ہے جو مذکور ہوا۔ اس میں تحیات بھی شامل ہے۔ جو سنت ہے واجب صرف اقرار شہادتین مع درود ہے مسلمانوں کو اسی طریق سے نماز میں تشہد پڑھنا چاہیے۔ اگر تشہد (اقرار شہادتین) اس طریق سے نہ پڑھا جائے۔ تو نماز باطل ہوگی۔

اور سلام پھیرنے میں قبلہ رو رہنا واجب ہے۔ البتہ صرف آنکھ کا اشارہ یا سر کا اشارہ دائیں بائیں کیا جاسکتا ہے اور یہ تمام اہل قبلہ میں مسلم ہو کہ نماز میں قبلہ رو ہونا اور رہنا واجب ہے۔ اگر کسی وقت نماز میں نمازی قبلے سے مڑ جائے تو نماز باطل ہو جائیگی اور سلام بالاتفاق جزو سلام ہے۔ سلام ختم کرنے کے بعد جو واجب ہے۔ نماز پوری ہوتی ہے۔ اور بعد ختم نماز قبلہ سے منہہ موڑا جاسکتا ہے لیکن جب برادران اہل سنت سلام پڑھتے ہوئے قبلہ سے دائیں بائیں منہہ موڑ لیتے ہیں تو نماز میں قبلہ سے انحراف ہو جاتا ہے اور اس طرح نماز باطل ہو جاتی ہے ائمہ معصومین نے اس کی تشریح و تصریح کی ہے۔ اور اسی حدیث بالا میں مذکور ہے کہ قبلہ رو رہکر سلام پھیرو اور سلام میں آنکھ کا اشارہ سنت ہے اگر نہ بھی کیا جائے تو سلام درست ہوگا اور نماز صحیح رہیگی۔ پھر اس سنت (اشارہ) کو

کو اسطرح کیوں ادا کیا جائے جو قبلہ سے انحراف لازم آئے اور نماز باطل ہو جائے محض
شیعوں کی ضد میں ایسا کیا جاتا ہے۔ اور اپنی ناک غیر کی خاطر کاٹی جاتی ہے۔

ھلیہ ۹۔ جمع بین الصلوتین اہل سنت علما اور ان کی سنی سنائی عوام ہمیشہ شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ بجائے پانچ وقت کے تین وقت نماز ادا کرتے ہیں اور اسی سلسلہ میں ان پر ہمیشہ زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہ ایک بے معنی جھوٹ ہے اسلئے کہ ایک وقت میں دو کام عقلاً محال ہیں کیسے ممکن ہے کہ شیعہ ایک ہی وقت میں دو کام کر لیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیں۔ فرض کیجئے کہ وقت نماز ظہر ایک بجے شروع ہوا۔ اور شیعہ نے نماز ظہر ادا کی اور پانچ یا دس منٹ میں ختم ہو گئی یعنے ایک بجکر دس منٹ پر نماز ختم ہوئی اب کیا ممکن ہے کہ اسی ۱۰ منٹ کے دوران میں دوسری نماز عصر بھی پڑھ لیتے ہوں؟ کیونکہ ایک وقت میں دو نمازوں کی تو بس یہی صورت ہو سکتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہے اور ناممکن ہے کہ ایسا ہو سکے۔ اب جو دوسری نماز یعنی عصر پڑھیگا۔ اگر فوراً بلا تعقیبات و تسبیحات و سنت و نفل شروع کرے تو بھی ایک بجکر مثلاً بارہ منٹ پر شروع کریگا۔ اور اگر کم سے کم ظہر کے بعد عصر کیلئے اذان و اقامت بھی کہی تو ایک بجکر کم سے کم ۱۵ منٹ پر نماز شروع کریگا۔ پس نماز ظہر اور وقت میں ہوئی اور نماز عصر دوسرے وقت میں۔ ایک وقت میں نہ ہوئیں لہٰذا یہ قطعاً لغو و مہمل جملہ ہے کہ شیعہ ایک وقت میں دو نمازیں پڑھتے یا پانچ وقت کے بجائے تین وقت پڑھتے ہیں۔ بلکہ دراصل سنی اور شیعوں کی نماز ظہرین و مغربین کے ادا کرنے میں یہ فرق عادی ہے کہ شیعہ نماز ظہر و عصر میں کم فاصلہ دیتے ہیں۔ کوئی ۵ منٹ کوئی ۱۰ منٹ کوئی ایک گھنٹہ اور کوئی زیادہ کیونکہ

شیعہ ہر نماز کے بعد کچھ تسبیحات بسورہ قرآنی۔ درود شریف کی تسبیحیں تعقیبات سنت یا نفل نمازیں کچھ نہ کچھ ضرور پڑھتا ہے الا کسی ضرورت میں یا کوئی بے فکرا بے پروا ایسا کرتا ہو اسلئے کچھ نہ کچھ فاصلہ ضرور ہوتا ہے اور سنی و نوعیں یا دہ خلل دیتے ہیں شیعہ شائی مسجد میں اگر عموماً ظہر و عصر پڑھکر ہی باہر نکلتے ہیں اور سنی ظہر پڑھکر چلے جاتے ہیں اور پھر دوبارہ آتے ہیں سوائے بعض سنی وظیفہ خوانوں کے۔

اور یہ امر شیعوں کیلئے درست ہے کیونکہ اول تو صریح نص قرآنی ہے کہ وقت ظہر و عصر و مغرب و عشا مشترک ہے۔ اور درمیان میں کوئی وقت ایسا نہیں ہے جس میں نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا نہ ہو سکتی ہو صرف تقدم و تاخر واجب ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (بنی اسرائیل ۱۳) تم کرنماز کو زوال آفتاب سے نصف شب تک۔ یہ چاروں نمازوں کا وقت ہے۔ اور خالی ساعت کوئی نہیں زوال شمس پر نماز ظہر شروع کی اور بعد ختم نماز عصر شروع ہو سکتی ہے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ نماز ظہر کے بعد فوراً نماز عصر نہیں ہو سکتی۔ یا نماز مغرب ادا کرنے کے بعد نماز عشا نہیں ہو سکتی۔ امام فخر الدین رازی اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ظہر و عصر کیلئے ایک وقت ہے اور مغرب و عشا کیلئے ایک وقت۔ ایک وقت نہیں یوں کہئے کہ مشترک وقت ہے۔ ایک وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے۔

اور قبل غروب آخر وقت عصر ہے اور اول غروب سے وقت مغرب۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (ہود) نماز کو قائم کرو دن کی دونوں طرفوں قبل طلوع و بعد غروب) اور کچھ رات گذرنے پر۔ وَحَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰى قبل طلوع آفتاب نماز صبح ہوئی۔ دلوک شمس زوال آفتاب پر ظہر یعنی اسکے

بعد نماز وسطیٰ عصر پھر بعد غروب مغرب پھر زُلَفاً مِنَ الَّیْلِ پر عشاء تا غَسَقِ الَّیْلِ
یعنی نصف شب یا آخر شب تک۔ آخری وقت عشاء دراول بصورت خصوصی
ہے اور آخر اجزائی بہرحال شیعہ قرآن اور حدیث کے مطابق تین نہیں پانچ وقت
کی نماز پانچ نمازیں ہی ادا کرتے ہیں اور یہ طریق نبی و اصحاب نبی و آل نبی ہے۔ ان
سب نے اسی طرح سے نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ظہر و عصر
مغرب و عشاء میں کئی گھنٹوں یا پہروں کا فصل دیا جائے۔

صحیح بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ المغرب میں عمر بن دینار
سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن زید سے سنا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ
صَلَّى النَّبِيُّ سَبْعاً جَمِيعاً وَثَمَانِياً جَمِيعاً نبی نے نماز مغرب میں اکٹھی سات
رکعت پڑھیں اور نماز ظہرین اکٹھی آٹھ رکعت پڑھیں اور دونوں میں فصل نہیں کیا جمع
بین الصلوٰتین کیا (حدیث) اور اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ حج کے موسم میں رسول اللہ نے
عرفات و مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کیا (بخاری) اور ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ
حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ نے دو نمازوں کو جمع کیا (بخاری) اور صحیح مسلم میں ہے
کہ جب رسول اللہ کو تعجیل سفر ہوتی تو جمع فرماتے تھے اور ابن عمر بھی ایسا ہی کہتے تھے (بخاری)
کی روایت میں تعجیل سفر کی قید یا شرط جمع کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق ذکر عمل رسول ہے اور یہ بھی کہ جب
زوال سے قبل فرماتے تو ظہر کو تاخیر کر کے عصر کیساتھ پڑھتے تھے اور معاذ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک
میں ظہرین و مغربین کو جمع کر کے پڑھا۔ میں نے عرض کیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو کہا گیا تاکہ امت کو تنگی اور
تکلیف نہ ہو کہ شریعت محمدی شریعت سہلہ ہو۔ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور
یہی ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ظہرین و مغربین کو مدینہ میں جمع سے پڑھا

بخاری ص۷۵ جبکہ نہ کوئی خوف تھا نہ جنگ تھی نہ بارش تھی۔ اور وکیع نے ابن عباس سے اس کی وجہ پوچھی تو یہی کہا تاکہ امت تو تنگی و تکلیف نہ ہو وقت میں وسعت و گنجائش رہے اور وقت تنگ کر کے انکو قضا کا موقع نہ دیا جائے۔ ترمذی نے بھی ایک روایت میں بلا عذر جمع کو روایت کیا ہے یعنی ہر حال میں اور ابن جریر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کی صورت سے جمع کیا یعنی جس وقت ظہرین و مغربین کو اکٹھا پڑھا تو ایک اذان ظہر کی عصر کیلئے دوسری اذان نہیں کہی اور اقامت ہر ایک کیلئے جدا جدا کہی نیل الاوطار میں یہی مضمون ہے۔

سہل بن حنیف نے کہا ہے کہ میں نے ابو امامہ کو سنا وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے پیچھے نماز ظہر پڑھی اور باہر نکلے تو دیکھا انس بن مالک عصر پڑھ رہے ہیں میں نے کہا اے چچا یہ کیا نماز ہے۔ کہا عصر ہے اور یہی نماز رسول اللہ ہو جو ہمارے ساتھ پڑھا کرتے تھے یعنی نماز عصر فوراً بعد اداۓ ظہر بلا فاصلہ (بخاری ص۷۸)

احادیث اس باب میں حد تواتر سے زائد ہیں کہ جمع بین الصلوٰتین فعل رسول و اصحاب رسول ہے بعض میں بضرورت جائز ہے اور بعض بلا ضرورت یعنی بغیر محل خوف یا آندھی یا بارش یا سفر وغیرہ کے نیل الاوطار میں، گھر پر بلا کسی ضرورت یا مجبوری خاص کے جمع کرنا کل امامیہ منجملہ کل عباسی احمد بن سلیمان۔ مہدی احمد بن حسین ابن مظفر حضرت علیؑ۔ زید بن علی۔ ناصر اور منصور کا مذہب لکھا ہے اور صاحب دراسات اللبیب کہتے ہیں یہی مذہب جناب امام جعفر صادق کا ہے اور جو انکا مذہب ہے وہ کل ائمہ اہل بیت کا مذہب ہے۔ لہذا کتاب اللہ سنت رسول اللہ سیرت صحابہ اور اجماع اہل البیت سے ثابت ہے کہ جمع بین الصلوٰتین جائز ہے۔ اور اسی پر تمام شیعوں کا عمل ہے اور اہل

سنت کا اعتراض یا طعن بے معنی ہے شیعہ اس مسئلہ میں سنت رسول کے خلاف نہیں کرتے ہیں۔

ہاں یہ بات ضرور حق ہے کہ جمع بین الصلوتین بحکم خدا و رسول و سیرت صحابہ و اجماع ائمہ اہل البیت جائز ہے یعنے ایسا کرنے سے نماز درست ہے۔ کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ ایسا کرنا واجب یا فرض ہے کہ نہ کریں تو نماز نہ ہوگی۔ اسلئے عام شیعوں کا عمل کہ ضرور ملا کر ہی پڑھی جائیں بیوجہ ہے۔ ملا کر بھی ہو سکتی ہے اور علیحدہ علیحدہ بھی ہو سکتی ہیں اور یقیناً افضل یہی ہے اور اس پہ روایات اہل بیت شاہد ہیں کہ ہر ایک نماز حتے الامکان اول وقت نماز میں پڑھی جائے۔ اور فضیلت ظہر کا وقت جس میں عصر شامل ہے اسوقت تک ہے جبتک بعد زوال ایک شے کا سایہ اسکے قد کے برابر ہو جائے اور پھر عصر کی فضیلت کا زمانہ وقت اسوقت تک ہے کہ سایہ اس کے دو چند ہو جائے۔ اس کے بعد عصر کی فضیلت کا وقت باقی نہیں رہتا اسکے بعد وقت اجزائی ہے نماز تو ہو جائیگی۔ ثواب فضیلت نہ ملیگا۔ اس لئے اگر اہل سنت ہر ایک نماز کو جدا جدا ہی وقت فضیلت پر پڑھتے ہیں تو یہ اچھی عادت ہے نہ قابل اعتراض شیعوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیے جس طرح کہ یہ بھی انکی اچھی عادت ہے کہ وہ حتی الامکان ہر ایک نماز مسجد ہی میں ادا کرتے ہیں جبکہ شیعہ اکثر گھر پر ادا کرتے ہیں اور مسجد میں کم سوائے خواص علما و صلحا کے کہ وہ مسجد ہی میں پڑھتے ہیں اور حتی الامکان اول وقت پر پڑھتے ہیں۔ جناب امام زمان علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَخَّرَ الصُّبْحَ اِلٰی اَنْ غَابَتِ النُّجُوْمُ وَ صَلَّی الْعِشَاءَ اِلٰی اَنِ اشْتَبَکَتِ النُّجُوْمُ۔ رحمت خدا سے دور ہے وہ شخص جو نماز صبح اسوقت ادا

کرتا ہے جب کہ ستارے آسمان سے سب غروب ہو چکے ہوں اور عشا کو اتنی تاخیر سے پڑھے کہ آسمان پر ستاروں کا جال پڑ گیا ہو پہلی بددعا میں اکثر اہل سنت داخل ہیں۔ اور دوسری میں بعض شیعہ۔ وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ سچ بات ضرور ماننی چاہیے۔

یہ امر بھی واضح ہے کہ اہل سنت اکثر نمازیں با جماعت ادا کرتے ہیں اور شیعہ اکثر فرادے۔ حالانکہ با جماعت نماز افضل ہے اور اس سے کسیکو انکار نہیں۔ اسکی ایک وجہ تو شیعوں کی مجبوری اور معذوری ہے شیعوں میں شرائط پیشنمازی زیادہ ہیں۔ جو مذہب طاہرین میں ضرور ہونی چاہئیں یعنی عالم و صالح و عادل کے پیچھے ہی نماز ہو سکتی ہے۔ اور ایسے عالم ہر مقام پر ہمیشہ میسر نہیں آسکتے اور یہ عبادت ایسی نہیں کہ ہر شخص یہ ہنہ دلی کے پیچھے سنیوں کی طرح پڑھ لیجائے! اور فاسق و فاجر جاہل و بدکار کو امام جماعت بنا لیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں نماز قطعاً باطل ہے کہ نص قرآنی ہے "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ"۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ عمل بس متقیوں کا قبول ہوتا ہے فاسق و فاجر کا عمل قبول ہی نہیں تو نماز اس کی قبول کیسے ہوگی اور جب اسکی قبول نہ ہوئی تو مقتدیوں کی کیونکر قبول ہو سکتی ہے یقیناً ایسی جماعتیں باطل ہیں لیکن حق یہ ہے کہ شیعہ اس باب میں لاپروائی بھی ضرور کرتے ہیں کیونکہ ایسے مقامات جہاں پیشنماز با شرائط مل سکتے ہیں۔ اور ملتے ہیں وہاں بھی اسکی پابندی نہیں کہ نماز با جماعت ہی پڑھی جائے۔ اگر جماعت ہوتی بھی ہے تو صرف چند آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور بعض وقت ایک بھی نہیں ہوتا پیشنماز اپنی پڑھ کے

چلا جاتا ہے۔ بہرحال شیعوں کو پابندی وقت اور جماعت سے حتی الامکان نماز پڑھنی لازم ہے اور اس کی ضرور سعی کرنی چاہیئے۔

نمبر ۱۲۔ نماز جنازہ بھی نماز کہلاتی ہے۔ اگر اس میں ہاتھ باندھے جائیں تو نماز باطل ہوا۔ پس نماز کیلئے طہارت (وضو و غسل) بھی لازم و واجب ہے اور جب وضو و غسل یا دلا باطل ہے تو وہ نماز بھی درست نہ ہوگی جو ایسے وضو کے ساتھ پڑھائی جائے اور تکبیروں میں سے ایک چرالی جائے تو یہ نماز جنازہ نماز نہ رہی کیونکہ سیرت صحابہ کبار اور اجماع اہل البیتؑ سے بھی ثابت ہوا ہے کہ اصل تکبیرات جنازہ پانچ ہیں اور مقدمہ میں ہم قوشجی کا قول نقل کر آئے ہیں۔ پانچ کو ترک کر کے چار پہ جمع کرنیوالے بھی حضرت عمر ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابو لیلی نے روایت کیا ہے کہ زید بن ارقم صحابی جنازہ پہ پانچ تکبیریں پڑھتا تھا۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے رسول اللہ کا جنازہ پانچ تکبیروں سے پڑھا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کبر خمسا یعنے رسول اللہ نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں جامع ترمذی نے زید بن ارقم کی بابت لکھا ہے حدیث حسن صحیح۔ وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ وَغَيْرِهِمْ رَأَوُا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا فَإِنَّهُ يُتَّبَعُ الْإِمَامُ۔

روایات اہل سنت اس باب میں بیشمار ہیں اور مختلف تکبیر سے نو تک کی اور چار سے آٹھ تک اور علی ہذا القیاس لیکن اُن روایات مندرجہ بالا اور علماء

محققین مثل توشیحی یہ تحقیق کہ نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر حضرت عمر نے لوگوں کو جمع
کیا اور اجماع اہل البیتؑ سے یہ ثابت ہوا کہ اصل تکبیرات جنازہ کم سے کم پانچ ہیں
اور اس سے زائد مخصوص ہیں صالحین و کاملین و شہداء مخصوصین کیلئے جیسا کہ
بعض احادیث اور فعل رسول سے ثابت ہوتا ہے اور اجماع اہل البیت عام طور پر
پانچ تکبیرات پر مسلّم مشہور اور شیعوں میں معمول بہ ہے اور چار تکبیرات پر اہل سنت کے یہاں
اصرار باوجود روایات نہ ملنے کے محض اسلئے ہے کہ منافقین کے جنازے پر رسولؐ صرف چار تکبیریں
پڑھتے تھے اور پانچویں نہ پڑھتے کیونکہ اس نماز میت میں پہلی تکبیر کے بعد شہادت توحید
ہوتی ہے دوسری کے بعد درود شریف اور تیسری کے بعد عام مومنین کیلئے دعا اور
چوتھی کے بعد خاص اسی مردہ کیلئے دعا جس کا جنازہ ہے حضورؐ منافقین کے مردہ کیلئے
دعائے بخشش نہیں کر سکتے تھے اس لئے اس کو ترک فرماتے تھے اس سنت کو
حضرت عمر نے سب کیلئے جاری کر دیا اور مومنین کو دعائے مغفرت سے محروم کر دیا اور
منافقین شامل اور اسپر اہل سنت پنجتن کی مخالفت اور چار یاری موافقت عمل کرتے
ہیں اور مردے کیلئے دعا نہیں کرتے اور پانچویں تکبیر جو اسی دعا کے اختتام پر کرنی ہوتی
ہے ترک کر دیتے ہیں ورنہ خاص نماز میت فوت ہو جاتی ہے اور اجماع اہل البیتؑ سے یہ حقیقت
ثابت ہے اور پانچ تکبیریں آدمؑ سے لیکر خاتمؐ تک سنت انبیاء رہی ہیں حضرت امام جعفر
صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدمؑ کا انتقال ہوا اور نماز جنازہ کا وقت آیا تو حضرت
ہبۃ اللہ فرزند آدم نے جبرئیل امین سے کہا۔ اے خدا کے فرستادہ فرشتے آگے بڑھو
اور نبی اللہ پر نماز پڑھو۔ جبرئیل نے عرض کیا۔ اللہ تعالےٰ نے تمہارے باپ کو سجدہ کرایا تھا پھر
ہم تم پر کیسے سبقت کر سکتے ہیں پس تم آگے بڑھو اور پانچ تکبیریں پڑھو جیسا اللہ

کی نماز جنازہ معصوم فرشتہ بھی نہیں پڑھا سکتا۔ وصی پیغمبر مثل ہبۃ اللہ شیث ہی پڑھا سکتا ہے اگر وقت وفات رسول اللہ۔ وصی رسول اللہ علی موجود نہ ہوتے تو رسول کی نماز جنازہ ہی نہ ہو سکتی تھی)) امت محمدی کی پانچ نمازوں کے موافق پانچ تکبیریں ہیں۔ "وَهِيَ السُّنَّةُ الْجَارِيَةُ فِي وُلْدِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔"

کیونکہ اول نماز جنازہ حضرت آدم کی پانچ تکبیروں ہی سے پڑھی گئی تو یہی سنت اس کی اولاد میں قیامت تک کیلئے جاری ہو گئی اور جاری ہے۔ "وَكَانَ رَسُولُ اللهِ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ ثُمَّ كَبَّرَ وَدَعَا لِلْمَيِّتِ ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ۔" پھر جب خدا نے جنازہ منافقین سے رسول کو منع کر دیا تو آپ انکے جنازے پر چوتھی تکبیر پر نماز ختم کر دیتے تھے اور مردے کیلئے دعا نہ کرتے اور اس لئے پانچویں تکبیر نہ کہتے تھے۔ اور جو شخص نماز جنازہ پڑھے چاہئے کہ میت کے سر کے نزدیک کھڑا ہو اتنا نزدیک ہو کہ اگر ہوا چلے اور اس کا کپڑا اڑے تو جنازہ کو لگ جائے۔ پھر تکبیر کہے اور صورت مذکورہ سے نماز ادا کرے۔ آخر میں پانچویں تکبیر کہے۔ "وَلَا يَبْرَحُ عَنْ مَكَانِهِ حَتَّى يُرَى الْجَنَازَةُ عَلَى أَيْدِي الرِّجَالِ۔" انتہی (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۱۵۱ جلد ۱) اسی کتاب میں امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت حمزہ سید الشہداء کے جنازہ پر ستر تکبیریں کہیں اور حضرت محمد بن علی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے سہل بن حنیف کے جنازے پر پچیس تکبیریں کہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا ان بزرگوں کیلئے ان حضرات نے بار بار دعا فرمائی یعنی چوتھی تکبیر کے بعد دعائے مغفرت میت کو بار بار پڑھا تاکہ ثواب زیادہ ہو اور مغفرت جلد حاصل ہو اور مقصد

اور یا مجتہد بھی ہو۔ یا دراصل یہ صورت ہو کہ نماز شروع کرنے کے بعد مومنین آتے گئے ہیں اور حضرت تکبیریں بڑھاتے گئے ہیں اور یہ جائز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی ماموین کے بار بار آنے جانے سے چند مرتبہ نماز جنازہ پڑھانی پڑی اور یہ درست بلکہ سنت ہے چنانچہ اس مقام پر پیروی ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں سہل بن حنیف کا جنازہ ہونے پیچھے مومنین آئے اور انہوں نے کہا۔ یا امیر المومنین ہم سہل پر نماز نہ پڑھ سکے تو آپ نے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی اور پانچ تکبیریں کہیں یہاں تک کہ قبر تک پہنچتے پہنچتے پانچ مرتبہ نماز اور پچیس تکبیریں ہو گئیں "وَھٰذَا ھُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ" اس بیان اور روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس نماز جنازہ میں کیا پڑھنا چاہئے۔ جو اہلسنت نہیں پڑھتے اور نہ میت کیلئے دعا کرتے ہیں اور یہ کہ نماز جنازہ امام ذرا بلند آواز سے پڑھے کہ ماموین سنیں اور وہ بھی یہ کلمات پڑھ سکیں اور انہی الفاظ میں میت کیلئے دعائے مغفرت کر سکیں اہل سنت نہ معلوم کیوں اسکو خاموشی سے چھپاتے ہیں اور کسی کو معلوم نہیں ہونے دیتے کہ وہ مردے کیلئے کیا کہہ رہے ہیں حقیقتاً اس بیچارے کے لئے کچھ بھی نہیں کہتے۔ وَھٰذَا ظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔

آخر خلاصہ صورت نماز اسلامی یہ ثابت ہوا کہ وضو میں نیت واجب اور اعضائے وضو کو سب سے اوپر سے نیچے کو دھونا فرض اور اس کے برعکس باطل ہے اور مسح واجب ہے اس کے خلاف میں وضو باطل اور وضو باطل تو نماز باطل تکبیرۃ الاحرام سے ابتدائے نماز ہوتی ہے تکبیر کے وقت رفع یدین سنت رسول اللہ ہے۔ ہر سورہ کے اول میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے اور بسم اللہ کو با آواز بلند کہنا سنت رسول اللہ۔ رکوع سے قبل قنوت واجب ہے بین سجدتین جلسہ یا قعدہ واجب ہے۔ ہر ایک انتقال پر تکبیر مع رفع یدین سنت ہے۔ ارشاد

یدین واجب ہے۔ وضع الیدین بدعت ہے اسلئے ہاتھ باندھنے کے وجوب کا کوئی مسلمان
عالم قائل نہیں ہے اور یہ بعض شیعوں کی ضد میں اختراع ہے اور اس صورت سے حقیقتہً نماز
باطل ہوجاتی ہے کسی قسم کی نماز میں ہاتھ باندھنے جائز نہیں ہیں کہ یہ صفت مجرمین خدا
اور کفار مجوس کی ہے۔ ومن تشبہ بقوم فہو منہم ہے مجوسیوں کی نماز ہرگز نہ پڑھنی چاہیے
بعد قرات آمین کہنا بدعت ہے الحمدللہ کہنا چاہیے کہ سنت رسول ہے بعد رکعتین[١٥] اور
ختم نماز تشہد واجب ہے بغیر اس کے نماز درست نہیں التحیات سنت ہے شیعوں کو بھی
بعد تشہد یا قبل تشہد پڑھنی چاہیے بسلام[١٦] پھیرتے وقت قبلہ رو رہنا واجب ہے دائیں بائیں
منہ نہ پھیرنا چاہیے صرف گوشہ چشم سے اشارہ کافی ہے قبلہ سے منحرف ہوکر سلام
پھیرنا موجب بطلان نماز ہے بسلام معین[١٧] دماؤ کہنا ہی واجب ہے قفال مروزی الی
مثال قطع موجب بطلان نماز ہے بلکہ وہ شیطانی نماز کہلا سکتی ہے۔ جمع بین[١٨] الصلوتین
جائز و درست ہے لیکن واجب نہیں ہے۔ مگر ضرورت میں۔ نماز جنازہ[١٩] پانچ ہی تکبیر
سے ہونی چاہیے چار تکبیر بدعت ہے صرف منافق کے جنازہ پر جائز۔ چوتھی تکبیر
کے بعد مردے کیلئے دعا ضرور کیجائے۔ ورنہ نماز بیکار ہے۔ اس نماز میں سلام نہیں
ہے۔ صرف ذکر شہادتین۔ درود اور دعا ہے۔ یہ نماز جہریہ ہے کہ ماموں سنیں اور نقل
حکایت کریں۔ اعلان نماز یعنے اذان میں حیَّ علیٰ خیر العمل کہنا واجب ہے،
الصلوۃ خیر من النوم کہنا بدعت سیئہ ہے کیونکہ یہ کلمہ ذکر خدا یا اسم خدا نہیں
نہیں ہے نہ ذکر عبادت ہے نہ ذکر اعتقاد نہ رسول نے کہا نہ اصحاب رسول نے نہ آل رسول نے۔
حضرت عمر کی ایجادات دین محمدی نہیں کہلا سکتیں نیز یہ کہ نماز خواہ فریضہ ہو یا جنازہ وہ شخص
پڑھائے جو احکام نماز کا عالم صالح پرہیزگار عادل ہو یعنے گناہ کبیرہ اس سے سرزد نہ

ہوا ہوا و صغیرہ پر کبھی اصرار نہ ہو کہ اصرار سے صغیرہ کبیرہ شمار ہونے لگتا
نفل میں جماعت حرام ہے کہ رسول نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے تراویح بدعت
سیئہ ہے۔ نوافل ماہ رمضان تنہا ہی رسول و آل رسول و اصحاب رسول
زیادہ پڑھنے چاہئیں اور قرآن کی تلاوت بھی جو بہترین عبادت ہے یہ تمام
احکام سنی اور شیعہ روایات اور اصحاب رسولؐ و آل رسول کی احادیث
صحیح مسلم و متفق علیہ ثابت ہوتے ہیں۔

پس اس سے ثابت ہوا۔ عام مسلمان جو دست بستہ نماز پڑھتے ہیں۔ وہ
اسلامی نہیں ہے اور اسلئے یہ عبادت ہرگز مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہے اول تو اسلئے کہ
اذان و اقامت غلط ہے اور اس میں بدعات شامل ہیں اور واجبات متروک۔

دوم۔ اسلئے کہ وضو درست نہیں اور جسکا وضو درست نہ ہو۔ نماز باطل۔

سوم۔ اس لئے کہ نیت نہیں یا درست نہیں۔ و الاعمال بالنیات۔

چہارم۔ اس لئے کہ ہاتھ باندھنا موجب بطلان نماز ہے۔

پنجم۔ اسلئے کہ اکثر افعال نماز مثلاً رکوع و سجود میں طمانیت نہ ہونا بین
السجدتین جلسہ نہ ہونا تشہد سوم و ماثورہ کا متروک ہونا سلام پھیرتے
وقت قبلہ سے منحرف ہو جانا جو موجب بطلان نماز ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ششم۔ اکثر با جماعت نماز ہوتی ہے اور پیشنماز اکثر فاسق و
فاجر اور ان کے ساتھ نماز باطل۔

ہفتم۔ نجاست مشرکین سے اجتناب نہیں اسلئے وضو و غسل سب باطل ہوتے ہیں
ہشتم۔ عام مسلمانوں کا اعتقاد متعلق توحید درست نہیں لہٰذا انکی نماز بھی درست

نہیں ہے جس کی نماز پڑھتا ہے وہ طیفان نوح پیدا کرنے والا ہے جو زائد بذات صفات والا ہے جس کے پیر جہنم میں جلنے والے ہیں۔ وہ اسلامی خدا نہیں ہے اور اس نمازی کی نماز کو قبول نہیں کر سکتا ہے۔

فہم معرفت و محبت رسول خدا بھی صحیح حاصل نہیں گنہگار خدا کا رسول نہیں ہے اور اعتقاد و ایمان بالرسول درست نہ ہوا تو مصلی کی نماز درست نہ ہوئی۔

دھم بغض علی لازمہ سنیت ہے اور بغض علی لازمہ نفاق۔ پھر بغض علی و آل علی کے ساتھ جو نماز ادا کی جاتی ہے کیونکہ مقبول بارگاہ الہی ہو سکتی ہے بیشک بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

یہ نماز اسلامی کی صورت و ہیئت حقیقیہ ہے جو ہر مسلمان پر اس کی پابندی لازم اور اسی طرح ادائگی فرض۔ اور اگر ان احکام کی پابندی کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے تو یہ عبادت نہیں شرک ہے کہ اپنی رائے اور خواہش کی پرستش ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ خدا ہم سب کو اس شرک سے محفوظ رکھے اور صحیح عبادت خدا اور اطاعت و اتباع رسول و ائمہ ہدیٰ کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے اس رسالہ کو ٹھنڈے دل سے بغور مطالعہ کریگا انشاء اللہ ضرور موفق ہوگا۔
وَمَا التَّوْفِيْقُ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔

التماس مصنف

ہم سب اہل قبلہ ہیں۔ خدا ہمارا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ کتاب ایک ہی۔ چاہیے کہ عبادت بھی ہماری ایک ہی ہو۔ ہماری عبادت کا اختلاف جہاں ہمیں برباد کر رہا ہے

وہاں خود حقانیت اسلام کو غیروں کی نظروں میں مشتبہ بھی کر رہا ہے اور اسی
وجہ سے رعب اسلامی اٹھ رہا ہے۔ بلکہ اٹھ چکا ہے آج کروڑوں کی تعداد میں
ہو کر دنیا میں ذلیل ہو رہے ہیں اور جب ہم معدودے چند تھے اور صرف ہزاروں
کی تعداد میں تھے تو دنیا پر بھاری تھے اور مخالف مغلوب تھے۔ اور دن دونی ترقی
کرتے تھے ہم چند ہزار کی تعداد میں حجاز سے چلے لیکن ہندوستان میں آئے اور کروڑوں
افراد کے ملک کو مغلوب کر لیا اور اپنا پیغام پہنچا دیا۔ آج ہم یہاں آٹھ کروڑ ہیں دنیا ہم کو
نکال رہے ہیں ہماری تہذیب مٹا رہے ہیں ہم انکی معاشرت میں جذب ہو رہے ہیں ہم
انکی سیاست میں پناہ لے رہے ہیں ہماری قوت میں یہ انقلاب صرف اسوجہ سے ہوا ہے
کہ اسوقت ہماری روح ایمان جو اس وقت تھی اب کمزور ہو گئی ہے حس دینی مردہ ہو گئی ہے اور شیرازہ
اتفاق و اتحاد منتشر ہو گیا ہے۔ یہ کھوئی ہوئی قوت ہم میں پھر عود کر سکتی ہے اگر حس
دینی کو زندہ کر لیں اور شیرازہ اتحاد کو مضبوط باندھ لیں اگر ہم اس عالمگیر عبادت میں جو اول
امتیاز و نشان اسلامی ہے متفق و متحد ہو جائیں تو یقیناً ہم میں پھر ایک عالمگیر اتحاد
پیدا ہو جائے لیکن یہ سب کچھ ہماری مجارٹی کے اختیار میں ہے۔ ہم شیعہ قلت
میں ہیں اور قلت فطرتاً کثرت سے اتفاق و اتحاد رکھنے پر مجبور ہے اور اسکی محتاج ہوتی
ہے ورنہ اسکی زندگی خطرے میں لیکن اکثریت اپنی قوت کے زعم میں اقلیت کی
طرف نہیں جھکتی کہ وہ اپنے کو اس سے مستغنی سمجھتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے اسلامی
قوت دونوں سے وابستہ ہے اگر شیعوں کو سنی چھوڑ دیں تو اسلام کا ایک بازو ٹوٹ جائیگا پس
اس اتحاد و اتفاق کا زندہ اور قائم کرنیکے ذمہ دار اکثریت والے سنی بھائی ہی ہیں
وہی کر سکتے ہیں اور انہیں کرنا چاہئے۔ اور اسیطرح عبادت اسلامی میں اتفاق و اتحاد بھی

دائم کر سکتے ہیں کہ یہ کثیر ہیں اور شیعہ قلیل اور یہ اختلاف جو سب سے اہم ہے یعنی رسال یدین فی
وضع یدین اسکو بھی حل کر سکتے ہیں کیونکہ جب یہ ثابت ہو کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ایک
امر جدید ہے اور اسکو صرف بعض اکابر کیلئے اہل سنت کے بعض ائمہ اجتہاد نے مستحب
مانا ہے۔ واجب یا فرض کسی نے نہیں مانا۔ اور اسکے ترک پر نماز صحیح رہ سکتی
ہے صرف یہ شبہ ہے کہ شاید نماز کا ثواب کچھ کم ہو جائے۔ دوسری طرف حرمت کا سوال
ہے یعنی شیعوں کے نزدیک مثل مالکیوں کے ہاتھ کھولنا واجب اور باندھنا حرام و بدعت
جیسا کرنے سے ان کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ نہ کہ صرف ثواب میں کمی ہو جائے تو اہل
سنت یعنی حنفیوں کو ہاتھ کھولنے میں کمی ثواب کا خطرہ ہے اور باندھنے میں بطلان نماز
کا لہذا حکم عقل ایسے وقت میں یہی ہے کہ وہ عمل اختیار کیا جائے جس میں خطرہ
کم ہو اور یہی حکم شرع بھی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ وقال اذا ابتليت ببليتين
فاختر اهونهما۔ جب دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو اس کو اختیار کرو جو دونوں
میں ہلکی اور آسان ہو اور وہ یہی ہاتھ کھولنے کی صورت ہے۔ لہذا اسکو ضرور
اختیار کر کے عالمگیر اتفاق و اتحاد کا علمبردار بننا چاہیئے۔ یہ بالکل ایسی ہی صورت
ہے جیسی کہ وقت افطار صوم میں ہے۔ حکم خدا یہ ہے۔ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى
اللَّيْلِ۔ روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔ اگر رات آنے سے پہلے روزہ
کھول لیا جائے تو وہ قطعًا باطل ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ کہ ثواب نہ ملیگا۔ فرض ادا
نہ ہوگا۔ باقی رہیگا بلکہ کفارہ دینا ہوگا۔ اگر عمدًا ہو۔ دوسری طرف یہ روایت ہے کہ
افطار میں تعجیل کرو۔ تاخیر ہوگی تو روزہ مکروہ ہو جائیگا۔ یہ حدیث رسول کہی جاتی ہے
درست صحیح۔ عام اہل سنت تعجیل کرتے ہیں اور بہت تعجیل کرتے ہیں اور شیعہ ذرا

تاخیر سے روزہ کھولتے ہیں اور ان کے یہاں اہل سنت اہل بیت ہے کہ نماز مغرب سے
فارغ ہو کر کھولا جائے تو ثواب زیادہ ہے۔ یہاں وہی سوال ہے کہ تعجیل میں خطرہ
زیادہ ہے کہ بطلان کا احتمال بلکہ تیقن ہے اور تاخیر میں خطرہ کم کہ ثواب کم ہو جائیگا
جو محض موہوم یا مظنون ہے تو حکم عقل و شرع کے مطابق ایسی صورت کو اختیار
کرنا چاہیے جس میں خطرہ کم ہے یعنے تاخیر شاید ثواب کچھ کم ہو جائے تعجیل
نہ کرنی چاہیے کہ لیل کا اطلاق وقت افطار نہ ہوا جیسا کہ اکثر نہیں ہوتا۔ اور
یقیناً نہیں ہوتا تو روزہ باطل ہو جائیگا شیعہ روزے کو بطلان سے ضرور بچا
لیتے ہیں خواہ کمی ثواب کا شبہ ہو جائے تو کیا اچھا ہے کہ اس خطرے سے بچنے کے
لئے سارے مسلمان نماز مغرب اول وقت پر ادا کر کے روزہ افطار کیا کریں۔ اس سے
بھی ایک عالمگیر اتحاد و اتفاق بین المسلمین پیدا ہو جائے۔

سنا ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے نماز کی بابت تو اپنے مقلدین کو
سال گذشتہ حکم دے دیا کہ تمام ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کریں کہ یہی صورت نماز
بے خطر اور قابل قبولیت ہے اگر دیگر علماء اور خصوصاً پیر صاحبان بھی اہل
حق پرستی ہیں ان کی تقلید کریں تو نماز ہندوستان نماز اسلامی ایک
ہی طریق سے ادا کی جانے لگے دنیا پرست علماء جن کی روٹیاں اختلاف
ڈالنے سے چلتی ہیں یہ رخنہ اندازی نہ کریں۔ ایسا کرنے سے انکی سنیت میں کوئی
فرق نہیں آسکتا۔ وہ اب بھی سنی رہینگے کیونکہ خلافت ثلاثہ کے قائل ہیں
اور ہیں ہم یہ ہرگز درخواست نہیں کرتے کہ وہ ابھی ثلثہ کی محبت چھوڑ دیں لیکن
ثلاثہ پرستی ضرور چھوڑ دیں کیونکہ عبادت میں یہ شریک نہیں ہو سکتے عبادت وہی درست ہے

جو رسول نے بتلائی اور سکھائی ہو۔ حضرات ثلثہ یا بالخصوص حضرت عمر جنہوں نے
کم سے کم ایک ہزار احکام و مسائل عبادات اسلامی بدل دیئے ہیں، کی ہر شئے عین اسلام
نہیں کہلا سکتی بلکہ اسکی ضد و مقابل ہے۔ لہذا سنت عمری جو دست بستہ نماز پڑھنا ہے
اس کے ترک کرنے میں اسلامیت یا سنیت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ سنیت میں
اضافہ ہوتا ہے بلکہ اصلیت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان مقدمات و مطالب و مقالات
سے خوب ثابت ہو گیا ہے کہ آپ لوگ سنت رسول کے عامل نہیں اور برعکس تمام
زندگی کا فعل اور جب ان احکام پر عامل ہو جاینگے تو سنت رسول پر عامل ہونگے اور
اس صورت میں اس معنی میں سنی اسم با مسمی ہو گا۔ خدارا شیعوں کی ضد میں اپنی
عبادات کو کیوں ضائع کیا جاتا ہے۔ اگر نماز صحیح ہو گئی تو اسکا ضرور اجر ملیگا۔ خواہ
عقیدہ وہی رہے کیونکہ ان اللہ لا یضیع اجر من احسن عملا۔ جہنم میں بھی گئے تو
ثواب نماز رائگاں نہ ہو گا۔ اور جب نماز صحیح ہی نہیں تو پھر ثواب کیسا اگر بالفرض
نجات بھی مل جائے تو ثواب نہیں ملیگا اور نماز جب قبول نہ ہوئی تو کوئی عمل بھی قبول
نہ ہو گا جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ شیعوں کو بھی چاہیے کہ حتی الامکان اول وقت نماز پڑھیں
اور تا بمقدور فریضہ نماز مسجد میں پڑھیں اور سنت و نفل گھر پر بہتر ہیں تاکہ سارے
مسلمان ایک ہی وقت میں عبادت خدا میں مشغول نظر آئیں اور تمام عالم میں
شان اسلام بڑھ جائے۔ فلسطین میں مسلم کانفرنس ہوئی جہاں ساری دنیا کے کل مذاہب کے
مسلمان جمع تھے اور سب نے ایک جگہ ایک جماعت سے نماز ادا کی۔ اور باتفاق جعفری مذہب
نے پیش نمازی کی۔ تو تمام یہودیت و عیسائیت پر ایک رعب اسلام چھا گیا تھا۔ اور قرون اول
قرون اسلامی میں بھی اول رعب اسی سے قائم ہوا تھا یہاں کبھی ایسا ہو جائے تو سارے

سنی و شیعہ ہر مقام پر ایک جگہ نماز پڑھ سکینگے۔

تکملہ: تمامیہ سجدہ نماز اصل مقصود بالذات ہے یعنی معبود کی تعظیم کیلئے تو نہایت خاکساری سے پیشانی رکھنا ذات قدوس کے آگے سر جھکانا اور اسلئے جائے سجدہ کی طہارت سب سے اہم ہے اور اصل جائے سجدہ زمین اور جو کچھ زمین سے اُگے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا۔ زمین میرے لئے جائے سجدہ و طاہر و مطہر بنائی گئی ہے اور سجدہ کے لغوی معنے بھی زمین پر سر نیاز رکھنے کے ہیں۔ ر۔ صحاح۔ مجمع البحرین مجمع البحار منتہی الارب وغیرہ نہ معدنیات زمین ہی اور نہ نباتات زمین اگرچہ بعض وقت اسکی اصلی نباتات ہوتی ہے لیکن ملبوس میں داخل ہو کر اس اصلیت سے خارج ہو گیا زمین گھاس بوریا وغیرہ پر سجدہ اظہار ذلت و اخلاص عبودیت و تواضع ہے اور کپڑے پر سجدہ تکبر کی نشانی اور شان خود پرستی یا امیرانہ نشان ہے ہمیشہ خاک پر سجدہ ہونا چاہیے یا ایسی ہی چیز پر جیسے گھاس و بوریا وغیرہ اور ایسا ہی ضرور ہو۔ یہ سنت پیغمبری ہے اور یہی سیرت اصحاب کرام ہے چونکہ ہر وقت ہر جگہ خاک خالص طاہر کا میسر آنا جو محل السجود ہو دشوار ہے خصوصاً سفر میں۔ جہازوں ریل میں اسلئے لازم ہے کہ کوئی ٹکڑا مٹی کا یا کوئی ٹکڑا نباتی چیز کا یا بوریئے وغیرہ کا ٹکڑا یا لکڑی کا ٹکڑا ہر وقت ساتھ ہونا چاہئے تاکہ اگر ضرورت پڑ جائے اور خاک خالص پر سجدہ دشوار یا ناممکن ہو تو اس چیز کو آگے رکھکر اس پر سجدہ کیا جائے تاکہ طہارت کے ساتھ اصلیت متحقق رہے چنانچہ رسول و اصحاب رسول ایسا ہی کرتے تھے بوریے وغیرہ کا ذرا سا ٹکڑا ساتھ رکھتے تھے جسکو خمرہ کہتے تھے اور کہتے ہیں اسی کو مسجد کہتے ہیں اور اسیکا اصطلاحی فارسی ترجمہ سجدہ گاہ ہے۔ بخاری میں باب الصلوٰۃ علی الخمرہ ایسلئے ہے کہ خمرہ پر سجدہ سیرت سلف ہے۔ الخمرۃ حصیر صغیر من السعف خمرہ شاخ خرما کا

جو رسول نے بتلائی اور سکھائی ہو (حضرات ثلثہ یا بالخصوص حضرت عمر جنہوں نے
کم سے کم ایک ہزار احکام و مسائل عبادات اسلامی بدل دئے ہیں) کی پیروی نماز اسلام
نہیں کہلا سکتی بلکہ اسکی ضد مقابل ہے۔ لہذا سنت عمری جو دست بستہ نماز پڑھنا ہے
اس کے ترک کرنے میں اسلامیت یا سنیت میں کوئی فرق نہیں آتا بلکہ سنیت میں
اضافہ ہوتا ہے بلکہ اصلیت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان مقدمات مطالبہ مقالات
سے خوب ثابت ہو گیا ہے کہ آپ لوگ سنت رسول کے عامل نہیں ور برعکس نہند نام
زنگی کافور۔ اور جب ان احکام پر عامل ہو جاینگے تو سنت رسول پر عامل ہونگے اور
اس صورت میں اس معنی میں سنی اسم با مسمیٰ ہوگا۔ خدارا شیعوں کی ضد میں اپنی
عبادات کو کیوں ضائع کیا جاتا ہے۔ اگر نماز صحیح ہوگئی تو اسکا ضرور اجر ملیگا۔ خواہ
عقیدہ وہی رہے کیونکہ ان اللہ لایضیع اجر من احسن عملاً۔ جہنم میں بھی گئے تو
ثواب نماز رائگاں نہ ہوگا۔ اور جب نماز صحیح ہی نہیں تو پھر ثواب کیسا اگر بالفرض
نجات بھی ملجائے تو ثواب نہیں ملیگا اور نماز جب قبول نہ ہوئی تو کوئی عمل بھی قبول
نہ ہوگا جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے شیعوں کو بھی چاہیے کہ حتی الامکان اول وقت نماز پڑھیں
اور تا بمقدور فریضہ نماز مسجد میں پڑھیں (اور سنت و نفل گھر پر بہتر ہیں) تاکہ سارے
مسلمان ایک ہی وقت میں عبادت خدا میں مشغول نظر آئیں اور تمام عالم میں
شان اسلام بڑھ جائے۔ فلسطین میں مسلم کانفرنس ہوئی جہاں ساری دنیا کے کل مذاہب کے
مسلمان جمع تھے اور سب نے ایکجگہ ایک جماعت سے نماز ادا کی اور باتفاق جعفری مذہب
نے پیشنمازی کی۔ تو تمام یہودیت و عیسائیت پر ایک رعب اسلام چھا گیا تھا۔ بعد اول
قرن اسلامی میں بھی اول رعب اسی سے قائم ہوا تھا یہاں کبھی ایسا ہو جائے تو سارے

سنی و شیعہ ہر مقام پر ایک جگہ نماز پڑھ سکیں گے۔

تکملہ نمبر ۲ خاتمہ۔ سجدہ نماز اصل مقصود بالذات ہے یعنی معبود کی تعظیم کیلئے تواضعاً خاک ذلت پر پیشانی رکھنا ذات قدوس کے آگے سر جھکانا۔ اور اسلئے جائے سجدہ کی طہارت سب سے اہم ہے۔ اور اصل جائے سجدہ زمین اور جو کچھ زمین سے اگے۔ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔ زمین میرے لئے جائے سجدہ و طاہر و مطہر بنائی گئی ہے اور سجدہ کے لغوی معنے بھی زمین پر سر نیاز رکھنے کے ہیں۔ دالصحاح۔ مجمع البحرین مجمع البحار و منتہی الارب۔ کپڑا نہ زمین ہے اور نہ نباتات زمین اگرچہ بعض وقت اسکی اصل نبات ہوتی ہے لیکن ملبوس میں داخل ہو کر اس اصلیت سے خارج ہو گیا۔ زمین گھاس بوریا وغیرہ پر سجدہ اظہار ذلت و اخلاص عبودیت و تواضع ہے اور کپڑے پر سجدہ تکبر کی نشانی اور شان خود پرستی یا امیرانہ نشان ہے ہمیشہ خاک پر سجدہ ہونا چاہیے یا ایسی ہی چیز پر جیسے گھاس اور بوریا وغیرہ اور ایسا ہی ضرور ہو۔ سنت پیغمبری ہے اور یہی سیرت اصحاب کرام ہے چونکہ ہر وقت ہر جگہ خاک خالص طاہر کا میسر آنا جو اصل جائے سجود ہے دشوار ہے خصوصاً سفر میں۔ جہازمیں ریل میں اسلئے لازم ہے کہ کوئی ٹکڑا مٹی کا یا کوئی ٹکڑا نباتی چیز یا بوریئے وغیرہ کا ٹکڑا یا لکڑی کا ٹکڑا ہر وقت ساتھ ہونا چاہیے تاکہ اگر ضرورت پڑ جائے اور خاک خالص پر سجدہ دشوار یا ناممکن ہو تو اس چیز کو آگے رکھکر اس پر سجدہ کیا جا سکے تاکہ طہارت کے ساتھ اصلیت متحقق رہے چنانچہ رسول اور اصحاب رسول ایسا ہی کرتے تھے بوریے وغیرہ کا ذرا سا ٹکڑا ساتھ رکھتے تھے جسکو خمرہ کہتے تھے اور کہتے ہیں اسیکو مسجد کہتے ہیں اور اسیکا اصطلاحی فارسی ترجمہ سجدہ گاہ ہے۔ بخاری میں باب الصلوٰۃ علی الخمرہ اسلئے ہے کہ خمرہ پر سجدہ سیرت سلف ہے۔ الخمرۃ حصیر صغیر من السعف خمرہ شاخ خرما کا

چھوٹا سا ٹکڑا۔ الخمرۃ حصیر صغیر من لیف او غیرہ بقدر الکف

ھو الذی تتخذہ الان الشیعۃ للسجود۔ خرما لیف خرما وغیرہ کا چھوٹا سا بوریا ہتھیلی کے برابر۔ اور وہ یہی چیز ہے جسکو شیعہ سجدہ کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ الخمرۃ ھی التی یسجد علیھا الان الشیعۃ۔ یعنے خمرہ سجدہ گاہ ہی کو کہتے ہیں جو شیعوں میں معمول ہے۔ گھاس کی بنی ہوئی ہو یا لکڑی کی اور مٹی کی افضل ہے۔ کیونکہ سب چیزوں کیلئے اصل خاک ہے اور بعد ازاں نباتات اس لئے اصل کو مقدم رکھنا لازم اور یہی سیرت رسول اور سیرت اصحاب رسول ہے۔ المعلم ترجمہ مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا مسجد سے خمرہ سجدہ گاہ اٹھا لاؤ

سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت نے افلح کو فرمایا کہ سجدہ میں اپنے منہ کو خاک آلودہ کر۔ خاک پر رکھ۔ اور یہی حضرت نے رباح اور حضرت سلمان کو فرمایا۔ اور حضرت علی سے مروی ہے سجدہ کے لئے زمین افضل ہے۔ یا اسکے بعد وہ چیز جو زمین سے اگے۔ کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۔

شرح تنبیہ میں ہے۔ امام مالک اس چیز پر سجدہ جو زمین سے نہ ہو مکروہ جانتے ہیں۔ جیسے چمڑا۔ پلاس۔ سوتی کپڑا اور کتان (السی کا کپڑا) وغیرہ۔ اور بخاری میں ابوسعید سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے کیچلی مٹی پر سجدہ کیا۔ عروہ بن زبیر زمین کے سوا اور چیز پر سجدہ مکروہ جانتا تھا اور مالک اسکی تصریح کرتے ہیں کہ اس چیز پر بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے جو اگرچہ زمین سے اگی ہو مگر اس پر دستکاری کی گئی ہو۔ اصلی صورت باقی نہ ہو جیسے السی اور روئی کا کپڑا۔

بعض علمائے حنفیہ نے شدت گرمی و سردی میں تا زمین زمین پر کپڑا ڈال لینے
کی رخصت و اجازت دی ہے جیسا کہ فتح الباری و ترمذی میں ہے۔
عبد اللہ ابن مسعود سوائے زمین کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے۔
اور ارشاد الساری اور فتح الباری میں ہے۔ ان عمر بن عبد العزیز
کان یؤتی بتراب فیوضع علی الخمرة فیسجد علیہ مبالغة
فی التواضع والخشوع۔ عمر بن عبد العزیز خلیفہ کیلئے خاک لائی جاتی
تھی اور وہ بوریے کی سجدہ گاہ پر اس کو رکھکر انتہائی خضوع و
خشوع کے لئے اس پر سجدہ کرتے تھے۔
خلاصہ یہ کہ سجدہ نشان خشوع و خضوع و تواضع و انکسار و اظہار ذلت و
مسکنت ہے۔ بارگاہ الٰہی میں! دراصل اسکی یہی ہے کہ حتی الامکان ضرور
خالص خاک پر ہی ہو اور یہی افضل ہے۔ اس کے بعد جو چیز زمین سے اُگتی
ہے اُس پر سجدہ ہوتا ہے لیکن مصنوعات ارضی پر نہیں جیسے کہ اینٹ یا
کپڑا معدنیات پر نہیں جیسے کہ چاندی، سونا، عقیق وغیرہ جیسا کہ اہل
البیت علیہم السلام کا مذہب محقق و معمول بہ ہے اور نہ ماکولات پر سجدہ جائز ہے۔
کپڑے پر سجدہ بعض علماء اہل سنت نے بضرورت و مجبوری جائز رکھا ہے لیکن
سنت رسول اصحاب رسول و اجماع اہل بیت سے اسکا جواز ثابت نہیں مکروہ تو
ہر ایک کے نزدیک ہے اور بغیر ایسی مجبوری کے ہر حال میں کپڑے پر سجدہ
باطل ہے اور سجدہ باطل تو نماز باطل..... اور سجدہ گاہ پر بھی سنت رسول و
اصحاب رسول و آل رسول سجدہ گاہ گھاس کی جائز ہے اور لکڑی کی بھی مگر خاک ہی کی

ہو تو سب سے افضل ہے کیونکہ سجدہ خاک خالص پر افضل ہے اور اسمیں تواضع زیادہ شیعہ اسی پر عامل ہیں اور اہل سنت نے صرف اسلئے اس سنت لازمہ کو ترک کیا ہوا ہے کہ شیعہ اسی پر عامل ہیں مولوی وحید الزمان صاحب نے انوار اللغۃ و کنز الحقائق میں لکھا ہے کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے نماز میں سجدہ گاہ رکھنا مسنون ہے اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور رافضیوں کا طریقہ قرار دیا ہے ان کا قول صحیح نہیں ہے میں کبھی کبھی اتباع سنت کیلئے اور کچھ نہیں تو پنکھا جو حصیر کا ہو بجائے سجدہ گاہ رکھکر اسی پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ہمیں سنت رسول کی پیروی سے غرض ہے کوئی رافضی کہے یا کوئی خارجی بکا کرے۔ جزاہ اللہ خیراً سنیت کی کچھ تو لاج رکھ لی ہر ایک سنی کو ایسا ہی کرنا چاہئے کہ جب ایک امر سنت رسول ہو اصحاب رسول و آل سے باتفاق ثابت ہو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہئے محض شیعوں کی ضد میں اس سنت واجبہ کو ترک کر دینا رسول اور دین رسول سے مشاقہ و مجادلہ ہے۔ ضد میں دین چھوڑ دینا ہنود کا شیوہ ہے یا بت پرستوں کا ؎

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دین اپنا چھوڑ کر

ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

خدا پرستوں کو بتوں کی یاد نا پسند ہونی چاہئے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ خاک زمین جس قدر محترم ہو گی اسی قدر سجدہ کی عظمت بڑھ جائے گی۔ اور ثواب

؎ مولوی شہزادہ سلطان احمد گرگانی دہلوی مرحوم نے الخمرہ کی تحقیق میں مکمل رسالے الخمرہ اور تکریم الخمرہ لکھے ہیں جو زیادہ تحقیق چاہتے ہیں انکو ملاحظہ کریں اور اجماع اہل البیتؑ کے معلوم کرنے کیلئے ان کی کتب احادیث و فقہ کہ اہل سنت کا یہ مجمع علیہ مسئلہ ہے۔

زیادہ ہوگا۔ اس لئے گھر کی زمین پہ نماز پڑھنے سے مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور
عام مسجد سے جامع مسجد میں افضل ہے۔ اور خاک حرم پر سجدہ سب سے افضل کبھی
حاجی اس فضیلت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں بعض محتاط کعبہ میں جھاڑو دی ہوئی
خاک جمع کراتے ہیں اور اسکو پوٹلی میں باندھکر رکھ لیتے ہیں اور سجدہ اسی خاک پر
کرتے ہیں۔ اور اگر خانہ کعبہ کی مٹی لانے کا حکم ہوتا اور جرم نہ ہوتا تو دنیا ساری
ارض کعبہ کو اٹھا کر گھر لے گئی ہوتی کہ اسکو سجدہ گاہ بنا کر رکھے۔ خاک حرم کے بعد
یا اس سے زیادہ ارض کرب و بلا ہے جس میں جسد حسینی مدفون ہے یعنی گوشت و پوست
رسول (بلفظ رسول حسین منی و انا من الحسین) اس خاک کی عظمت
میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ دل میں احترام رسول ہو۔

اس لئے شیعہ سب سے بہتر خاک شفا کی سجدہ گاہ (خمرہ) اپنے
ساتھ رکھتے ہیں۔ اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور اس میں ایک اور
خصوصیت احترام ہے۔ جو کسی اور خاک کو نصیب نہیں یعنی حسین ابن علی
ہی وہ شہید راہ خدا ہے جس نے سجدہ میں سر دیا ہے عین حالت سجدہ
میں سر اقدس تن اطہر سے جدا کیا گیا ہے۔ سجدہ میں شہید ہونے
والے کی خاک سجدہ گاہ عبادت کے لئے بطور یادگار قدرت نے
مخصوص کر دی۔ ہم اس کی خاک پاک پر ہمیشہ سجدہ کرتے ہیں۔ جو سجدہ
باری میں شہید ہوا۔ ہم نہیں خدا شاہد ہے۔ فرشتے اسی خاک پر سجدہ
کرتے ہیں اور سجدہ کناں ہی اس بارگاہ میں داخل ہوتے ہیں ؎

بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہیست　　سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہیست

اور ہر مسلمان کو خدا یہی توفیق دے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

دعائے ختم نماز فریضہ منقول از امیر المومنین ع

اِلٰہِیْ ھٰذِہٖ صَلٰوتِیْ صَلَّیْتُھَا لَا لِحَاجَۃٍ مِنْکَ اِلَیْھَا وَلَا رَغْبَۃٍ مِنْکَ فِیْھَا اِلَّا تَعْظِیْمًا وَطَاعَۃً وَاِجَابَۃً لَکَ اِلٰی مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ۔ اِلٰہِیْ اِنْ کَانَ فِیْھَا خَلَلٌ اَوْ نَقْصٌ مِنْ نِیَّتِھَا اَوْ قِیَامِھَا اَوْ قِرَاءَتِھَا اَوْ رُکُوْعِھَا اَوْ سُجُوْدِھَا فَلَا تُؤَاخِذْنِیْ وَتَفَضَّلْ عَلَیَّ بِالْقَبُوْلِ وَالْغُفْرَانِ۔ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط

الاحقر المذنب المسمی السید محمد سبطین

السرسوی غفر اللہ لہ ذنبہ الخفی والجلی

مئی سنہ ۱۹۳۱ء

استقلال پریس لاہور میں باہتمام سید نسیم حیدر پرنٹر وپبلشر نے چھپوا کر ۲ بلد سے ۔۔۔ شائع کی